حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-4540513-4519240

بسلسلہ

الافاضات الیومیہ
من
الافادات القومیۃ

جلد نمبر ۷

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-540513
061-519240
E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب ....ملفوظات حکیم الامت جلد نمبر ۲

تاریخ اشاعت .... محرم ۱۴۲۲ھ

مطبع......... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی ، لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست عنوانات الافاضات الیومیہ جلد ہشتم

یادگار
محمد اشرف علی تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ
ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

۲۶ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارم شنبہ

(۱) تہجد کے وقت آنکھ کھلنے کی تدبیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی اس کا کوئی علاج فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ تدابیر زیادہ مؤثر ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد فوراً" سو جانا چاہئے۔ پیٹ بھر کر نہ کھایا جاوے۔ ذرا کم کھایا جاوے۔ کھانا سویرے کھایا جاوے تاکہ ہضم ہو جائے اس کی گرانی اور کسل باقی نہ رہے۔ پانی پیا تو جاوے پیاس کو نہ روکا جاوے۔ اس میں تکلیف ہوگی مگر زیادہ نہ پیا جاوے ان شاء اللہ تعالیٰ وقت پر آنکھ کھل جائے گی اب اٹھنا اپنی ہمت پر موقوف ہے

(۲) صلوۃ اللیل اور تہجد میں فرق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ایک تو صلوۃ اللیل ہے اور ایک تہجد ہے۔ صلوۃ اللیل عشاء کے بعد کی تمام نوافل کو عام ہے اور تہجد نوافل بعد النوم کے ساتھ خاص ہے۔ غرض صلوۃ اللیل قبل از نوم ہے اور تہجد بعد النوم ہے ان کی ایک مشترک فضیلت ہے اور ایک خاص فضیلت تہجد کی ہے۔ مگر صلوۃ اللیل قائم مقام تہجد کے ہو جاتی ہے۔

(۳) تبویب تربیت السالک

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تربیت السالک کی تبویب مولوی عبدالمجید صاحب بچھرانوی نے چھپوا دی ہے ۱۳۵۰ھ تک تربیت السالک کے دو حصے مختلف طور پر چھپے تھے ان کو ایک جگہ کر کے چھپوا دیا ہے۔ بڑی ضخیم کتاب ہو گئی ہے اور بہت نافع۔ لیکن طبیب ہی کے کام کی ہے مریض کے کام کی نہیں جیسے بہت سی طب کی کتابیں علاج الغرباء وغیرہ اردو میں چھپ گئی ہیں مگر ان سے غیر طبیب علاج نہیں کر سکتا ایسے ہی اس کو دیکھ کر شیخ نہیں بن سکتا اور نہ کسی کی اصلاح کر سکتا ہے جب تک فن میں مہارت نہ ہو مثلاً" یہ معلوم کرنا کہ صفراء غالب ہے یا سوداء برودت بڑھی ہوئی ہے یا حرارت مریض میں قوت اس قدر ہے کہ مسہل کا تحمل کر لے گا یا نہیں۔ یہ باتیں محض کتاب سے کیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔

اور کتاب طبیب سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جاوے۔

(۴) عبث اور فضول سوال سے برہمی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت کچھ کام ہو گیا اب تو کام کو گھٹا رہا ہوں۔ صرف ایک چیز کا انتظار ہے اور اب اس کا وقت قریب ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کس چیز کا انتظار ہے فرمایا کہ جب ویسے نہیں سمجھے تو کیوں پیچھے پڑے کوئی تحقیق کرنا فرض نہیں واجب نہیں کام کی بات کی تحقیق کیا کرتے ہیں اس عبث سوال سے شبہ ہوتا ہے کہ قلب میں چور ہے عبث اور فضول کی طرف متوجہ ہے۔ یہ باتیں خیال رکھنے کی ہیں اور ہر بات بتلانے کی بھی نہیں ہوا کرتی۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں۔ اب بیٹھا ہوا کون کھرل کیا کرے

(۵) ایک عزیزہ کو مکتوب تعزیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قرابت داروں میں ایک میت ہو گئی گھر والوں نے مشورہ دیا کہ تم بھی تعزیت کا خط لکھ دینا۔ میں نے وعدہ کر لیا مگر جن کو خط لکھنا تھا وہ ایک بی بی ہیں مجھ کو حجاب معلوم ہوا کہ ایک عورت کو خطاب کروں گو دینی تعلق کی بناء پر ماں اور بہن ہیں اور عمر کے اعتبار سے بھی معمر ہیں۔ میں گھر گیا انہوں نے کہا کہ جب خط لکھو ہماری طرف سے بھی لکھ دینا بس اس سے میرے ذہن میں ایک عنوان آ گیا کہ وہ خط گھر والوں ہی کی طرف سے لکھ دیا گو مضامین میرے ہی ہیں اس طرح وہ دونوں کی طرف سے ہو گیا۔

(۶) کام میں لگنے کی تاکید

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو آنے والوں سے یہ چاہتا ہوں کہ جس کام کے لئے آئے ہو اس میں لگو اور یہاں پر رہتے ہوئے نہ کسی سے دوستی کرو نہ دشمنی بالکل اس کے مصداق ہو کر رہو

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

اکثر مشائخ کے یہاں یہ حالت ہے کہ چہار طرف پروانے جمع ہیں بیچ میں شیخ صاحب شمع کی طرح جلوہ افروز ہیں کوئی ہاتھ چوم رہا ہے کوئی تک رہا ہے کوئی دو زانوں گردن جھکائے سامنے

بیٹھا ہے کوئی مخالف کی مذمت کر رہا ہے کوئی شملہ کی چائے کا ذکر کر رہا ہے کوئی کشمیر کے زعفران کی تعریف کر رہا ہے مجلس گرم ہے مگر اللہ اور رسول کے ذکر کا نام و نشان بھی نہیں مجلس ختم ہو جاتی ہے۔

(۷) حضرت حکیم الامتؒ پر نعم الہیہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میں اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں اس خیال سے کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو اور جو بات میرے اندر منجملہ نعم الہیہ ہے اس کو بھی ظاہر کر دیتا ہوں اور جو نقص کی ہے اس کو بھی ظاہر کر دیتا ہوں چنانچہ چار علوم جو بڑے ہیں تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ ان میں دو سے مجھ کو بقدر ضرورت مناسبت ہے یعنی تفسیر اور تصوف اس کو بھی ظاہر کر دیتا ہوں۔ اور حدیث اور فقہ سے مجھ کو ضروری مناسبت بھی نہیں۔ اس کا بھی اخفا نہیں کرتا۔ اور جس سے مناسبت ہے وہ بھی حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعاء کی برکت سے ہے۔ ایک موقع پر یہ فرمایا تھا کہ تفسیر اور تصوف سے تجھ کو مناسبت ہوگی اگر اس وقت خیال آتا تو حدیث و فقہ کے لئے بھی دعا کرا لیتا۔ اور یوں بقدر حاجت حدیث اور فقہ سے بھی اللہ کے فضل و رحمت سے کام نکال لیتا ہوں۔ مگر جس کو مناسبت کہتے ہیں وہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ نہ میں متکبر ہوں نہ متعارف متواضع ہوں۔ میرے یہاں جو بات ہے صاف ہے۔ بحمد اللہ میری کسی بات میں تلبیس نہیں۔ چنانچہ فقہ کے مسائل پر میں خود دوسرے علماء سے پوچھ کر عمل کرتا ہوں۔ اور فقہ سب سے زیادہ مشکل اور اہم چیز ہے اس میں دخل دیتے ہوئے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے اور بعضے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں ہی زیادہ دلیر ہیں۔

(۸) فطری رعونت و تکبر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کے مزاج میں فطری اور خلقی طور پر رعونت اور تکبر ہوتا ہے۔

(۹) محمد ابن قاسم حجاج ابن یوسف کے داماد تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی ہے اس وقت سترہ سال کی عمر تھی۔ لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار

ہمراہ تھے۔ مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی۔ سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی۔ زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اس وقت فہم عام تھا اب جس قدر حضور ﷺ کے زمانہ سے بعد ہو جاتا ہے اس قدر اس میں کمی ہو رہی ہے۔ راجہ داہر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس بڑا ساز و سامان تھا ان کو فکر تھی کامیابی کی کیا صورت اختیار کی جائے کسی نے خبر دی کہ راجہ داہر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے۔ یہ سنتے ہی کہ بہن سے نکاح کیا ہے محمد بن قاسم نے کہا کہ اب ہم غالب آئیں گے اس لئے کہ وہ کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی ہے۔ کافر میں شجاعت ہو سکتی ہے۔ ملحد میں شجاعت نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے جذبات کو کیسا پہچانا۔ شہوت پرست زانی کبھی شجاع نہیں ہو سکتا۔ پھر جس وقت راجہ داہر کے مقابلہ میں فتح پا چکے اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا اور تمام مسلح فوجیں وغیرہ اپنے اپنے مقام پر حفاظت کے لئے قائم کر دی گئیں اس وقت محمد بن قاسم گھوڑے کی پیٹھ سے اترے قلعہ وغیرہ کو دیکھا اس وقت دو لڑکیاں قلعہ میں شاہی خاندان کی تھیں جو حسن میں یکتا تھیں انہوں نے محمد بن قاسم کو دیکھا عاشق ہو گئیں۔ محمد بن قاسم کا ایک تو شباب پھر تقویٰ اور نور ایمان کی جھلک ان سب نے مل کر حسن کو دوبالا کر دیا تھا غرض دن گزر جانے پر شب کو ان دونوں لڑکیوں نے چلانا شروع کیا کہ درد ہے۔ محمد بن قاسم اس وقت اپنے خیمہ میں سو رہے تھے ان کو جگایا۔ ان لڑکیوں کے پاس پہنچے انہوں نے کہا کہ ہمارے درد وغیرہ کچھ نہیں آپ کی محبت کا درد ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم براہ راست آپ کی خدمت کریں۔ محمد بن قاسم جواب میں کہتے ہیں کہ میں تو محکوم ہوں تم کو خلیفہ وقت کے پاس بھیج دیا جائے گا وہ جو چاہیں کریں مجھ کو کوئی اختیار نہیں۔ یہ ہے تقویٰ اور قوت ایمانیہ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محمد بن قاسم شہوت پرست نہ تھے۔ یہی چیز ہے جس سے ان میں اس قدر شجاعت اور بہادری تھی۔ یہ لوگ بندہ شہوت نہ تھے بلکہ خدا کے فوجی لوگ تھے۔ شمشیر زن تھے لیکن زن کے مقابلہ میں شمشیر ہی تھے۔ ان قصوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور اس زمانہ کے اتقیاء تو اتقیاء تھے ہی غیر اتقیاء میں بھی عجیب جذبات تھے۔ ایک مقام پر کفار نے مسلمانوں پر کچھ مظالم کئے تھے حجاج ابن یوسف اس وقت عامل تھا۔ خبر پہنچتے ہی حجاج بے چین ہو گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمانوں کا بہت ہی بڑا ہمدرد تھا۔ یہ اس وقت کے

ظالم کے حالات ہیں کہ حمیت اسلامی غیرت اسلامی جوش اسلامی اس کے اندر کلی موجود تھا۔ نیز یہی حجاج ابن یوسف ہر شب میں تین سو رکعت نماز نفل پڑھتا تھا۔ یہ روزانہ معمول تھا آج کل کے مشائخ اور عابد زاہد بھی یقیناً" اتنی رکعتیں ایک شب میں نہیں پڑھتے۔ یہ جس وقت مرنے لگا ہے تو کہتا ہے کہ یااللہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حجاج جیسے ظالم شخص کو ہرگز ہرگز نہ بخشیں گے ہم تو جب جانیں کہ مجھ کو بخش دیں اور آپ کی شان رحیمی کریمی کو مخلوق دیکھ لے کہ ایسے رحیم کریم ہیں کہ حجاج جیسے ظالم کو بخش دیا کسی نے جاکر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے..... کہا کہ یہ کہہ کر مرا ہے فرمایا کہ بڑا ہی چالاک تھا۔ یہ چالاکی سے خدا سے جنت بھی لے مرے گا۔ بات یہ ہے کہ ہمارے گناہ تو بہت بڑے ہیں مگر خدا کی رحمت کے سامنے کیا چیز ہیں ان کی کیا حقیقت ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک مچھر صاحب بیل کے سینگ پر بیٹھ گئے اور بیل سے کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں کچھ دیر تک آپ کے سینگ پر بیٹھا رہا آپ کو بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ معاف فرما دیجئے گا بیل نے کہا کہ بھلے مانس مجھ کو تو خبر بھی نہیں ہوئی۔ وہ ذات تو اس مثال سے بھی مبرا اور منزہ ہے۔

(۱۰) ذہبی علم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس میں طبیب جسمانی کی طرح معالجہ کرنا پڑتا ہے ہر دقیق سے دقیق بات پر نظر کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ظاہر خشک لوگ کم فہمی سے اس کو بدعت کہنے لگے ہیں حالانکہ اس میں بدعت کی ایک بات بھی نہیں۔ ہاں سمجھ ذرا دیر میں آتی ہے اور جن کو ذوق صحیح ہے وہ فوراً" سمجھ جاتے ہیں اور واقعی جب تک حقیقت کسی چیز کی مخفی رہتی ہے سمجھ میں آنا مشکل بھی ہوتا ہے اب معالجہ اور تربیت و اصلاح کے ماتحت میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک شخص گناہ کرنا چاہتا ہے اب اس کو روکنے کے واسطے کیا تدبیر ہے اس سے کہا جائے گا کہ گناہ کرنے کے وقت رحمت خداوندی پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ عذاب پر عقاب پر نظر کرنا چاہئے گو اعتقاداً اس وقت بھی رحمت پر رہے مگر اس وقت اس پر التفات و نظر نہ رکھو۔ نظر صرف عذاب پر رکھو جیسے طبیب کی دوا پینے کے بعد ایک محدود وقت تک غذا نہ کھانا چاہئے تو جیسے طبیب نے وقت خاص تک کے لیے غذا کو منع کیا ہے اس طرح یہاں سمجھ لو اگر یہ تدبیر بھی بدعت ہے جو

طبیب نے اختیار کی ہے وہ بھی بدعت ہوگی اور اگر یہ بدعت نہیں تو وہ بھی بدعت نہیں اس کی نظیر حدیث میں ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی اعمالکم لیعنی توجہ خاص نہیں ہوتی نظر خاص نہیں ہوتی تو اس سے علم تھوڑا ہی منتفی ہو گیا۔ حسین عرب کے پوتے یہاں پر آئے تھے یہ اہل حدیث میں سے ہیں۔ ایک دو روز قیام کیا۔ یہاں کی باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ کتابی علم وہبی علم ہے۔ میں نے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے۔ اب اگر کوئی صرف ظاہری علم رکھتا ہو وہ اس معالجہ پر اعتراض کرے گا کہ رحمت پر نظر کرنے سے منع کرتے ہیں۔

(۱۱) مولویوں کے غریب رہنے میں مصلحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں غریب ہونے سے دل بھی دکھتا ہے مگر خیر اسی میں ہے کہ مولوی غریب ہی رہیں جو امیر مولوی ہیں یا جن کو ریاستوں سے وظیفہ ملتا ہے وہ دین کا ذرا سا بھی کام نہیں کرتے خالی پڑے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں کرتے اس لئے ان کا غریب رہنا ہی مصلحت ہے۔

(۱۲) چالاکی اور پھوڑپن میں فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چالاکی تو وہ ہے جس کو کوئی نہ سمجھ سکے ورنہ تو پھوڑپن ہے جب پتہ لگ گیا تو ہوشیاری اور چالاکی ہی کیا ہوئی۔

(۱۳) حضرت حاجی صاحب کا خط بہت پاکیزہ تھا

ایک خط بد خط لکھا ہوا آیا اس کے سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ حضرت کا نستعلیق تو نہیں دیکھا مگر نسخ دیکھا ہے بہت ہی پاکیزہ خط تھا۔

(۱۴) علوم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا تمام عالم بھی مقابلہ نہیں کر سکتا جس بڑے سے بڑے متبحر سے چاہو پوچھ کر دیکھ لو کہ تمہارے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسے ہیں ہر شخص دل سے یہی کہے گا کہ ہیچ ہیں۔ یہاں سے حضور کے

علوم کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص حضور ﷺ کے علوم کے سامنے اپنے کو جاہل کہے گا اور دوسری قومیں غیر مسلم تو امتی مسلمانوں کے علوم کے سامنے بھی جاہل ہیں۔ ایک واقعہ سنا ہے کہ پادری فنڈر اور مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی آگرہ میں اتفاقاً" ایک اسکول میں جمع ہو گئے۔ پادری فنڈر نے ایک طالب سے کہا کہ وہ کتاب لاؤ جو قرآن سے بھی زیادہ فصیح اور بلیغ ہے مولانا نے کہا کہ وہ کون سی کتاب ہے جو قرآن سے بھی زیادہ فصیح اور بلیغ ہے کہنے لگا کہ مقامات حریری۔ یہ ان کے علوم ہیں مولانا نے کہا کہ اور میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن سے زیادہ فصیح اور بلیغ کوئی کتاب نہیں۔ اب رہا اس کا فیصلہ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کر لیا جائے کہ عربیت میں میں زیادہ ماہر ہوں یا آپ اس کی یہ صورت ہے کہ ایک مضمون میں بھی عربی میں لکھوں اور آپ بھی اور یہ ظاہر نہ کیا جاوے کہ کس کا کاتب مسلمان ہے اور کس کا عیسائی اور وہ دونوں تحریریں بیروت اور سکندریہ بھیج دی جائیں اگر وہاں آپ کا مضمون فصیح مانا جائے تو جس کتاب کو آپ فصیح اور بلیغ کہہ دیں میں تسلیم کر لوں گا اور اگر میرے مضمون کو زیادہ فصیح اور بلیغ مانا جاوے تو پھر جس کتاب کو کہہ دوں آپ تسلیم کر لیں پھر فرمایا کہ اس پادری کا علمی کمال تو اسی سے ظاہر ہے کہ مقامات حریری کو قرآن سے زیادہ فصیح اور بلیغ بتلایا۔ دوسرے لوگ علوم سے بالکل کورے ہوتے ہیں ان کے علوم کی حقیقت محققین کے علوم کے سامنے اس سے زیادہ نہیں جیسے اکبر بادشاہ کے یہاں مشاعرہ ہو رہا تھا اس میں اپنا اپنا کلام پیش کر رہے تھے ایک گنوار کو جوش اٹھا مصرعہ بنایا۔ املی کا پتہ سبّج (بتشدید باء یعنی سبز) دوسرا نہ بن سکا فیضی نے تمسخر سے کہا ابجد حطی ہبّج (بتشدید باء یعنی ہوز) ایک اور مشاعرہ ہوا تھا کچھ گنوار بھی پہنچ گئے دربار کا مشاعرہ راجہ بھی موجود۔ ایک گنوار بولا۔ بول بھلا بھائی بول بھلا۔ دوسرا بولا ڈھول بھلا بھائی ڈھول بھلا۔ ایک مسخرہ شاعر بھی موجود تھا اس نے کہا لاحول بھلا بھائی لاحول بھلا۔

۲۶ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارم شنبہ

(۱۵) بیعت کے لئے مناسبت شرط ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں بیعت کی درخواست کی تھی میں نے لکھ دیا تھا کہ

بیعت کے لئے مناسبت شرط ہے۔ آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ مناسبت سے کیا مراد ہے اب جو لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہربات میں کھود کرید کرتا ہے وہ مشورہ دیں کہ اگر کھود کرید نہ کروں تو اس شخص کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ مناسبت کسے کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو کیا تعلیم کروں۔

(۱۶) طریقت کی قلوب میں وقعت پیدا کرنے کی ضرورت

فرمایا کہ فلاں خان صاحب کے ایک مرید کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں پچیس برس سے فلاں خان صاحب سے مرید ہوں اور پینسٹھ ۶۵ برس کی میری عمر ہے مگر اب اس باطل عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی درخواست کرتا ہوں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ اور جگہ تو نہ معلوم اس شخص کا خیر مقدم منایا جاتا اور ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا مگر شیوخ کو اتنی غیرت تو ہونا چاہئے جس سے طالب کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ منتظر ہی بیٹھے تھے اگر کوئی پختگی کے ساتھ آئے سر آنکھوں پر جو خدمت دین کی ہو سکے گی کریں گے مگر یہ کیا واہیات ہے کہ تاک لگائے بیٹھے رہیں۔ آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے ایک مثال ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں ایک تو رنڈی ہے وہ تو ہر وقت پھانسنے کی فکر میں لگی رہتی ہے۔ ہر قسم کے بناؤ سنگار کرے گی دل لبھانے کے پہلو اختیار کرے گی اور ایک گھر ستن ہے کہ خود دماغ میں بھری بیٹھی رہتی ہے اگر مرد اس کی شان کے خلاف کچھ کہتا ہے تو کہتی ہے کہ میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔ برادری کی ہوں۔ کہیں سے یوں ہی نہیں آگئی ہوں۔ تو یہ مشائخ کا رنڈیوں کی طرح پھانسنا اور چاپلوسی اور خوشامدوں میں لگا رہنا مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے۔

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(۱۷) آداب مجلس

ایک نووارد شخص حاضر ہوئے اور کشادہ جگہ کے ہوتے ہوئے بھی دوسرے صاحب سے اس طرح مل کر بیٹھے جیسے کوئی تنگ جگہ ہونے کی وجہ سے دب کر اور مل کر بیٹھا کرتا ہے۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ اتنی بڑی جگہ پڑی ہوئی چھوڑ کر ایک مسلمان کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھے جس سے ایک مسلمان کو تکلیف پہنچی کیا اس میں کوئی مصلحت ہے۔ عرض کیا کہ بیٹھا

تو تھا الگ نگران کی طرف کو سرک گیا تھا فرمایا کہ اس سرکنے ہی کو تو کہہ رہا ہوں جس کی وجہ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف ہوئی۔ آخر اس بھڑ کر بیٹھنے کا سبب سرکنا ہی تو ہوا اس جواب کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو مار ڈالا کسی نے کہا کہ یہ کیا کیا تو اس پر کہتے ہیں کہ گولی چلائی تھی مارا نہیں۔ ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ ان صاحب نے کہا تھا کہ یہاں کو بیٹھ جاؤ فرمایا کہ کسی نے کہا سہی تمہیں خدا نے عقل اور فہم دیا ہے اگر یہ صاحب یہ کہتے کہ جو میرے سامنے ڈیکس کاغذات کا رکھا ہے اس پر بیٹھ جاؤ تو کیا تم اس پر بیٹھ جاتے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیوں جب گھر کی تو عقل تم کو ہے نہیں دوسروں کے کہنے پر چلتے ہو تو اس کے نہ ماننے کی کیا وجہ۔ عرض کیا کہ اب خود فکر سے اور سوچ کر کام کیا کروں گا معافی کا خواستگار ہوں فرمایا ہمیشہ اس کا خیال رکھو بری بات ہے۔ اصل چیز سلوک میں یہی ہے کہ اپنے سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے عرض کیا کہ اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔ پھر حضرت والا ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جن کے مشورہ سے یہ سرکے اور دریافت فرمایا کہ تم بیچ میں کیسے دخل دے رہے ہو کیا تم وکیل ہو مجاور ہو تم کو کس نے کہا کہ تم مجلس کے انتظام میں مصروف رہو کیا اسی واسطے گھر چھوڑ کر آئے ہو کیا ہر وقت قلب میں غیر خدا ہی گھسے رہتے ہیں۔ عرض کیا کہ پہلے یہ صاحب میرے اوپر اسی طرح چڑھ آئے تھے میں نے جگہ کی تنگی کو دیکھ کر اور اس طرف جگہ زائد تھی ان سے کہہ دیا تھا کہ وہاں جگہ ہے وہاں کو بیٹھ جاؤ یہ مجھ سے غلطی ہوئی میں معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا کہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ کا کوئی قصور نہیں آپ نے تو ماشاء اللہ سمجھ کی بات کہی تھی ایک شخص کو نیک مشورہ دیا تھا۔ یہ سب ان ہی کی عقلمندی ہے۔

(۱۸) اکبر بادشاہ کی بوقت وفات توبہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جس درجہ اکبر بادشاہ کو بدنام کیا گیا ہے وہ اس درجہ کا نہ تھا خیالات اتنے برے نہیں تھے۔ چنانچہ جس وقت مرا ہے علماء کو صلحاء کو قراء کو حفاظ کو جمع کر کے توبہ کی اور اس کے بعد پھر کوئی بات دنیا کی نہیں کی اس حالت میں اکبر بادشاہ مرا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جو لوگ سمجھدار ہیں وہ کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے جس قدر ہندوؤں کی اہانت کی ہے۔ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے ذرہ برابر بھی نہیں کی۔ اکبر بادشاہ نے تو رانیاں لیں اور عالمگیر عفیف تھے کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ عالمگیر متبع شریعت متبع سنت تھے۔

(۱۹) حضرت مجدد کی گوالیر میں نظربندی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانہ میں جیسے سلاطین گزرے ہیں ان کی اصلاح کے لئے بزرگ بھی اسی درجہ کے گزرے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ نے یہ سن کہ مجدد صاحب تخت شاہی کے سامنے سجدہ کرنے کو منع فرماتے ہیں ان کو بلوایا اور ایک عارضی کھڑکی دربار میں تخت کے سامنے بنوائی تاکہ جب اس میں ہو کر آئیں گے تو تخت کے سامنے جھکنے کی شکل ہو جائے گی۔ مجدد صاحب نے یہ ترکیب کی کہ کھڑکی میں اول پاؤں داخل کئے اس پر بادشاہ نے برہم ہو کر قتل کا حکم دیا ایک بزرگ دربار میں بیٹھے تھے بادشاہ جن کے معتقد تھے انہوں نے مجدد صاحب کی سفارش کی تب قتل کا حکم تو منسوخ ہوا مگر گوالیر کے قلعہ میں نظربند کیا گیا مگر پھر بھی یہاں کے سلاطین زیادہ بددین نہ تھے بعضے بدعمل تھے۔

(۲۰) لوگوں کا عجیب مذاق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کا عجیب مذاق ہے کہ چاہے ان کا کام نہ ہو خواہ ان سے جھوٹ ہی بول دیا جائے لیکن صاف اور سچی بات کو خلاف اخلاق سمجھتے ہیں سو میں اس سے مجبور ہوں۔ مجھ سے ایسی باتیں نہیں ہو سکتیں جھوٹ نہیں بولا جاتا دھوکہ نہیں دیا جاتا وجہ یہ کہ میں فقیر نہیں ہوں جو جھوٹ بولوں۔ میں تو ایک طالب علم ہوں سیدھا اور سچا دیہاتی مسلمان ہوں فقیری میں البتہ بڑی گنجائش اور وسعت ہوتی ہے۔ زنا کر لیں تب فقیری۔ شراب پی لیں تب فقیری۔ جھوٹ بولیں تب فقیری۔ دھوکا دیں تب فقیری۔ اس لئے کہ ان کے یہاں ہر چیز میں رموز اور اسرار ہیں۔ ان کی وجہ سے کسی طرح فقیری کو بٹا نہیں لگتا اور بےچاری مولویت ذرا سی بات میں آئی گئی ہو جاتی ہے۔ مولویت کا نہایت ہی نازک مسئلہ ہے شرمندہ درخت یعنی چھوئی موئی سے بھی زیادہ نازک ہے۔ رہی فقیری تو وہ اس قدر لوہالاٹ ہے کہ توڑے نہیں ٹوٹتی۔ ایک فقیر نے ایک گاؤں میں کچھ مرید کر لیے تھے اس فقیر خبیث نے ایک مرید کی بیوی سے منہ کالا کیا اس کے خاوند کو اطلاع ہوئی تو پیر سے تو لڑا مگر اور پیر بھائیوں سے کہا کہ میرا ان کا معاملہ ہے تم بداعتقاد نہ ہونا حالت یہ ہو رہی ہے کہ جہاں کسی نے تسبیح ہاتھ میں لی لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری خدائی کا مالک ہو گیا۔ چنانچہ یہاں بھی بعض لوگ خطوط میں ایسی باتیں دریافت کرتے ہیں کہ کوئی ایسا تعویذ یا عمل ہو جس سے بہت سا روپیہ مل

جائے یا خزانہ ہاتھ لگ جائے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ میرے بہت سے دوست اور عزیز و اقارب ایسے ہیں کہ فاقہ زدہ ہیں اگر میرے پاس ایسا تعویذ یا عمل ہوتا تو وہ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ یہ کیا بات کہ تمہارے لئے تو ہو اور ان کے لیے نہ ہو۔ لوگوں کے عقائد کس قدر خراب ہو گئے ہیں۔ اور یہ خرابی زیادہ تر ہوئی ہے ان جاہل فقیروں اور دکاندار پیروں کی بدولت ایسی اڑنگ بڑنگ ہانکتے پھرتے ہیں کہ جن کے نہ سر نہ پیر۔ ان جاہلوں کی بدولت نئی نئی ایجاد ہو رہی ہیں صرف یہ نواح اور ضلع اعظم گڑھ میں تو بحمد اللہ مامون ہے ورنہ جہاں جائے یہی آفت ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ لوگ ہر قسم کے نشے استعمال کرتے ہیں۔ گندے رہتے ہیں جاہل ہوتے ہیں۔ چرس ایک نشہ ہے نہایت گندی چیز ہے اس تک کو استعمال کرتے ہیں فرمایا کہ خیر چرس تو چرس ہی ہے فقیری اور بزرگی تو ایسی چیز ہے کہ کوئی چیز بھی اس کے منافی نہیں اس میں بڑی گنجائش اور وسعت ہے۔

(۲۱) ایک لطیفہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریک کے زمانہ میں لوگوں نے بہت ستایا اب تو وہ زمانہ ہی ختم ہو گیا نہ وہ تحریک ہے نہ صاحب تحریک ہیں اور لطیفہ کے طور پر فرمایا کہ تحریک ہمیشہ تھوڑا ہی رہا کرتی ہے تندرستی بھی ہو جاتی ہے اب تو اس کے متعلق یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔

سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب　　　خدا سے کیا ستم وجور نا خدا کہئے

میں نے تو پچھلے ستانے کو بھی دل سے نکال دیا اور انتقام کا وسوسہ بھی نہیں آتا جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں دنیا میں تو انتقام کی قدرت نہیں اور وہاں آخرت میں سوا دل تو اپنی ہی خبر نہیں نہ معلوم کس بات میں پکڑ لیا جائے اور اگر خود بچ بھی گئے اور دوسرا ہی پکڑا گیا تو ایسا کون مسلمان ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تکلیف کو گوارا کر سکے تکلیف دیکھ کر یہی کہنا پڑے گا کہ میں نے معاف کیا اے اللہ آپ بھی معاف فرما دیں۔ پھر فرمایا کہ جب یہ تحریکات ٹھنڈی پڑ گئیں اور دورہ کا اثر جاتا رہا تو بہت کثرت سے خطوط طلب معافی کے آئے۔ میں نے سب کو جواب میں لکھ دیا کہ معاف ہے لیکن اس میں دو درجے ہیں ایک تو معافی اور معافی کے بعد دل ملنا۔ تو معافی تو اختیاری ہے سب معاف اور دل ملنا غیر اختیاری ہے اس میں معذور ہوں بقول

سعدی

بسا لے زجورت جگر خوں بود　　بیک ساعت ازدل بروں چوں بود

۲۸ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(۲۲) پڑوس کی حد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی کہاں تک حد ہے۔ فرمایا کہ عرف میں جہاں تک پڑوس کہلاتا ہے۔ پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حق زائد ہے اور جتنا دور ہے اتنا ہی حق کم ہے۔

(۲۳) مجتہد کا فہم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجدد صاحب کا مکتوب نقل کیا تھا کہ مجدد صاحب نے نماز میں تلفظ با نیۃ کو بدعت کہا ہے۔ فرمایا کہ یہ غلبہ ہے ذوق سنت کا اس غلبہ میں بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ڈھیلا استنجے کے لئے لینا چونکہ منقول ہے یہ سنت ہے اور بناء مدرسہ و رباط اور خانقاہ چونکہ منقول نہیں سنت نہیں اس لئے استنجے کے لئے ڈھیلا لینا بناء مدرسہ اور خانقاہ سے افضل ہے یعنی من وجہ نہ کہ من کل الوجوہ یعنی باعتبار نفع دینی کے یہ بناء ہی افضل ہے رہا تلفظ با نیۃ سو بعض محل میں منقول بھی ہے جیسے حج میں۔ اشتراک علت سے نماز میں بھی علماء نے جائز کہا ہے جس کو انہوں نے قوت اجتہادیہ سے متعدی کہا ہے اور مجتہدین میں اوروں سے یہی چیز زیادہ تھی یعنی فہم۔

(۲۴) بدعتی اکثر بددین ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بدعتی مولوی تمام بڑے بڑے اکابر دین اور بزرگوں کی تکفیر کرتا ہے مگر ہم لوگوں کو یہ مشکل ہے کہ ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے ہمارے لئے جہاں اور مجاہدے ہیں۔ ایک مجاہدہ یہ بھی ہے کہ وہ ہم کو کافر کہتا ہے۔ ہم اس کو کافر نہیں کہتے اور یہ بدعتی تو اکثر بددین بھی ہوتے ہیں۔ خوف خدا ذرا بھی ان کے قلب میں نہیں ہوتا قلوب مسخ ہو جاتے ہیں۔

(۲۵) بزرگوں کے جوابات عجیب ہوتے ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کر دینا کونسا مشکل ہے مشکل تو کام کرنا ہے یا کلام کی بات کہنا یا اس کا سمجھنا۔ میری تصانیف پر رات دن عنایت فرما اعتراضات کرتے رہتے ہیں چنانچہ حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض ہے حالانکہ اس کی عبارت بالکل صاف اور اس کا مفہوم بالکل بے غبار ہے لیکن عناد اور بغض و حسد کا کسی کے پاس کیا علاج۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تقویۃ الایمان کی عبارت پر اعتراض کرتے ہیں وہ عبارت یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بناڈالے یہ ایک بڑا اعتراض ہے جس پر مخالفین کو ناز ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی صاحب کو اس عبارت پر اعتراض کرنے کے وقت جو جواب دیا تھا عجیب و غریب ہے اور بزرگوں کے جواب ہوتے ہی ہیں عجیب مناظرین کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا۔ اس مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں اس عنوان سے ایک عبارت لکھی ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بناڈالے اور محاورہ میں یہ صیغہ بناڈالے تحقیر کا ہے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہے اور یہ کفر ہے۔ حضرت مولانا نے جواب فرمایا کہ تحقیر تو ہے مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں۔ بنانے کی تحقیر ہے یعنی بنانا سہل ہے عظیم اور ثقیل نہیں۔ کہنے لگے حضرت یہ تو تاویل ہے۔ فرمایا بہت اچھا اگر تاویل ہے جانے دیجئے یہ حضرات عجیب شان کے تھے کسی بات کے پیچھے نہ پڑتے تھے بڑے ظرف کے لوگ تھے کسی بات کے درپے نہ ہوتے تھے۔ اتفاق سے دو تین ہی روز کے بعد یہی معترض مولوی صاحب مولانا سے عرض کرنے لگے کہ حضرت مشکوۃ شریف۔ ترمذی شریف تو آپ کے یہاں چھپ چکیں اب بیضاوی شریف بھی چھاپ ڈالیے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ مولوی صاحب یہ وہی ڈالنا ہے جس سے تحقیر ہوتی ہے آپ نے بیضاوی کی تحقیر کی جو مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر جزو کی تحقیر ہے۔ اور قرآن کی تحقیر کفر ہے اب بتلایئے وہی کفر کا فتوی آپ پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس وقت معترض مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ کیا حضرت واقعی اس کا مطلب اور مفہوم تو خود میرے ذہن میں وہی تھا کہ آپ کے پاس سامان موجود ہے آپ کا چھاپ دینا

آسان ہے فعل ہی کی تحقیر تھی مفعول کی نہ تھی- دیکھئے حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ پر یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا- جس کی حقیقت مولانا کے جواب سے واضح ہو گئی- غرض اعتراض کر دینا بدون سوچے سمجھے بدون غور کیئے ہوئے کوئی مشکل چیز نہیں- بالخصوص بد عقل بد فہم بد دین کے نزدیک تو بہت ہی آسان اور سہل چیز ہے کیونکہ اس کو کوئی چیز مانع نہیں اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق اہل عقل اہل فہم اہل دین ہی کو ہے کیونکہ ان کو آخرت کی فکر ہے اس لیے وہ حدود سے گزر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں-

(۲۶) شاہ نجدیوں میں وجد کی کمی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شاہ نجدیوں میں اگر کچھ کمی ہے تو اس کی ہے کہ محض نجدی ہیں وجدی نہیں باقی مزارات کے متعلق جو نجدیوں نے مسلک اختیار کیا- اہل بدعت اس میں صاحب قبر کی اہانت کا ایہام سمجھتے ہیں لیکن ان لوگوں کو اس پر بھی تو نظر کرنا چاہئے کہ جو لوگ مزارات کی بدولت روٹیاں کھاتے ہیں اور اس روٹی کی بدولت قسم قسم کے خرافات اور بدعات شرکیات میں مبتلا ہیں اور کبائر تک کا ارتکاب بزرگوں کے مزارات پر کرتے ہیں- فسق و فجور تک سے باز نہیں آتے کیا ان کو اس سے صاحب مزار کی اہانت کا ایہام نہیں ہوتا- نجدی تو اگر ان خرافات سے باز رکھنے کے لئے تدابیر کریں تو مورد الزام اور مجرم بنائے جائیں اور یہ لوگ کفر و شرک و فسق و فجور تک کا ارتکاب کریں پھر بھی اچھے خاصے رہیں- اور نجدیوں کے مسلک پر زیادہ تر اعتراضات ان ہی روٹیاں کھانے والوں کو ہے- لیکن اہل نجد اگر مجھ سے مشورہ لیتے تو میں منکرات کے ازالہ کی پر امن تدبیر ان کو بتلاتا مصلح کو کسی قدر حکیم ہونے کی بھی ضرورت ہے- منکر کا ازالہ اگر کیا جائے اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں- ایک تو یہی صورت ہے کہ ان کو توڑ ڈالے باقی اس کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جیسے حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے آباء اجداد سے تعزیہ بنتا چلا آتا ہے- میں بھی بناتا ہوں لیکن اب آپ کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ شرک و بدعت ہے- دین کا کام نہیں بد دینی کا کام ہے نیکی نہیں بدی ہے ثواب کا کام نہیں گناہ کا کام ہے مگر ایک بنا ہوا تعزیہ میرے گھر رکھا ہے اس کو کیا کروں- حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کرنا کیا توڑ پھوڑ جلا پھونک کر

الگ کر اور کیا کرتا وہ چونکہ ایک زمانہ تک اس کی وقعت اور احترام کرتا رہا تھا اس عنوان کا متحمل نہ ہوا اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے جاکر اس واقعہ کو اسی طرح عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی گھر جاکر اس کے بند کاٹ ڈالو اس نے بخوشی جاکر بند کاٹ ڈالے معنوں میں ایک عنوان جدا جدا لیکن اثر میں زمین آسمان کا فرق۔ دوسرا واقعہ۔ حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کاغذی تصویر میرے پاس ہے میں اس کو کیا کروں۔ فرمایا کہ توڑ پھوڑ الگ کرو اور کیا کرتے وہ شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور یہی عرض کیا سن کر فرمایا کہ وہ تصویر جاندار ہے یا بے جان۔ عرض کیا کہ بے جان۔ فرمایا کہ صاحب تصویر بے جان ہو گئے تھے اور وفات پا گئے تھے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا تھا۔ عرض کیا غسل و کفن دے کر دفن کر دیا تھا۔ فرمایا کہ تم بھی یہی معاملہ کرو۔ مشک اور عنبر کے پانی سے غسل دو قیمتی کپڑے کا کفن دو اور ایسے مقام پر دفن کر دو جہاں کسی کا پاؤں نہ پڑے اس شخص نے بخوشی اس تدبیر کو قبول کر کے عمل کر لیا۔ حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرح تعلیم میں ایسے لطائف کی رعایت نہ فرماتے تھے اس لئے لوگ حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم کے متحمل نہ ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم رعایت مذاق عوام کے ساتھ ہوتی تھی اس کے لوگ متحمل ہوئے۔ اور میں ان دونوں تعلیموں کے تفاوت کو اس طرح بیان کیا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم کا نفع عام تھا تام نہ تھا اور حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم کا نفع تام تھا عام نہ تھا۔ یہی بات یاد رکھنے کی ہے کہ مصلح کے ذمہ تعلیم کے لئے ایسی غیر موحش تدابیر کا تجویز کرنا لازم نہیں اگر ایسا ہو تو یہ اس کا تبرع اور احسان ہے ورنہ اصل تعلیم حق وہی ہے جو حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک اور طرز ہے۔

(۲۷) فن تربیت ایک نازک فن ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ فن تربیت نہایت ہی نازک فن ہے۔ مشائخ نے عجیب عجیب طرح پر اصلاح کی ہے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت کوئی کہتا ہے کہ آٹھ تراویح ہیں کوئی بارہ بتلاتا ہے کوئی بیس۔ اس میں کیا ہونا چاہئے۔ سائل عامی شخص

تھا فرمایا کہ میاں اگر کسی زمیندار سے مال گزاری کا مطالبہ کیا جاوے اور اس کو تحصیل میں بلایا جاوے مگر مال گزاری کی مقدار اس کو معلوم نہ ہو ایک شخص کہے کہ آٹھ روپیہ مال گزاری کے لئے جائیں گے دوسرا کہے کہ بارہ روپیہ لئے جائیں گے۔ تیسرا کہے کہ بیس روپیہ لئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ اس کو کتنے روپیہ لے کر تحصیل میں جانا چاہئے۔ اس نے کہا کہ عقل کی بات ہے کہ بیس روپیہ لے کر جائیں تاکہ جتنے روپیہ کی مانگ ہو دے کر چلے آئیں کوئی گڑ بڑ ہی نہ ہو۔ اگر آٹھ لے گئے اور مانگ ہوئی بارہ کی یا بارہ لے گئے اور مانگ ہوئی بیس کی تو پریشانی ہوگی۔ فرمایا بس تم بیس ہی پڑھو جتنے کا مطالبہ ہو پیش کر دینا بس وہ شخص سمجھ گیا دیکھئے اس کی فہم کے موافق کیسے سہل عنوان سے سمجھا دیا۔ ایک عالم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی کون حق پر تھا ان عالم نے دریافت فرمایا کہ وہ حافظ صاحب کیا کام کرتے ہیں عرض کیا کہ جوتے بیچتے ہیں۔ پوچھا تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا کہ کپڑے رنگا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ تم جا کر کپڑے رنگو اور حافظ صاحب سے کہو کہ جوتے بیچیں۔ علی جانیں معاویہ جانیں (رضی اللہ عنہما) قیامت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ فیصلے کے لئے تمہارے پاس نہ آئے گا اور اگر آیا تو میں خدا تعالیٰ سے عرض کر کے تمہارے اجلاس سے اٹھوا دوں گا۔ یہ ہے طریق اصلاح کا۔ لوگ عبث اور فضول کام میں مبتلا ہیں عمریں گزر گئیں ختم ہو گئیں مقصود اور غیر مقصود ہی کا پتہ نہ چلا۔ ایک سب انسپکٹر نے میرے پاس سوال لکھ کر بھیجا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے۔ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے۔ ایک شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ سوال عن الحکمۃ میں کیا حکمت ہے۔ تم خدا تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہم سے پوچھتے ہو ہم خود تمہارے ہی فعل کی

(۲۸) صوفیاء کا انداز تبلیغ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ صوفیا پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بالمعروف نہیں کرتے۔ یہ بے شک قولاً زیادہ نہیں کرتے مگر عملاً کرتے ہیں۔ قنوج کے سفر میں ایک صاحب وہاں کے رئیس ریل کے سفر میں میرے ساتھ تھے۔ کھانا ساتھ تھا۔ جب کھانے بیٹھے تو ایک بوٹی ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر تختہ پر گر گئی۔ ان صاحب نے جوتے سے اس کو اور

زیادہ تخت کے نیچے سرکا دیا مجھ کو ناگوار ہوا کہ خدا کی نعمت کی یہ بے قدری کی۔ میں نے ایک رفیق سفر سے کہا کہ اس کو اٹھا کر اور دھو کر مجھ کو دے دو کہ کھالوں۔ ایک اور صاحب نے کہا کہ اگر میں کھالوں میں نے کہا کیا حرج ہے۔ انہوں نے اس رفیق کے ہاتھ سے لے کر کھالی۔ اس پر ان رئیس صاحب نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ آج تو مجھ کو ذبح ہی کر ڈالا تمام عمر کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا تو یہ لوگ عملاً" تبلیغ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں کالپی سے ریل میں سوار ہوا۔ ایک صاحب سرکاری عہدہ دار پہلے سے سوار تھے جو نماز کے پابند نہ تھے وہ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ اس میں مغرب کا وقت ہو گیا۔ نماز کی تیاری ہوئی۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب نے ان صاحب کے متعلق مجھ سے کہا کہ ان کو بھی نماز کے لئے کہا جاوے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو تو غیرت آتی ہے کہ جنت میں تو جاویں' یہ اور خوشامد کرے اشرف علی۔ غرض وہ صاحب بیٹھے رہے ہم لوگوں نے نماز پڑھی اب بعد نماز ان کو خیال تھا کہ اب یہ لوگ چونکہ میں نے نماز نہیں پڑھی اس لطف سے گفتگو نہ کریں گے مگر میں پھر ان ہی کے پاس بیٹھ گیا اور اسی لطف سے گفتگو شروع کر دی۔ مجھ سے تو نہیں اور کسی سے کہا کہ آج سے ساری عمر کے لئے پکا نمازی ہو گیا۔ اگر مجھ کو نماز کے لئے کہا جاتا تو مغرب کی نماز تو پڑھ لیتا مگر ساری عمر بے نمازی رہتا مگر اس نہ کہنے نے گو مغرب کی نماز تو نہیں پڑھی مگر ساری عمر کے لئے نمازی بنا دیا۔ شریف طبیعتوں پر ایسے برتاؤں سے اثر ہوتا ہے۔ البتہ اگر اس نیت سے سکوت کرے کہ کہہ کر کون برا بناوے یہ تو برا ہے لیکن اگر قرآن دیکھ کر یہ نیت ہو کہ کہنے سے نہ کہنے کا زیادہ اثر ہوگا تو یہ اچھا ہے۔ شریف طبیعتوں پر لطف کا اثر ہوتا ہی ہے تو ان کا امر بالمعروف نہی عن المنکر عملاً" ہوتا ہے قولاً" کم ہوتا ہے۔ یہ لوگ حکیم ہوتے ہیں نبض کو پہچانتے ہیں۔ ہر شخص کی استعداد کے مناسب معاملہ کرتے ہیں۔

(۴۹) امراض روحانی کا محض جاننا کافی نہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل ایک بڑی غلطی بعض مشائخ کے یہاں یہ ہے کہ امراض کا علاج جانتے ہیں اور محض جاننے کو کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بدون عمل کئے ہوئے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ میں ایک پیسہ کا گھی مہینے بھر میں کھاتا ہوں۔ صورت اس کی یہ کرتا تھا کہ گھی سامنے رکھ

لیا اور روٹی لے کر بیٹھتا اور کہتا جاتا کہ تجھ کو کھاؤں مگر نہ کھاتا نہ پیتا جب مہینہ ختم ہوا اس روز کھالیا۔

ایک ایسے ہی منتظم ان سے اور ملے اور کہا کہ تو بڑا فضول خرچ معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ میں ایک پیسہ کا گھی کھا جاتا ہے۔ ہم تو یہ کرتے ہیں کہ جس مکان میں سے ہنڈیا بھننے کی خوشبو آتی ہے اس مکان کی دیوار کے نیچے روٹی لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ناک سے خوشبو سونگتے رہتے ہیں اور روٹی کھا لیتے ہیں پس بعض لوگ یہی برتاؤ طریق کے ساتھ.... کرتے ہیں کہ جس طرح وہ اشخاص گھی کھانا جانتے تھے مگر کھاتے نہ تھے اسی طرح یہ علاج جانتے ہیں مگر کرتے نہیں اس میں خوش ہیں کہ جب چاہیں گے کرلیں گے تو اس سے کیا نفع بڑی چیز عمل ہے اور علم اس کا مقدمہ تو علم پر ناز کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ مخصوص علوم مکاشفہ تو مقدمہ کے درجے سے بھی متاخر ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ تمام معارف اور علوم اور تحقیقات بے کار ثابت ہوئیں صرف تہجد کی مختصر نفلیں کام آئیں۔ دیکھئے عمل ہی کام آیا۔ گویہ علوم بھی غیر مفید نہیں۔ علوم معاملہ میں احیاناً ان سے بصیرت بڑھ جاتی ہے جو کہ مقدمہ ہیں عمل کا مگر پھر ہیں غیر مقصود اور کام کی چیز اور مقصود کام میں لگا رہنا ہے جو کرلے گا وہ کارآمد ہے اور باقی زبانی جمع خرچ اور محض تحقیقات بلا علم کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص دارالضرب میں نوکر ہو اور تمام دن روپیہ اور نوٹ بناتا اور چھاپتا ہو مگر شام کو تلاشی لے کر باہر نکال دیا جاتا ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ ملتا کیا ہے جو تنخواہ ہے بس وہ کارآمد ہے اور سب بے کار۔ مطلق جاننے اور عمل نہ کرنے کی ایک دوسری مثال ذہن میں آئی وہ یہ ہے کہ جیسے قیصر جانتا ہے کہ جارج پنجم بادشاہ ہے مگر مانتا نہیں اس سے باغی ہے یا جارج پنجم جانتا ہے کہ قیصر بادشاہ ہے مگر مانتا نہیں اس سے باغی ہے تو نرے جاننے سے کیا مل سکتا ہے ماننے سے کام چلتا ہے ایسے ہی یہاں محض جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک کہ کام میں نہ لگے۔ ایک تیسری مثال ذہن میں آئی ایک شخص تمام میووں اور مٹھائیوں کی حقیقت بیان کرے اور کھانے کو ایک بھی نہ ملے تو محض بے کار اور اگر نام ایک چیز کا بھی نہ معلوم ہو نہ صورت دیکھی ہو اندھیرے میں ایک رقاب بھر کر کوئی اس کے سامنے رکھ دے اور یہ کھائے تو سب کچھ ہے۔

(۳۰) عورت کے خط پر شوہر کے دستخط ہونے میں مصلحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اصلاح کے ماتحت اگر کوئی عورت خط بھیجنا چاہے تو اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجے اس میں بڑی حکمتیں اور بہت سے فتن کا سد باب ہے یہ ہیں وہ باتیں جن کی بدولت میں بدنام ہوں۔ بعض بیبیوں نے لکھا کہ خاوند پردیس میں ہے میں نے لکھا کہ پردیس میں اس مضمون کو بھیج کر اس کے دستخط کرا کر منگا لو پھر میرے پاس بھیجو بہر حال بدون خاوند کے دستخط کرائے ہوئے میرے پاس خط نہ بھیجا جائے۔

(۳۱) اللہ تعالیٰ کا فضل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے دنیا پر دین کو ترجیح دینے کی توفیق نصیب فرمائی ہے میں دونوں نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں ترجیح دین کا بھی اور اس کا بھی کہ بقدر ضرورت بلکہ ضرورت سے زیادہ سامان زندگی نصیب فرمایا جو کہ بڑی نعمت اور رحمت ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں

چوں ترا نانے و خر قانے بود ہر بن موئے تو سلطانے بود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اصبح امنافی سربہ معافی فی جسد عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا یعنی جس کے پاس ایک دن کا گھر میں کھانے کو ہو اور تندرست ہو اور کسی دشمن کا خوف نہ ہو تو گویا اس کو ساری دنیا مل گئی اس حسی رزق کا بھی معاملہ بڑا نازک ہے جس کو جس قدر حق تعالیٰ عطاء فرمائیں اس کو قدر کرنا چاہئے ہرگز ہرگز کفران نعمت نہ کرنا چاہئے اس کے فقدان یا نقصان پر صبر کرنا ہر شخص کا کام نہیں ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے باقی خواص کا دوسرا معاملہ ہے جیسے ایک حکایت سنی ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں ایک مسافر شخص کئی روز سے ٹھہرے ہوئے تھے کئی وقت کا فاقہ ہو گیا ایک شخص مرغ کے پلاؤ کی رقاب بھری ہوئی لایا اور دے کر چل دیا۔ انہوں نے خوب بیٹ بھر کر کھایا اب جو پلاؤ بچا تو بڑی گڑ بڑ اور کشمکش میں پڑے کہ پھر کے لئے رکھ لوں کیونکہ شاید پھر قریب وقت میں نہ ملے یا کسی کو دے دوں اور آئندہ کے لئے توکل رکھوں۔ آخر میں ترجیح دینے ہی کو ہوئی تو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچ کر کسی حاجتمند کے منتظر

رہے ایک نظر آیا اس کو وے دیا دینے کے بعد ہی ایک طرف سے ایک مجذوب نکلے جو یا آواز بلند کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ خوب سمجھا بے سالے خوب سمجھا اگر نہ دیتا تو یہ طے ہو گیا تھا کہ سالے کو ایک دانہ مت دو مگر جان بچ گیا۔

(۴۲) حضرت حکیم الامت کا بکھیڑوں سے گھبرانے کا اصل سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ جو میری طبیعت کا رنگ ہے کہ بکھیڑوں سے گھبراتی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ میں ایک مجذوب کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں جن کا نام حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ اس لڑکی یعنی میری والدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تو فرمایا کہ عمر اور علی کی کھینچا تانی میں ٹوٹ جاتی ہے اب جو اولاد ہو علی کے سپرد کر دینا اس کو کوئی نہیں سمجھا میری والدہ جن کی نسبت سنا ہے کہ صاحب ذوق تھیں سمجھ گئیں اور کہنے لگیں کہ باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی اور نام بچوں کے والد کے نام پر رکھے جاتے ہیں اب جو اولاد ہو ماں کے خاندان پر نام رکھو یعنی اس میں لفظ علی ہو خوش ہوئے اور فرمایا یہ لڑکی بڑی ذہین ہے یہی مطلب ہے۔ نانی صاحبہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ہی نام رکھ دیجئے فرمایا دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا اور ایک کا نام اکبر علی خاں۔ عرض کیا گیا کہ کیا پٹھان ہیں۔ فرمایا ہاں ہاں ایک کا اشرف علی اور ایک کا اکبر علی رکھنا۔ ایک ہمارا ہو گا وہ حافظ اور مولوی ہو گا اور ایک دنیا دار ہو گا۔ پھر ہم دونوں بھائی پیدا ہوئے۔

(۴۳) بہائم صاحب کشف ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیدر آبادی ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بہائم صاحب کشف ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ مردے کے اصوات جن و انسان نہیں سنتے اور جانور سنتے ہیں۔

(۴۴) صاحب خدمت بزرگوں کی مثال

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو بزرگ صاحب خدمت ہیں تعلق تکوینیات اور استغناء میں ان کی ایسی شان ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام اس لئے ان کا پتہ لگنا بھی مشکل ہے وہ مثل سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے مخفی ہیں اس لئے ان کی تلاش بھی بے کار ہے نیز

چونکہ وہ تصرفات تکوینیہ میں مامور اور مضطر ہیں اس لئے اگر ان کو راضی رکھو تب کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر کوئی ناراض رکھے تو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے وہ جو کرتے ہیں حکم سے کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے حضرت شاہ صاحب سے شکایت کی کہ حضرت آج کل دہلی کے اندر منتظم حکام میں بڑی سستی چھائی ہوئی ہے۔ ہر کام میں اندھیر ہے۔ فرمایا میاں آج کل یہاں کے صاحب خدمت ڈھیلے (بیائے اول معروف) ہیں۔ مزاحاً" فرمایا کہ انتظام کے لئے ضرورت ہے ڈھیلے (بیائے اول مجہول) ہونے کی۔ عرض کیا گیا کہ کون صاحب ہیں فرمایا کہ بازار میں فلاں سمت میں جو کنجڑے خربوزے بیچ رہے ہیں وہ ہیں عرض کیا گیا کہ ملاقات کر آؤں فرمایا کہ آؤ یہ شخص ان کے پاس پہنچا جاکر سلام مسنون عرض کر کے کہا کہ مجھ کو کچھ خربوزوں کی ضرورت ہے کہا کہ لے لو۔ اس نے کہا کہ پہلے دیکھ لوں کہ پھیکے تو نہیں۔ کہا کہ دیکھ لو۔ اس شخص نے تمام خربوزے ٹوکرے کے کلٹ ڈالے اور اخیر میں کہہ دیا کہ اچھے نہیں میں نہیں لیتا کہا بہتر۔ یہ چلا آیا آکر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ فرمایا دیکھ لو یہ ایسے ہیں۔ ان ہی کا اثر ظاہری حکام پر ہے تقریباً" ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ دفعتہ" تمام کاروبار میں ترقی لوگوں میں تیزی اور چستی پیدا ہو گئی اسی شخص نے پھر دوبارہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جاکر عرض کیا کہ آج کل تو دہلی کے اندر کاروبار میں بڑی رونق ہے۔ لوگوں میں خوب چستی طراری پیدا ہو گئی فرمایا کہ اب صاحب خدمت بھی ایسے ہی تیز اور طرار ہیں۔ عرض کیا کہ وہ کون ہیں فرمایا کہ فتح پوری کے بازار میں ایک سقے ایک چھدام میں ایک کٹورہ پانی پلاتے پھرتے ہیں صاحب خدمت وہ ہیں جو دو کٹوروں کی جھنکار لگا رہے ہونگے۔ کہ ملاقات کر آؤں فرمایا کر آؤ۔ یہ شخص فتحپوری کی بازار میں پہنچا دیکھا کہ ایک صاحب مشک کاندھے پر لگائے اور کٹوروں کی جھنکار کے ساتھ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ایک چھدام میں ایک کٹورا پانی۔ اس شخص نے ایک چھدام دی اور ایک کٹورا پانی مانگا انہوں نے دے دیا اس نے یہ کہہ کر گرا دیا کہ اس میں تنکا ہے اور دوبارہ مانگا انہوں نے دریافت کیا کہ چھدام ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اور تو میرے پاس چھدام نہیں۔ اس کہنے کے ساتھ ہی ایک چپت رسید کیا اور کہا کہ جب چھدام نہ تھی تو دوسرا کٹورا کیسے مانگا کیا خربوزے والا سمجھا ہو گا۔ یہ شخص بھاگا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ

عرض کیا کہ حضرت وہ تو بڑے ہی تیز ہیں۔ فرمایا کہ تم ہی دیکھ لو۔ ایک اور واقعہ ہے۔ ایک شخص حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممدوح کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں صاحب خدمت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا ایک کوری ٹھیکری لاؤ وہ شخص کوری ٹھیکری لایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کچھ لکیریں سی بنا کر فرمایا کہ فلاں مقام پر سرکاری فوج پڑی ہے۔ وہاں کچھ فاصلہ سے ایک شخص جوتے گانٹھتے ملیں گے ان کو یہ ٹھیکری دے دینا وہ شخص ٹھیکری لے کر پہنچا دیکھا کہ ایک شخص بیٹھے ہوئے جوتے گانٹھ رہے ہیں بظاہر صورت بھی چماروں جیسی بنا رکھی تھی اس شخص نے جا کر ٹھیکری دی انہوں نے لے کر جوتے گانٹھنے کا جو ساز و سامان پھیلا پڑا تھا اس کو ایک جگہ جمع کیا اس طرف فوراً" فوجی افسر نے بگل دیا کہ کوچ ہے سب سامان جمع کر لو پھر انہوں نے اس سامان کو اپنی جھولی میں بھرا۔ دوسرا بگل ہوا کہ سب خیمے ڈیرے اکھاڑ ڈالو فوج نے ایک دم خیمے ڈیرے اکھاڑ ڈالے...... وہ جھولی گلے میں ڈال کر کھڑے ہوئے ایک دم بگل ہوا کہ کوچ کے لئے تیار رہو۔ اس کے بعد یہ بیٹھ گئے تو بگل ہوا کہ سب سامان اتار ڈالو پھر جھولی میں سے سامان نکالا سب خیمے گاڑ دینے کا بگل ہوا پھر اس سامان کو پھیلایا تو سب فوج نے بھی بگل پر سب سامان پھیلا دیا۔ اسی طرح دو تین مرتبہ ہوا فوجی لوگوں نے باہم کہا کہ افسر کا دماغ خراب ہو گیا ہے اس کی ڈاکٹری کراؤ۔ یہ شخص یہ تماشہ دیکھ کر چلا آیا اور آکر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سب قصہ بیان کیا فرمایا کہ اہل خدمت ایسے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کانپور و نواح کانپور میں نمازیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ کوئی حد باقی نہیں رہی کسی سے معلوم ہوا تھا کہ اس وقت جو وہاں پر قطب تھے وہ نمازی تھے یہ حالت تھی کہ جس نے ساری عمر نماز نہ پڑھی تھی وہ بھی نماز پڑھنے لگا تھا۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ہر ہر گاؤں میں ایک قطب ہوتا ہے مگر اکثر مجذوب ہوتا ہے اور کارخانہ تکوینیہ اکثر مجذوبین کے ہاتھ میں ہوتا ہے کبھی کبھی سالک بھی ہوتا ہے۔

(۳۵) حکایت حضرت مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور نہایت مفید ہے۔ مولانا فیض الحسن صاحب ادیب تھے اور ذہین بڑے تھے۔ لاہور کے زمانہ قیام میں ایک دکاندار سے خربوزے خرید کر گھر لائے اب جس کو چیرتے ہیں وہی پھیکا۔ سب پھیکے نکل

گئے۔ واپس دکاندار کے پاس لائے کہ بھائی یہ سب پھیکے نکل گئے واپس کرلو۔ دکاندار نے کہا کہ اب کٹنے کے بعد میرے کس کام کے ہیں۔ کہا کہ اچھا بھائی اور کہہ کر اس کی دکان کے برابر چادر بچھائی اور اس پر وہ خربوزے رکھ کر بیٹھ گئے اب جو خریدار اس کی دکان پر آتا ہے مولانا کہتے ہیں کہ بھائی پہلے نمونہ دیکھ لو تب خریدنا۔ اب بکری ہی بند ہوگئی اب دکان دار گھبرایا کہ یہ کیا بلا سر پڑی کہا کہ مولوی صاحب اپنے چار آنہ لو اور میرا پیچھا چھوڑو اپنے چار آنہ لے کر اور اس کے خربوزے دے کر اپنے گھر چلے آئے۔ عجیب حکایت ہے خوب سوجھی ان کو قاعدہ سے خیار عیب کا حق حاصل تھا اپنے حق سے منتفع ہوئے۔

(۴۶) حضرات اکابر کی عجیب مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات تک چڑھے نہ تھے ہنستے بولتے رہتے تھے۔ مگر دل میں ایک آگ لگی ہوئی رہتی تھی۔ بس یہ حالت تھی۔

توا ہے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لبہاؤ آتش پارہ دردلہا

میں نے اس کی ایک مثال تجویز کی ہے جیسے توا ہنستا ہے مگر کوئی ہاتھ لگا کر دیکھے کہ کیسے ہنستا ہے پتہ چل جائے گا کہ جگر میں کیا بھرا ہے۔

(۴۷) اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر۔ مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور پہلے تو اکثر بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اس لئے فساد عقائد سے گزر کر فساد اعمال فساد اخلاق ان میں نہ ہوتا تھا اور اب تو اکثر شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں۔ میں ایک مرتبہ ریاست رامپور ایک مدرسہ کے جلسے میں گیا ہوا تھا ایک مجلس میں ایک مولوی صاحب جو ذاکر شاغل تھے وحدۃ الوجود کا بیان بڑے زور شور سے کر رہے تھے۔ اثناء بیان میں میں پہنچ گیا مجھ پر نظر پڑتے ہی ایک دم اس بیان کو قطع کر دیا اس کے بعد ایک حرف اس کے متعلق نہیں کہا

بہت ہی محبت فرماتے تھے غلطی میں ابتلا تھا قصد نہ تھا اور یہ سب ذکر اللہ اور خلوص کا اثر تھا جس کی اب کمی ہے۔

(۳۸) تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہماری جماعت سے جو بعض جماعتوں کو حسد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں تو رات دن معتقد بنانے کی کوشش ہے اس لئے کہ جاہ پسند ہیں اور ہمارے حضرات کسی کو منہ بھی نہیں لگاتے بلکہ اور اس کی الٹی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی معتقد نہ رہے یا معتقد نہ ہو اور پھر بھی لوگ لپٹتے ہیں بس اس پر حسد ہے کہ کیا بات ہے کہ انہیں کے معتقد بڑھتے رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ سے تعلق بڑھاؤ اور ان خرافات کو چھوڑو۔ دیکھو پھر تمہارے بھی معتقد بڑھ جائیں گے۔

(۳۹) آج کل خشیت تقریباً "مفقود ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء سلف پر خشیت غالب تھی۔ ذرا بھی شبہ ہوتا تھا وہ فتوی نہیں دیتے تھے آج کل خشیت کی کمی ہے کمی کیا بلکہ قریب قریب مفقود کے ہے جیسے چاہے فتوی دلوا لو۔ الا ماشاء اللہ۔

(۴۰) آج کل کا مناظرہ واہیات ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کا مناظرہ ہے ہی واہیات چیز اس میں احتیاط ہو ہی نہیں سکتی گڑبڑ ہی ہو جاتی ہے اسی لئے مجھ کو اس سے سخت نفرت ہے۔ وقت کا خراب ہونا حق بات کو نہ ماننا۔ غرض آج کل کے مناظرہ کا حاصل صرف یہ ہے کہ بیٹی نہ ہو۔ سبکی نہ ہو۔ اڑنگ بڑنگ اصول بے اصول ہانکے چلے جاؤ۔ زیادہ بولنا چپ نہ رہنا بس یہ کمال ہے مناظرہ کا۔

(۴۱) علماء حق سے بد اعتقاد ہونے کی سزا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلوم نہیں کہ اکثر معقولیوں کو یہ کیا خبط ہے کہ جاہل فقیروں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء حق سے بد اعتقاد ہونے کی سزا ہے کہ ان کو جہلاء کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے علماء کو تو کہتے ہیں کہ فلانے کیا جانیں اور

فلانے کیا جانیں مگر معلوم نہیں ان جہلاء فقیروں کے جو معتقد ہو جاتے ہیں وہاں یہ احتمالات کیوں نہیں نکالتے وہاں ان غیر معقولوں کی معقول کہاں چلی جاتی ہے۔

(۴۲) اہل اللہ نہایت رحم دل ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ نہایت رحم دل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کی ایک شخص نے دعوت کردی اور بجائے کیوڑہ کے فیرنی میں کافور ڈال دیا۔ لوگوں نے ناک منہ چڑھایا۔ فرمایا کہ ناگواری کا اظہار نہ کیا جاوے اس کی دل شکنی ہوگی اور خود اسی کو نوش فرمایا۔

(۴۳) آج کل لوگوں کا مزاق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کا مذاق بالکل خراب اور برباد ہو گیا کسی مفید کام کی طرف تو متوجہ ہیں نہیں ویسے ہی شور و غل فتنہ فساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔ نہایت بھدی طبیعتیں ہیں۔ میں نے ایک کتاب لکھی ہے حیوۃ المسلمین اس میں سب کچھ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے مضامین جمع کر دیے اگر ان پر کاربند ہوں اور ان مضامین کی اشاعت کریں اور ان پر عمل کریں تو چند روز میں ان شاء اللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائے۔ اس میں جو مضامین ہیں میں نے بہت سوچ سوچ کر لکھے ہیں اور عام فہم کرنے کے لئے سہل بھی کر دیئے ہیں اس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی دنیا اور دین دونوں کی فلاح اور بہبود ہے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں میں ایسا زہریلا مادہ اثر کئے ہوئے ہے کہ کسی مفید کام کی طرف توجہ رہی ہی نہیں۔ چاہتے ہیں ہر کام جوش کے ماتحت ہو شور و غل ہو۔ فتنہ فساد ہو۔ اس میں جی لگتا ہے۔ اگر واعظین صرف ان ہی مضامین کو جو حیوۃ المسلمین میں جمع کر دیئے ہیں پڑھ کر سنا دیا کریں تو بہت ہی مناسب اور مفید ہو اور واعظین پر سوچنے کا بھی بار نہ پڑے۔ یہ لکھے لکھائے مضامین ہیں اور ان میں سب ضروریات دنیا اور دین کی موجود ہیں۔ مگر مسلمانوں میں حس نہیں رہا۔ بے ہوش ہو رہے ہیں۔ میں نے بہت چاہا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہو جس میں یہ اپنی ضروریات کا مشورہ کر لیا کریں مگر نہیں ہو سکا بے حد افسوس ہے۔ یہ سب اس کا اثر ہے کہ خلوص نہیں اور خلوص نہ ہونے کی وجہ دین کی کمزوری ہے۔ ہر شخص اپنی اغراض میں مبتلا ہے اور یہ کمزوری مسلمانوں کی بڑی زبردست ہے کہ ان کی قوت کے اجتماع کا کوئی مرکز نہیں اور

عادت اللہ... جاری ہے کہ مل کر کام ہوتا ہے' دیکھئے هُوَالَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ میں
وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ بھی بڑھایا گیا ہے ورنہ مومنین کے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی اس میں
حق تعالٰی نے یہ جتلا دیا کہ اتنی بڑی ہستی کی نصرت میں بھی سنۃ اللہ یہی ہے کہ مل کر کام کیا
جاوے۔ غرض ہر حال میں مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے محض زبانی باتوں سے کچھ نہیں
ہوتا۔ مگر آج کل مسلمانوں میں صرف زبانی عمل در آمد ہے کام کی ایک بات بھی نہیں جس کا
بڑا ہی افسوس ہوتا ہے۔ البتہ ایک کام یہ آتا ہے کہ اغیار کی بغلوں میں جا کر گھسنا شروع کردیں
گے کبھی گوروں کی بغل میں کبھی کالوں کی بغل میں اور یہ سب جانتے ہیں کہ گورے سے کالا
خطرناک ہوتا ہے اس کا ڈسا ہوا پانی نہیں مانگتا۔ (یہ لطیفہ ہے سانپ کی دو قسموں کے متعلق)
مسلمانوں کی حالت بالکل اس کی مصداق ہے فر من المطر وقر تحت المیزاب
یعنی بارش سے بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا
کوئی بھی دوست نہیں۔ سب دشمن ہیں مگر یہ سب سے پیوند جوڑتے پھرتے ہیں۔ میں تو
مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر کہا کرتا ہوں کہ اگر ایسوں کے بھروسہ کوئی کام کیا جائے تو نہایت
بے عقلی ہے وقت پر سب الگ ہو جاتے ہیں ساری بلا ایک ہی کے سر پڑ جاتی ہے جس کا نتیجہ
یہ ہوگا کہ دین کے جو اور کام کر رہے ہیں ان سے بھی محرومی ہو جائے گی اس لئے ایسے کام
کرنے کو کہ جس کام میں دوسروں کا تعلق ہو اس میں پڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اور کیا یہ بھی
کوئی کام ہے کہ جیل خانہ چلے گئے۔ دو چار مہینہ رہ آئے آخر اس کا نتیجہ ہی کیا۔ جب چیز پر
قدرت نہیں تو کیوں آدمی اپنے کو پریشانی میں ڈالے۔ ہاں ایک نتیجہ تو جیل خانہ میں جانے سے
ضرور نکل آتا ہے کہ شہرت ہو جاتی ہے فلاں صاحب ایسے ہیں ویسے ہیں مگر یہ کوئی دینی مقصد
نہیں اس کا تعلق صرف جاہ سے ہے جو خود ایک مستقل مرض ہے جو قابل اصلاح ہے۔ ان
اہل جاہ میں خلوص کا نام نہیں۔ بس اس پر مرتے ہیں کہ نام ہو پھر کام کہاں۔ اسی لئے میں تو
مولویوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کو چاہئے کہ ان فضولیات کو چھوڑیں اور ان کاموں میں
لگیں کہ اللہ تعالٰی سے دعاء کریں فتوے دیں۔ تبلیغ کریں۔ پڑھیں پڑھاویں۔ جاہلوں کے
ساتھ ہو کر تضییع اوقات نہ کریں پھر وہ بھی تابع بن کر اگر جاہل ان کو متبوع بناتے تب بھی
چنداں مضائقہ نہ تھا مگر آج کل تو رزولیوشن پاس کرتے ہیں جاہل اور مولوی ان کا اتباع کرتے

ہیں کیا واہیات ہے۔ ایسوں ہی کی بدولت ملک اور مخلوق برباد اور خراب ہوئی۔

(۴۴) حکام سے یکسوئی کا ایک واقعہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حکام سے نہ کبھی ملنا نہ جلنا نہ واسطہ نہ مطلب مگر ہم تو موالاتی اور یہ طائفین ان کے یہاں جا جا کر شب و روز کرسیوں پر ڈٹے رہیں۔ صورت۔ سیرت ان کی سی۔ لباس وضع قطع ان جیسی۔ کیک بسکٹ چھری کانٹا ان جیسا۔ غرض کہ ہر طرح ان پر ان سے خلا ملا اور پھر یہ غیر موالاتی۔ عجیب فیصلہ ہے۔ پھر حکام سے یکسوئی پر ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک انگریز کلکٹر کا میرے پاس خط آیا جس میں تحریکات سے علیحدگی پر شکریہ ادا کیا تھا۔ میں نے لکھ دیا کہ میں آپ کے کسی شکریہ کا مستحق نہیں ہوں اس لئے کہ میں نے جو کچھ اس بات میں لکھا ہے اپنے بھائیوں کی بہبود اور فلاح کے لیے لکھا ہے۔ لیکن اگر اس پر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپ کے اس شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ باوجود آپ کو نفع نہ پہنچانے کے میرا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے مخلوق کو نفع پہنچائے۔ میں نے کسی عہدے کی دعاء نہیں دی بلکہ بندگان خدا کا خادم ہی رکھا۔ بعض انگریزی تعلیم یافتہ روشن دماغ لوگوں نے یہ جواب سنا تو بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا کہ جس شخص کو کبھی ان لوگوں سے خط و کتابت کا اتفاق نہ ہوا ہو اور اس کا پہلا موقع ہو اور اس حالت میں ایسا عجیب جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے ان کا انعام ہے جو انہوں نے مناسب وقت دل میں ڈال دیا۔

(۴۵) انگریزی تعلیم کی نحوست

ایک صاحب کی کسی غلطی پر حضرت والا نے متنبہ فرمایا تھا۔ ان صاحب نے اس کے بعد جو خط بھیجا اس میں اس غلطی کی معذرت نہ تھی اس پر ان کو لکھا گیا کہ تم نے اور نیا مضمون تو لکھ مارا مگر اپنی پہلی غلطی کی معذرت نہ چاہی تم کو معذرت کرنا چاہئے تھا۔ اس پر جو ان صاحب کا جواب آیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ واقعی میری غلطی تھی اور غلطی کی معذرت نہ چاہنے پر نادم ہوں اور خواستگار معافی کا ہوں کیا براہ بندہ نوازی آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اس پر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا یہ معذرت ہے یا مجھ سے استفسار ہے جس سے معذرت کرتے ہیں کیا اس سے یہ پوچھا کرتے ہیں کہ معاف کر دو گے یا نہیں۔ اس پر ان

صاحب کا جو جواب آیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ میں نے تو معافی ہی چاہی تھی مگر اس کو استفسار سمجھا گیا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ میں بے سمجھ ہوں تو تم بے سمجھ سے تعلق مت رکھو چھوڑ دو اس پر حسب ذیل مضمون جواب میں آیا کہ میں اپنی غلطی کو محسوس کر چکا سمجھ چکا۔ میں ہی بے سمجھ ہوں۔ اور یہ سب اس انگریزی تعلیم کم بخت کی نحوست ہے آئندہ کبھی ایسے محاورات استعمال نہ کروں گا للہ حضرت والا معاف فرمائیں۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ تم سمجھ گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا جس سے بے حد مسرت ہوئی اور تمام پچھلی کلفتیں دھل گئیں اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائے۔ اس پر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ کو وہمی اور شکی کہا جاتا ہے اگر ایسا نہ کروں تو اصلاح کیسے ہو ان کے دماغوں سے خناس کیسے نکلے۔ یہ بد دماغ اپنے سامنے سب کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ دیکھو کیسا دماغ درست ہوا ایک شخص کو جہل سے نجات ہوئی کیا یہ بد خلقی ہے۔ سخت گیری ہے یا خوش خلقی اور نرم گیری ہے خود ہی فیصلہ کر لیجئے

(۴۶) اصول کوئی بے کار چیز نہیں

ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام مسنون اور مصافحہ کے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ کے روز قیام رہے گا۔ غرض آنے کی کیا ہے۔ کام کیا کرتے ہو۔ عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں۔ تین روز قیام کروں گا۔ بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تجارت کا کام کرتا ہوں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اتنا لمبا چوڑا تو سفر جس میں وقت اور روپیہ کافی صرف ہوا۔ اور اس کی غرض محض بیعت۔ اور تین دن کا قیام۔ ایسی باتوں سے مجھ کو تنگی ہوتی ہے افسوس اور قلق ہوتا ہے۔ آپ کو ایسی تنگی میں مجھ کو نہ ڈالنا چاہیے تھا پہلے آپ کو خط لکھنا تھا اس سے میرا معمول دریافت کر لیتے کتنی بڑی غلطی کی بات ہے تعلیم یافتہ ہو کر اس قدر فحش غلطی یہ آپ کو کیسے اطمینان ہو گیا کہ جاؤں گا اور بیعت ہو جاؤں گا۔ ہر جگہ کے اصول اور قواعد جدا ہوتے ہیں اور اگر یہ اطمینان ہو گیا تھا تو یہ اطمینان اصول کے موافق ہے یا نہیں۔ آخر اصول کوئی بے کار چیز تو نہیں۔ دیکھئے نماز دین کا کتنا بڑا شعار ہے لیکن اصول اور قواعد سے وہ بھی خالی نہیں۔ دور کیوں جائیے اصول کے خلاف کرنے پر ابھی دیکھ لیجئے کہ کس قدر الجھن اور پریشانی کا سامنا ہو رہا ہے۔ مجھ کو بھی آپ کو بھی یہیں سے اصول کی

ضرورت معلوم ہو رہی ہے۔ اب یہی صورت ممکن ہے کہ وطن واپس پہنچ کر آپ مجھ سے خط وکتابت کریں۔ میں مفید مشورہ دوں گا بشرطیکہ آپ نے سلیقہ اور ڈھنگ سے لکھا ورنہ گنبد کی آواز ہوگی جیسا لکھو گے جواب پاؤ گے۔ میں مجبور نہ ہونگا۔ میں خود بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کا اتباع کریں نہ میں دوسروں کا اتباع اور غلامی کرتا ہوں نہ دوسروں سے اپنی غلامی کراتا ہوں۔ یہاں تک کہ پرانے مقیم لوگوں سے خدمت تک نہیں لیتا ان سے بھی کہہ رکھا ہے کہ جس کام کو یہاں آئے ہو اس میں لگے رہو۔ میری خدمت کر کے میرے پیچھے مت پڑو۔ کام کی بات یہی ہے خدا کی پرستش کرو یہ مخلوق پرستی چھوڑو اپنے کام میں لگو یہی سب کچھ ہے۔

(۴۷) قواعد خانقاہی کے خلاف معاملہ پر ایک صاحب کو تنبیہہ

ایک صاحب نے جو کہ خانقاہ میں مقیم تھے۔ دوسرے صاحب سے کوئی معاملہ لین دین کا کیا جو اصول اور قواعد خانقاہ کے خلاف تھا اور وہ بھی ادھار اس کی اطلاع حضرت والا کو ہوئی تو ان صاحب کو بلا کر ان کی اس حرکت پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بدون میری اطلاع اور میری اجازت کے ایسا کیوں کیا۔ پھر یہ بتلایئے کہ وہ بے چارے جانے والے ہیں۔ انتظار سے ان کی نجات کی کیا صورت ہے۔ عرض کیا کہ میں ابھی انتظام کردوں گا۔ فرمایا جاؤ انتظام کرو۔ اور اس کے بعد مجھ کو اطلاع دو۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ اس قدر اصول اور قواعد اور ضوابط پر بھی یہ حالت ہے گڑبڑ کرتے رہتے ہیں۔ مگر ایسا شاذو نادر ہی ہوتا ہے کسی مجبوری بیماری وغیرہ میں ایسا کرلیتے ہیں ورنہ اکثر تو پابند ہی ہیں۔

۲۹ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(۴۸) استواء علی العرش ایک نازک مسئلہ ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ استواء علی العرش کے متعلق جو لکھا ہے بہت ہی ڈرتے ڈرتے لکھا ہے کہ کہیں حدود سے تجاوز نہ ہو جائے اپنے نزدیک تو بہت ہی احتیاط سے کام لیا ہے۔ بہت ہی نازک بحث ہے اور جن پر خشیت غالب ہے ان کو تو ڈر ہی لگتا ہے۔ اور جو اس سے کورے ہیں ان کے نزدیک تو یہ ایک معمولی چیز ہے اللہ

بجائے جرات سے میرا تو نہ کہنے کے وقت ہاتھ تک کانپ رہا تھا اور قلب کی کیفیت احاطہ بیان سے باہر ہے بڑی نازک بات ہے مگر بضرورت قلم اٹھایا۔

(۴۹) غیر کفو میں نکاح نہ کرنے میں حکمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ایک فتنہ یہ شروع ہوا ہے کہ بعض لوگ بلا دلیل انصار بن رہے ہیں۔ دھن سے کہتے ہیں کہ ہم حسین بن منصور حلاج کی اولاد سے ہیں فرمایا کہ مجھ کو تو خواجہ صاحب کی بات پسند آئی کسی شخص نے ان سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا کہ آپ کون ہیں انہوں نے کہا کچھ تحقیق نہیں مگر قرائن سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی شریف قوم سے۔ ایسی کاوشوں کے متعلق مولانا جامی نے خوب لکھا ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

اور واقعی اس میں رکھا کیا ہے۔ باقی شریعت نے جو غیر کفو میں نکاح کرنے کے متعلق قانون مقرر فرمایا ہے اس میں فخر کی اجازت نہیں دی بلکہ عرفی ذلت سے بچانا مقصود ہے اس لئے فتوے دیا ہے کہ بعض صورتوں میں غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ولی کے لئے یا لڑکی کے لئے۔

(۵۰) بعض اقوام کے بعض خواص فطری ہوتے ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض قوموں کے بعض خواص تقریباً فطری ہوتے ہیں۔ کسی قوم کی اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ چوسانہ کے رئیس محمود خاں کہتے تھے کہ ایک قوم کے ایک چودھری کسی پیر سے مرید تھے اس نے پیر سے کہا تھا کہ پیر جی اپنے صاحبزادے کو منع کر دینا کہ ہماری قوم کے کسی شخص کو مرید نہ کرے انہوں نے وجہ پوچھی کہنے لگا کہ کئی مرتبہ میرے جی میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول کر لے جاؤں۔ مگر پیر سمجھ کر نفس کو دبا رکھا ہے اور آئندہ نسل میں یہ بات نہ رہے گی کہ پیر کی رعایت نفس سے زیادہ کریں۔ تو یہ خواص کثرت عادت سے مثل فطری کے ہو جاتے ہیں۔ ایک سخت مزاج قوم کے ایک بزرگ تھے۔ جنگل میں رہتے تھے ان کے متعلق دو شخصوں میں گفتگو ہوئی ایک نے کہا کہ فلاں قوم کے لوگ کبھی بزرگ نہیں ہو سکتے۔ دوسرے نے کہا کہ کیوں نہیں ہو سکتے دیکھو فلاں بزرگ

ہیں۔ اخیر میں مشورہ ٹھہرا کہ چلو امتحان کریں۔ جنگل میں پہنچے ان بزرگ کے پاس ادھر ادھر کی دو چار باتیں کر کے منکر نے ان بزرگ سے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں۔ جہاں پھاڑ کھانے والے جانور شیر بھیڑیے رہتے ہیں آپ کو تو ڈر معلوم ہوتا ہوگا تو وہ بزرگ جواب میں کہتے ہیں کہ میں شیر بھیڑیوں سے تو کیا ڈرتا۔ میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں ایسے خواص کو دیکھ کر شیخ زادوں کی قوم کے لئے فطرت کی صفت مشہور ہے۔ ایسی باتیں ضرب المثل ہو گئی ہیں۔ ان کے پیچھے پڑنا اور اپنی قوم سے نفی کرنا غیر مفید ہے۔ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ہے کہ باندہ میں مدرس تھے ایک سرحدی طالب علم ان سے پڑھتا تھا ایک روز وہ قاری صاحب کے پاس ایک دری لایا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے واسطے دری لایا ہے۔ قاری صاحب نے یہ سمجھ کر کہ طالب علم ہے غریب پردیسی ہے فرمایا کہ تم طالب علم آدمی ہو اپنے کام میں لاؤ۔ میرے پاس بستره کافی ہے۔ واپس لے گیا۔ دوسرے روز پھر لایا قاری صاحب نے عذر کر دیا واپس لے گیا۔ پھر تیسرے روز لایا قاری صاحب نے اصرار کی وجہ سے اور یہ سمجھ کر کہ اس کی دل آزاری ہوگی قبول فرمالی تو وہ سرحدی طالب علم کہتا ہے کہ شکر ہے آج دو مسلمانوں کی جان بچ گئی ورنہ آج ہم ایک چھرا لایا تھا ایک ہاتھ تمہارے مارتا اور ایک اپنے۔ دونوں ختم ہو جاتے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب کی ایک حکایت ہے کہ ایک سرحدی طالب علم آپ کے پاس پڑھتا تھا مولانا بہت ہی متواضع تھے ایک بار پیاس لگی صراحی قریب رکھی تھی خود پانی لے کر پی لیا۔ اس نے باوجود اس کے کہ شاگرد تھا مولانا کا ہاتھ مروڑ دیا اور کہا کہ ہم سے پانی کیوں نہیں مانگا۔ ہم کس واسطے ہے ہم خدمت کے واسطے ہے۔ بتلائیے جو باتیں طبعی اور فطری ہیں ان کا کیا علاج ہے۔ یعنی قومیں اپنے خواص سن کر خواہ مخواہ چڑتے ہیں اور ان خواص کے نفی کرنے کے لئے جلسے کرنا کمیٹیاں کرنا رزولیوشن پاس کرنا اپنے کو زیادہ ظاہر کرنا ہے۔

۲۹ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(۵۱) اصلاح کے لئے مرید ہونا شرط نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں عرصہ سے اپنی اصلاح کی فکر میں تھا آج اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب تک فلاں شخص سے (اس سے مراد میں ہوں) مرید نہ

ہو گا اصلاح نہ ہوگی اور یہ لکھ کر مجھ پر زور ڈالا۔ میں نے لکھ دیا کہ الہام تو تم کو ہوا اور عمل مجھ پر واجب ہے۔ یہ عجیب ہے۔ پھر الہام بھی ہوا تو مرید ہونے کا جس کا حاصل یہ ہے کہ مرید ہونا اصلاح کے لئے شرط ہے اس لئے یہ الہام ہی غلط ہے۔ کیونکہ غلط چیز کا الہام غلط ہی ہو گا میں ان لوگوں کی نبضیں بحمد اللہ خوب پہچانتا ہوں۔ دوسری جگہ اگر ایسا خط آتا تو نہ معلوم کس قدر مدح سرائی کی جاتی اور ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ یہاں یہ گت بنی کہ اس کے الہام کی بھی قدر نہ کی گئی۔

(۵۲) غیر مقصود کو مقصود سمجھنا حقیقت سے بے خبری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ابتلاء لوگوں کو طریق کی حقیقت سے بے خبری کی بناء پر ہے کہ غیر ضروری کو ضروری اور غیر مقصود کو مقصود سمجھ رکھا ہے۔ میں اس ہی جہل سے نکالنا چاہتا ہوں کہ ہر چیز اپنی حد پر رہے۔ لوگوں کے عقائد درست ہوں۔ اور علماء جس طرح بہت سی چیزوں کو بدعت سمجھ کر مٹانے کی کوشش کرتے ہیں معلوم نہیں۔ بیعت کے متعلق کیوں خاموشی ہے۔ یہاں بھی تو غیر ضروری اور غیر واجب چیز کو لوگ ضروری اور واجب سمجھنے لگے مگر کوئی روک ٹوک نہیں کرتا۔

(۵۳) کفران نعمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ دوسروں کے قصوں جھگڑوں میں لوگ پڑے رہتے ہیں۔ بہت لوگوں کو اللہ نے فراغ دیا۔ تندرستی نصیب کی مگر کوئی قدر نہیں کرتا۔ یہ بھی کفران نعمت ہے۔ اپنی نہ دنیا کی فکر نہ آخرت کی خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کو اگر کوئی بات ہاتھ نہیں آتی تو اخبار ہی کو لے کر بیٹھ جائیں گے آدمی کو اپنی فکر چاہیے کیوں اپنا وقت خراب کرے۔ وقت کا نصیب ہونا بڑی دولت ہے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے۔

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(۵۴) وساوس کا آنا مضر نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دل میں برے برے خیال آتے ہیں کیا کروں

دریافت فرمایا کہ خود لاتے ہو یا وہ خود آتے ہیں۔ عرض کیا خود ہی آتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر اس طرح آویں آنے دو۔ کل کو کہنا کہ سڑک پر بھنگی چمار سب ہی چل رہے ہیں کیا کروں۔ اسی طرح یہ دل بھی سڑک ہے۔ اس پر بھی سب چلتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کو کبھی راستے میں کتے بھی ملتے ہیں۔ عرض کیا کہ جی ہاں ملتے ہیں۔ فرمایا کہ اس پر کبھی شبہ نہ ہوا کہ کیا کروں۔

(۵۵) انگریزی خوانوں کے بے ہودہ مہمل محاورات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان انگریزی خوانوں میں بعضے عجیب بے ہودہ مہمل محاورے چلے ہیں۔ میرے ایک عزیز کے یہاں ایک وکیل صاحب مہمان تھے میری بھی دعوت تھی انہوں نے چنے کی روٹی بھی پکوائی تھی اور مجھ کو گو عادت گیہوں کی کھانے کی ہے مگر اس خیال سے کہ یہ کہیں گے کہ ملانے ایسے مغرور ہیں کہ چنے کی روٹی سے استنکاف ہے۔ میں نے بھی چنے کی روٹی کے کھانے کا ارادہ کیا۔ میزبان بولے کہ وکیل صاحب کو زکام ہے۔ اس لئے ان کے واسطے چنے کی روٹی پکوائی ہے۔ میں نے چھوڑ دی تو وکیل صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں آپ کھا سکتے ہیں۔ یہ محاورہ ملاحظہ ہو ایک صاحب یہاں پر آئے تھے۔ ایک مہمان یہاں سے رخصت ہونے لگے تو وہ صاحب مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا میں بھی اسٹیشن جا سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا نے پیر دیے چلنے کو آنکھیں دیں دیکھنے کو جا کیوں نہیں سکتے چل دو پہنچ جاؤ گے۔ یہ ہے ان لوگوں کی تہذیب اور محاورات جن سے الجھن ہو۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ یہ تہذیب نہیں تعذیب ہے۔

(۵۶) ایک بڑی بی کی کوڑ مغزی

فرمایا کہ ایک بی بی ہاپوڑ سے آئیں ہیں۔ پہلے تو مجھ کو خط لکھا۔ میں نے کچھ ضروری ضروری باتیں معلوم کیں۔ جن کے فیصلہ پر آنے کی اجازت دینا موقوف تھا۔ ان کا تو جواب نہیں دیا خود اپنے جوان لڑکے کو ساتھ لے کر آدھمکیں۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ تم بے اصول آئیں اس لئے قیام کی اجازت نہیں۔ عجیب کوڑ مغزی اور بد فہمی کا زمانہ ہے۔ مرد ہوں یا عورت سب ہی اس کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ ہر شخص کو چاہیے کہ انجام کو سوچ کر کام کرے۔

(۵۷) ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر تنبیہ

ایک نووارد صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ مجھے بد نام کرتے ہیں اور خود اچھے خاصے رہتے ہیں۔ مالک کا ٹیکا میرے ماتھے لگتا ہے۔ مجھ کو اس کا خاص رنج ہے کہ ایک شخص سفر کر کے سفر کی پریشانی صعوبت اٹھا کر آتا ہے مگر اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے اس آنے والے کی نہ مزاج پرسی کی جا سکتی ہے نہ دل جوئی۔ اس سے مجھ کو کس قدر شرمندگی ہوتی ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں کیونکہ اگر خاموش رہوں تو اصلاح نہ ہو جہل میں ابتلاء رہے اس لئے بولنا پڑتا ہے مگر اس سے بد نامی اور شرمندگی بھی ہوتی ہے۔ افسوس معاشرت تو بالکل ہی خراب اور برباد ہو گئی اصول تو رہے ہی نہیں جو جی میں آیا وہ کر لیا آدمی کو اللہ نے فہم دیا عقل دی اس سے کام لینا چاہیے۔

(۵۸) حدود و انتظام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج جو ہاپوڑ سے ایک بی بی اپنے جوان لڑکے کو ساتھ لے کر آئیں ہیں معلوم ہوا کہ آنے کی غرض بیعت ہے۔ اب بتلائیے کیسے نہ بولوں بیعت تو اختلافی مستحب ہے اس کی وجہ سے فرض واجب کو گڑبڑ میں ڈالنا خصوصاً" عورتوں کو کس قدر بے جا بات ہے چنانچہ نماز ہے۔ پردہ ہے۔ یہ فرض ہیں ان کو گڑبڑ میں ڈالنا کہاں تک مناسب ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو عورت کے لئے جو ایک مرتبہ حج کر چکی تھی دوبارہ حج میں جانے کو بھی مناسب نہیں فرماتے تھے یہ حدود ہیں انتظام ہے بس اہل ظاہر بے ذوق لوگ ایسی باتیں سن کر گھبراتے ہیں۔

(۵۹) آنے والوں کے ساتھ رعایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ گھر کی بعض باتیں مجلس میں بیان کر دیتا ہوں مگر کون سی باتیں صرف وہ جن سے کوئی نفع دینی ہو باقی خانگی اسرار پر تھوڑا ہی مطلع کیا جاتا ہے کہ محض فضول ہے ان مفید حالات کا نمونہ بتلاتا ہوں۔ ہمارے گھر ایک عورت مرید ہونے آئی۔ اپنی ساتھن سے کہا کہ ہم تو سمجھتی تھیں کہ درویش ہیں ان کے یہاں تو پاندان بھی ہے مطلب یہ کہ پاندان منافی درویشی ہے۔ ہاں گھر نہ ہو بیوی نہ ہو بچے نہ ہوں تب درویشی کی رجسٹری ہوتی ہے۔ جب میں گھر پہنچا یہ قصہ معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ ان کو ہم سے مناسبت نہیں۔ ان کو کہیں اور جا کر اصلاح کا تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ اصلاح فرض ہے مگر یہ کہ وہ خاص یہاں ہی ہو

یہ فرض نہیں۔ رہا درویش ہونا نہ ہونا سو ہم تو طالب علم ہیں اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تب تو ہم درویش ہیں اور اگر اس کے علاوہ اور کسی چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں۔ تمام دنیا درویشوں سے بھری پڑی ہے وہاں جائیں اور ایک یہ بات بتلاؤ کہ تم اپنی اصلاح کے لئے آئی ہو یا ہماری اصلاح کے لئے۔ کیا سی۔ آئی۔ ڈی۔ کا کام بھی تمہارے سپرد ہے کہ چیزوں کا زائچہ لیتی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب غیر اللہ میں مشغول ہے سو اس کی اصلاح سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس پر بڑی معذرت کی معافی چاہی۔ میں نے کہا کہ معافی سے کیا انکار ہے مگر اس طرح اصلاح نہیں ہوا کرتی کہ وہ ہمارے عیب نکالیں ہم ان کے عیب نکالیں یہ تو وہی مثال ہو جاوے گی۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔ میں یہ کہہ کر چلا آیا۔ اب پھر مجھ کو بلا کر بھیجا ہے۔ میں نے چلتے وقت گھر میں کہہ دیا تھا کہ اب تم ان کو کچھ مت کہنا۔ بحمد اللہ میں تو عین مواخذہ کے وقت اور عین غصہ کی حالت میں بھی حدود کی رعایت رکھتا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں مصالح پر نظر کر کے قصد سے کہتا ہوں کوئی اضطراری کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اختیاری کیفیت ہوتی ہے۔ آنے والے کی مصلحت پیش نظر رہتی ہے اب بلایا ہے اگر پچاس مرتبہ بھی بلاویں جانے کو تیار ہوں آخر مہمان ہیں مہمان کا حق ہے پھر اللہ کا نام معلوم کرنے کے لئے ان کا راستہ پوچھنے آئی ہیں۔ مگر کیا کروں کام تو کام ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے اس لئے غلطی پر متنبہ کرنا پڑتا ہے سو یہیں سے اصلاح شروع ہو گئی مگر ان مصالح کو تو کوئی دیکھتا نہیں۔ اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ ایک اور قصہ ہے۔ ایک عورت مکان پر آکر ٹھہریں۔ چونکہ بڑے گھر میں سے اہل حاجت اقارب و اجانب کی خدمت کرنے میں بہت زیادہ خرچ کرتی ہیں حتی کہ حدود سے بھی آگے بڑھ جاتی ہیں اور اسی کی بدولت اکثر زیور بکتا بنتا رہتا ہے۔ قرض دار ہو جاتی ہیں۔ غرض اسی سلسلہ میں وہ زیور بیچ رہی تھیں ان مہمان بی بی نے پانچ روپیہ دوسرے خریدار سے زائد لگائے لالچ میں آکر ان کو دے دیا۔ مجھ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ میں نے واپس کرایا کہ انہوں نے لحاظ کی وجہ سے قیمت زائد لگائی ہے۔ لہٰذا خریدار کی رضامندی سے زیور واپس لو اور اس کا روپیہ اس کو دو۔ سو میں تو یہاں تک رعایتیں کرتا ہوں اس پر اگر آنے والے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں تو ناگواری ضرور ہو گی۔

(۶۰) حضرت حکیم الامت کے ہاں صرف تعلیم انسانیت دی جاتی تھی

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم بد فہم معلوم ہوتے ہو تم کو مجھ سے مناسبت نہیں۔ میں تمہاری خدمت سے معذور ہوں۔ تمہاری اصلاح یہاں نہیں ہو سکتی کہیں اور جا کر اصلاح کا تعلق پیدا کرو اگر کسی مصلح کا نام مجھ سے دریافت کرو گے میں بتلا دوں گا نہ پوچھو تو اپنا کام کرو۔ یہاں سے رخصت کون بیٹھا ہوا ان بد فہموں کی چاپلوسیاں کیا کرے یہاں بحمد اللہ یہ جھگڑا ہی نہیں کہ لوگوں کو گھیرا جاوے۔ البتہ خدمت کو تیار ہوں ادھی رات کو بھی عذر نہیں۔ خادم ہوں بشرط یہ کہ سلیقہ اور ڈھنگ سے خدمت لی جائے اور ویسے بھی طریقہ اور بے اصولی سے اگر کوئی خدمت لینا چاہے تو میں کسی کا نوکر نہیں غلام نہیں۔ بعضے اس طرح آتے ہیں جیسے کوئی نواب کے بچے ہوتے ہیں۔ بات پوچھی جاتی ہے جواب ہی ندارو چپ شاہ کا روزہ رکھ کر آتے ہیں اور بولے بھی تو منھ کے اندر ہی اندر دوسرا کوئی سن ہی نہ سکے یہ آج کل تہذیب میں داخل ہے کہ اول تو بولو مت اور اگر بولو تو اس طرح کے دوسرا نہ سنے سو ایسے بد فہموں کا یہاں کوئی کام نہیں چلتے بنو۔ عرض کیا کہ قصور ہوا۔ آئندہ کبھی ایسی جرأت نہ کروں گا۔ فرمایا کہ اب کہاں سے زبان لگ گئی۔ پٹاپٹ بولنا شروع کر دیا۔ اب کہاں سے گھڑی میں کوک بھر گئی۔ میں تمہاری نبضیں خوب پہچانتا ہوں۔ معترض ان واقعات کی ترتیب کو نہیں دیکھتے۔ یہاں پر رہ کر دیکھیں تب ان کو معلوم ہو کہ کیا کیا واقعات پیش آتے ہیں اور یہ معلوم ہو کہ یہ آنے والے بد خلق ہیں یا میں۔ مظلوم یہ ہیں یا میں ظالم یہ ہیں یا میں اور دور بیٹھے فیصلے دینا کون سے انصاف کی بات ہے پھر ان صاحب سے فرمایا کہ اب جب تک رہو مجلس میں خاموش بیٹھے ہوئے باتیں سنا کرو اور وطن واپس پہنچ کر بذریعہ خط و کتابت تعلیم کے متعلق طے کرنا۔ پہلے آدمی بنو کیا بزرگی اور ولایت کو ڈھونڈتے پھرتے ہو آدمیت سے کمو بزرگی بے چاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے اور مل جاتی ہے۔ مشکل چیز آدمیت انسانیت ہے۔ میرے یہاں بزرگی وزرگی تقسیم نہیں ہوتی اور ہو تو جب جب کہ میں خود بزرگ ہوں۔ ہاں ایک مسلمان ہوں الحمد للہ۔ باقی میرے یہاں صرف ادمیت انسانیت تقسیم ہوتی ہے اگر کسی کو پسند ہو آئے۔ ورنہ جہاں چاہے جائے۔ بزرگیوں کی تقسیم کے تو بڑے بڑے دربار کھلے ہوئے ہیں۔ گئے نہیں اور بزرگ بنے نہیں۔ افسوس ان رسمی مشائخ اور پیروں نے ایسی دکانداری اختیار کی ہے کہ لوگوں کے خیالات اور عقائد کو بالکل تباہ اور برباد کر دیا اللہ کا شکر ہے

کہ اب مدتوں کے بعد ان دکاندار مکاروں کی پول کھلی ہے خفا تو نہیں ہیں مگر ہو تا کیا ہے حق ہی غالب ہو کر رہے گا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۶۱) دوسرے کی بات میں دخل دینا خلاف تہذیب ہے

ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا حضرت والا نے اس کو ملاحظہ فرمایا کہ میں عامل تو نہیں ہوں اور یہ کام عاملوں کا ہے لیکن اگر تم کہو تو اللہ کا نام لکھ دوں۔ عرض کیا کہ حضرت کو اختیار ہے۔ فرمایا اگر مجھ کو اختیار دیتے ہو تو جاؤ میں نہیں لکھتا۔ بندہ خدا یہ میری بات کا جواب ہوا۔ میں نے سیدھی بات کہی اس کا الٹا پلٹا جواب دیا۔ کچھ نہیں رسمیں ہی خراب ہو گئیں۔ لوگوں کے مذاق ہی بدل گئے جو چیزیں اذیت اور تکلیف پہنچانے والی ہیں وہ راحت بخش سمجھی جاتی ہیں۔ اس قدر کلیا پلٹ ہوئی ہے کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں۔ میں حتی الامکان اس کی سعی کرتا ہوں کہ بات صاف پوری ہو کسی بات میں الجھن نہ ہو اور لوگ حتی الامکان اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر صاف بات بھی ہو تو اس کو بھی الجھا دیں۔ مرگی کے متعلق میں چند آیتیں لکھ دیتا ہوں۔ بہت جلد نفع بھی ہوا مگر کسی عامل کا بتلایا ہوا نہیں اس لئے ظاہر کر دیتا ہوں کہ میں عامل نہیں۔ دوسرے یہ کہہ دیتا ہوں کہ اگر نفع نہ ہوا تو پھر نہ آنا۔ اس کہہ دینے سے دھوکا نہیں ہوتا۔ ایک صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ان تعویذ طلب کرنے والے صاحب سے کچھ کہا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کی بات میں دخل دینا بالکل تہذیب کے خلاف ہے دیکھئے میں بتلاتا ہوں امراء کی مجلس کی تہذیب اور ہے اور غریبوں کی مجلس کی تہذیب اور ہے دوسرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم مخصوصین میں سے ہیں اور اڈی کانگ ہیں۔ تیسرے چہار طرف سے آنے والے پر ہجوم کرنا وہ بے چارا گھبرا جاتا ہے کہ یہ چہار طرف سے کیا بلا نازل ہوئی میرا مضمون چاہے کتنا ہی روکھا ہو مگر حدود سے متجاوز نہیں ہوتا۔ میں سوچ کر الفاظ زبان سے نکالتا ہوں۔ پھر یہ کہ میں اگر کچھ کہہ لوں تو اس کا تدارک بھی کر سکتا ہوں۔ اور یہ حضرت جو درمیانی ہوتے ہیں نزیر ہی نزیر ہیں ان میں بشیر کا نام بھی نہیں۔ عرض کیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو گا معافی کا خواست گار ہوں۔ فرمایا معاف ہے مگر ایسی

باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۶۲) سختی کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل و نقل دونوں کا حکم ہے کہ سہولت کا انتظام کرو اپنے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی۔ باقی بعضے نادان ہر انتظام کو سختی سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے سختی وہ ہے کہ اصول سخت ہوں اگر کوئی شخص کسی کو مضر چیزوں سے بچنے پر مجبور کرے تو کیا اس کو سخت کہیں گے۔ میرے یہ تمام قواعد اور اصول راحت ہی کے واسطے ہیں تو ان کو سختی کرنا محض جہل ہے۔

(۶۳) اخلاق کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض گردن جھکا کر نرم بولنے کو اخلاق نہیں کہتے بلکہ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ تمام رذائل سے قلب صاف ہو اور فضائل سے قلب معمور ہو اور ان کی جڑ دین ہوتا ہے کہ اس کو بقاء اور رسوخ ہو اور اگر صرف نرم بولنا ہی اخلاق ہے تو ہمارے ضلع میں ایک کلکٹر تھا اس کی یہ عادت تھی کہ غصہ میں نہایت نرم لہجے سے کہتا کہ آپ کا کان پکڑ کر باہر نکال دوں تو کیا اس کو تہذیب اور حسن اخلاق سے تعبیر کرو گے گو وہ اخراج ناحق ہی ہو اور آج جو یورپ کے اخلاق و تہذیب کی تعریف کی جاتی ہے۔ اول تو یہ ان کے گھر کی چیز نہیں۔ ہمارے گھر کی چیز ہے وہ مستحق مدح نہیں۔ دوسرے ان کے ان اخلاق کی جڑ محض دنیا ہے اور وہ محض پالیسی اور مصلحت پر مبنی ہے جو مصلحت کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں تو وہ اخلاق نہیں محض رسوم ہیں۔ میں حیدر آباد دکن گیا تھا ایک دوست نے مدعو کیا تھا اسی دوران میں بعض احباب کے استدعا پر دارالضرب دیکھنے گیا جہاں سکہ اور ٹکٹ وغیرہ بنتا ہے۔ ان چیزوں کا دکھلانے والا ایک انگریز تھا جب سب دیکھ کر ہم دروازہ پر لوٹ کر آئے اور اس سے رخصت ہونے لگے تو میں نے بطور شکریہ کے کہا کہ آپ کے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے اخلاق ہوتے ہیں۔ ایک بڑے عہدہ دار میرے ہمراہ تھے انہوں نے کہا کہ آپ نے تو غضب ہی کیا عجیب طرز سے تعریف کی کہ تعریف کے ساتھ ہی اس کی تنقیص بھی ہو گئی کہ اخلاق میں تم ہم سے گھٹے ہوئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں نے حقیقت بیان کر دی کہ کہیں اس کو ناز ہو کہ ہمارے اخلاق ایسے ہیں۔ میں نے یہ بتلا دیا کہ یہ ہمارے گھر کی چیز ہے جو تمہارے پاس

ہے۔ باقی جس خاص تہذیب پر ان کو ناز ہے وہ تہذیب ہی نہیں تعذیب ہے تہذیب حقیقی اسلامی تعلیم ہی کے اندر ہے۔ حضرت ابراہیم تیمی کرایہ کے گھوڑے پر سفر کررہے تھے۔ اتفاق سے ان کا چابک گھوڑے سے گر پڑا۔ خود گھوڑے سے اتر کر پیدل جاکر چابک لائے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اسی گھوڑے پر سوار رہ کر چابک کے موقع تک نہ پہنچے فرمایا یہ مسافت شرط سے زائد تھی اس لئے بلا اذن اس میں گھوڑے کا استعمال جائز نہ تھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مہمان ہوئے جس وقت کھانا آیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے غلام سے فرمایا اور یہ سب رسم و عرف کے خلاف تھا۔ اس میں راز یہ تھا کہ تجربہ کی اور طبعی بات ہے کہ کھانا کھانے میں سبقت کرتے ہوے مہمان کو گرانی ہوتی ہے اور یہ مہمان کا حق ہے کہ اس پر کسی قسم کی گرانی اور بار نہ ہو اس لئے میزبان خود شروع کرے تاکہ مہمان کا دل کھل جائے دیکھئے کیسی عمیق اور دقیق بات سمجھی کہ ہر چیز میں خود پیش قدمی فرمائی۔ ہاتھ پہلے اپنے دھلوائے کھانا اپنے سامنے پہلے رکھوایا۔ خود پہلے کھانا شروع کردیا جس سے مہمان ہلکا پھلکا ہو گیا عرب کی تہذیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے چند روز میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ایک بدوی حضرت معاویہؓ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی ذرا لقمہ چھوٹا لو کبھی حلق میں پھنس کر تکلیف نہ ہو۔ اس بدوی نے ایک دم کھانا چھوڑا اور چل دیا۔ حضرت معاویہؓ نے بے حد کوشش روکنے کی کی اس نے کہا کہ تم کھانا کھاتے ہوئے مہمان کو دیکھتے ہو تمہارے دسترخوان پر کھانا کریم کو جائز نہیں۔ دیکھئے ایک جنگلی کے جذبات جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا واسطہ یا بواسطہ قریب کلمہ سکھایا۔ ایک دم تہذیب حقیقی اور اصول صحیحہ سب ان کے اندر پیوست ہو گئے۔ عجیب برکت بھری تعلیم تھی۔ سبحان اللہ لوہے کو کندن بنادیا بلکہ اکسیر جس سے یہ جذبات اور اصول بدوی لوگوں تک میں پیدا ہو گئے اور ایک یہی کیا واللہ ساری ہی تہذیبیں اور اصول عطا ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کون سے تجربے تھے مگر کیا کچھ کر گئے۔

(۶۴) آج کل کے طالب علم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے طالب بھی ایسے رہ گئے ہیں آتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ آؤ بھگت ہو خاطر تواضع ہو اور جب تک رہیں لنگر سے کھانا ملے جب رخصت ہوں

پیر سینہ میں سے کچھ دے دے نہ کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا۔ اصلاح کا باب تو اس زمانہ میں بالکل ہی مسدود ہو گیا۔ روک ٹوک کی برداشت نہیں۔ یہ محبت کا دعویٰ کر کے آئے تھے کہا تھا کس نے کہ اس راہ میں قدم رکھنا۔ ارے طالب مولیٰ بن کر یہ حالت ہے۔ طالب لیلیٰ مجنوں کی حالت نہیں سنی اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود   گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اے عزیز اس میدان میں ایا ہی کیوں تھا۔ اس راہ میں چلا ہی کیوں تھا کیا معلوم نہ تھا کہ یہ عشاق کا میدان ہے۔ ایسے ویسے تو اس راہ میں یوں ہی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں جب ایک چرکہ کی بھی برداشت نہیں تو اس راہ میں تو ہزاروں تلواریں اور چھریاں اور آرے چلتے ہیں اس وقت کیا کرو گے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمی گریزانی ز عشق   تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی   پس کجا بے صیقل چو آئینہ شوی

(۶۵) پیر جیوں نے لوگوں کے عقائد خراب کر دیئے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے آپ کا بتلایا ہوا وظیفہ شروع کیا تھا ایک چلہ ختم ہو گیا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی پوچھے کہ بندہ خدا میں نے یہ کب دعویٰ کیا تھا کہ ضرور اثر ہو گا۔ فرمایا کہ میں جو مناسب قیود لگا دیتا ہوں ان سے یہ نفع ہے کہ میں اب یہ جواب دے سکتا ہوں۔ پیر جیوں نے لوگوں کے عقائد کا ناس کر دیا ہے۔ ان کی دوکانداری ٹھہری اور لوگوں کا دین برباد ہوا ان کو تو اپنے نفع سے غرض مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں۔ انھیں اپنے حلوے مانڈوں سے کام۔ ان جاہل پیروں اور فقیروں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی اللہ بچائے جہل اور بدفہمی سے۔

(۶۶) ترکہ میں ایصال ثواب سے قبل ایک ضروری کام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں میں اور بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے تو کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً" فرمایا کہ ان سے کہو آمادہ نر آگیا) ہم سے کیا کہتے ہو۔ آج کل طبائع میں

ایک خاص بات یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ اہل حق کو تو کہا جاتا ہے کہ تم اہل باطل سے متفق ہو جاؤ اہل باطل کو نہیں کہتے کہ تم باطل چھوڑ کر اہل حق سے متفق ہو جاؤ۔ عجیب عقلیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ تفریق مناسب نہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ تفریق مناسب نہیں مگر اس کا صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ اہل باطل کو چاہیے کہ وہ اپنا باطل مسلک چھوڑ کر اہل حق سے متفق ہوں نہ کہ اہل حق اپنا مسلک چھوڑ کر اہل باطل سے متفق ہوں اور اتفاق وہی مطلوب ہے جو حق کے ساتھ ہو ورنہ یہ اعتراض تو دور تک پہنچتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلاء کلمۃ اللہ کا اعلان کیا تو تمام کفار کفر پر متفق تھے اس اعلان سے ایک دم تفریق پیدا ہو گئی۔ یہاں پر کیا کہا جاوے گا ظاہر ہے کہ اہل حق کے لئے یہاں تفرق ہی مطلوب اور محمود تھا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لو کہ تمام اہل باطل کو اپنا باطل چھوڑ کر اہل حق کے ساتھ متفق ہونا چاہیے اور اگر اہل حق کو کہا جائے کہ یہ حق کو چھوڑ کر ان کے ساتھ متفق ہو جائیں تو یہ اتفاق خود مردود اور غیر مطلوب ہے۔

ایک صاحب نے کانپور میں بطور اعتراض کے مجھ سے کہا کہ آپ گیارہویں کو منع کرتے ہیں اور دوسرے جائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں۔ میں نے کہا یہ کہئے کہ آپ نے ان مجوزین سے بھی کہا ہے کہ تم گیارہویں کو جائز کہتے ہو اور دوسرے منع کرتے ہیں۔ ہم کیا کریں بس خاموش۔ میں نے کہا کہ یہ حق کی طلب اور تحقیق نہیں۔ نفس کی پیروی ہے کہ دل پہلے سے اس طرف مائل ہے قلب میں اس شق کی عظمت ہے اس کو نفس چاہتا ہے اس لئے ہم سے کہتے ہو ان سے نہیں کہتے اگر تردد ہے تو دونوں طرف یکساں ہونا چاہیے خواہ مخواہ بے کار وقت کیوں خراب کرتے پھرتے ہو۔

(۶۷) ایصال ثواب کے طریقے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مستحب طریقہ سے ایصال ثواب تو بعد کی چیز ہے۔ سب سے پہلے دیکھنے کی اور ضروری چیزیں یہ ہیں کہ مرحوم کے ذمہ قرض تو نہیں اگر قرض ہے تو یہ فرض ہے کہ پہلے اس کو ادا کیا جاوے۔ اگر قرض نہیں یا ادا ہو کر کچھ ترکہ بچ گیا تو یہ دیکھو کہ مرحوم کی کچھ وصیت تو نہیں جب اس سے بھی یکسوئی ہو جاوے اور ترکہ خالص وارثوں کا قرار پا جاوے تو پھر دوسرے خیر خیرات خصوصاً" متعارف رسمیات سے مقدم یہ دیکھنا

ہے کہ میت کے ذمہ کچھ نماز اور روزہ تو قضاء نہیں اگر ہے تو اس کا فدیہ دیں اگر اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو اس کو ادا کریں۔ محلّہ میں جو غرباء یتیم بیوہ محتاج ہوں ان کو تقسیم کر دیا جائے۔ یہ دوسری تطوع ایصال ثواب سے بڑھ کر ہے مگر اس کی طرف آج کل لوگوں کو قطعاً" التفات نہیں۔ علی الحساب سینکڑوں ہزاروں روپیہ مرحوم کی طرف سے خرچ کر دیں گے اور یہ سب خرابیاں رسموں کی ہیں اب دیکھ لیا جائے کہ یہ ضروری ہے یا نہیں۔ اس کو ہر دیندار سمجھ سکتا ہے۔ لیجئے اہل حق کو بد نام کیا جاتا ہے کہ مولوی دہابی ایصال ثواب کو منع کرتے ہیں۔ لو ایصال ثواب کرو مولوی اجازت دیتے ہیں منع نہیں کرتے مگر ایصال ثواب کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بجائے قبلہ رخ ہونے کے پورب کو منہ کر کے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلا رہا ہے اگر کوئی کہے کہ دیکھو مجھ کو نماز پڑھنے سے منع کر رہا ہے تو تم کیا فیصلہ دو گے جو وہاں فیصلہ دو وہی یہاں سمجھ لو۔

(٦٨) محبت و خلوص پر نظر خداوندی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ثواب کے لئے کھانا کھلانے کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک دم کھانا پکا کر کھلایا جائے اس صورت میں تو زیادہ تر برادری ہی کھا جاوے گی۔ جیسے کہ رسم ہو رہی ہے اس سے وہ صورت بہتر ہے جو میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہیں پکا کر کھلایا جائے خشک جنس دے دی جائے۔ نقد تقسیم کر دیا جاوے۔ سو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ معلوم نہیں ان کو کیا ضرورت پیش ہو۔ انسان کے ساتھ علاوہ کھانے کے اور بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں مثلاً" بیوہ عورت پردہ نشین ہے۔ اب کسی کو کیا خبر کہ اس کو کیا حاجت اور ضرورت پیش ہے۔ دوسرے درجہ کی صورت یہ ہے کہ خشک جنس دے دی جاوے کہ جب جی چاہے گا اور جس طرح جی چاہے گا پکا کر خود کھا لیں گے تیسرے درجہ کی صورت یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جاوے۔ سو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو پہنچا دی جایا کرے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہنگاموں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستحق رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں یہ سب تجربات کی بناء پر عرض کر رہا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے کیا اس طرح پر قرآن

پاک پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا جاوے۔ فرمایا کہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں۔ ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جاوے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچادیں باقی اجتماعی صورت سواس میں بھی وہی کھانے کی سی گڑبڑ ہے۔ لوگ مختلف نیتوں سے آتے ہیں اور اکثر ریاء سے۔ میری ہمشیرہ والدہ مولوی ظفر احمد کا انتقال ہوا میں اس وقت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تھا عین درس کی حالت میں خط پہنچا رنج ہوا طلبہ نے محسوس کیا۔ سبق نہیں پڑھا چہرہ سے معلوم کر لیا کہ کوئی حادثہ ہوا حالانکہ میں نے ظاہر نہیں کیا تھا مگر معلوم ہو گیا مجھ سے اجازت چاہی کہ جمع ہو کر قرآن خوانی کریں۔ میں نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ اگر جی چاہے سب اپنے اپنے حجروں میں جس قدر جی چاہے قرآن پاک پڑھ کر ثواب پہنچادو۔ اور مجھ کو بھی خبر نہ کرو اور اس صورت میں اگر تین بار قل ہو اللہ پڑھ کر بخش دو گے جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جاوے گا یہ اس سے اچھا ہے کہ دس پارہ پڑھ کر مجھ کو جتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے اور یہ طریق اس لئے تجویز کیا گیا کہ اگر جمع ہونگے تو کچھ تو خلوص سے پڑھیں گے اور کچھ اس لئے شریک ہونگے کہ اگر شریک نہ ہوئے تو یہ کہیں گے کہ ان کو ہم سے ہمدردی نہیں پھر ثواب کہاں اور احسان کی گٹھڑی سر پر رہی۔ اور حق تعالیٰ خلوص کو دیکھتے ہیں۔ کثیر قلیل پر نظر نہیں فرماتے حتی کہ اگر ایک شخص ایک امرود کسی کو خلوص اور محبت سے دے اور ایک بدون خلوص اور محبت کے سو روپیہ دے تو ان میں وہ ایک امرود دینے والا عند اللہ افضل ہو گا۔

(٦٩) حق تعالیٰ شانہ کی بے انتہا رحمتیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشاہدہ اور معمول ہے کہ کثیر قلیل پر خود ہماری ہی نظر نہیں ہوتی محبت و خلوص کو دیکھتے ہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ تو کیا نظر فرماتے۔ بھوپال کے قریب کی ایک ریاست کے نواب صاحب کے بھیجے ہوئے ایک شخص یہاں پر آئے تھے بہت کچھ لائے تھے مگر میں نے عذر کر دیا کہ بدون بے تکلفی کے پہلی ملاقات میں ہدیہ لیا نہیں کرتا۔ میرا یہ معمول ہے اس لئے نہیں لیا کیونکہ خلوص مشکوک تھا اور ایک غریب ایک اکنی لے کر آیا اور کہا کہ ایک پیسہ رکھ لو اور باقی تین پیسے واپس کر دو محبت اور خلوص کے جوش میں لے کر آگیا۔ میں نے نہایت قدر دانی کے ساتھ لے لیا تو حق تعالیٰ کیا کثیر اور قلیل پر نظر فرماتے

وہ صرف خلوص اور نیت کو دیکھتے ہیں اسی کو ہمارے حضرت نے خوب لکھا ہے۔

بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچی وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ وفریاد ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے اور چونکہ جو خلوص صحابیت کا خاصہ ہے اس لئے صحابیت کو اس کا مدار قرار دیا گیا ہے۔

(۷۰) مرد حقانی کی علامت

ایک شخص کے انتقال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ عین انتقال کے وقت اس نے یہ کہا کہ وہ ایک اونٹنی لے کر مجھ کو لینے آیا ہے (اس سے میں مراد ہوں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بناء پر ملائکہ کو اس شکل میں بھیج دیتے ہیں تاکہ میت کو انس ہو جان کندنی کے وقت سہولت ہو۔ جس شخص کی شکل نظر آتی ہے اس کی حقیقت نہیں ہوتی صرف صورت ہوتی ہے حق تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ رحمتیں ہیں۔ کیا کوئی ان کا احاطہ کر سکتا ہے وہ ماں باپ سے بھی زیادہ بندوں پر شفیق اور رحیم ہیں۔ بندہ ہی خود ناکارہ ہے اس طرف سے تو ہر وقت عطاء اور کرم ہوتا ہے۔

من نہ کر دم خلق تا سودے کنم بلکہ تابر بندگاں جودے کنم

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۷۱) مرد حقانی کی علامت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن کے قلوب میں خدا کی محبت اور عظمت ہے اور جو اس راہ میں ثابت قدم ہیں ان کی شان ہی جدا ہے ان کی ہر ادا سے خدا کی محبت ٹپکتی ہے ان کے چہروں سے نور عیاں ہے۔ مشک چھپائے نہیں چھپتا ان کی یہ حالت ہے۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل دلی
مرد حقانی کے پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

اور وہ ہر حال میں مسرور ہیں مست ہیں خوش ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں۔

تا خوش تو خوش بود بر جان من
دل فدائے یار دل رنجان من

اور کہتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(۷۲) قبر پر اجرت لیکر قرآن پاک پڑھنے کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قبر پر قرآن شریف پڑھ آیا کروں۔ فرمایا اجرت پر جائز نہیں ویسے کوئی حرج نہیں اور اجرت پر تو خود اسے ہی ثواب نہ ملے گا تو بخشے گا کیا عرض کیا کہ بعضے لوگ بڑے پیر صاحب کی نذر و نیاز کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ علاوہ فساد عقیدہ کے نیت پر نظر کر کے دیکھ لیا جاوے کہ ہم جیسوں پر اس سے گرانی ہوتی ہے کہ ہم کو کوئی ہدیہ دے کر کسی کام کی فرمائش کرے تو بڑے پیر صاحب کو دنیوی غرض سے ثواب بخشتے ہیں تو وہ اس کو منہ بھی نہ لگائیں گے اپنی ضروری حاجتیں تو خدا سے طلب کرو ایصال ثواب کو اس کا آلہ کیوں بناؤ۔ باقی ثواب بخشنا سو خلوص نیت سے اللہ کے واسطے صرف کر کے حضرت بڑے پیر صاحب کو ثواب پہنچاؤ منع کون کرتا ہے۔ یہ ممانعت تو خرافات بدعات شرکیات وغیرہ کی وجہ سے کی جاتی ہے نہ یہ کہ ثواب پہنچانے کو منع کیا جاتا ہے۔

(۷۳) حق تعالیٰ شانہ کی بے انتہا رحمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے مہربانوں کی طرف جو برا بھلا کہنے اور سب و شتم و لعن وطعن کی بوچھاڑ نظر آتی ہے یہ سب حقائق کے اظہار پر عنایتیں ہو رہی ہیں جس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ۔

خشمہاؤ چشمہاؤ رشکہا برسرت ریزد چو آب از مشکہا

ایسے حضرات کا شب و روز مشغلہ ہے کہ مجھ پر اور میری تصانیف پر اعتراضات کئے جا رہے ہیں اور یہ لوگ تو اس کو دشمنی پر محمول کرتے ہیں اور میں خدا کی ایک بڑی زبردست رحمت اور نعمت پر محمول کرتا ہوں اگر میں ہزاروں روپیہ بھی صرف کرتا اور اپنی تصنیفات پر نظر اصلاحی کرتا تب بھی اس قدر کامیابی ہونا مشکل تھا جس قدر اب مخالفین کی بدولت کام ہو رہا

ہے یہ سب خدا کا فضل اور رحمت ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا۔

(۷۴) شیخ کامل کو فن سے مناسبت شرط ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق سے زیادہ نازک چیز اصلاح کا کام ہے۔ یہ بدون شیخ کامل کے نہیں ہو سکتا۔ اور شیخ کامل سے مراد بزرگ ولی قطب غوث نہیں بلکہ فن داں مراد ہے جو فن جانتا ہو جس کو فن سے مناسبت ہو۔ پھر اگر اس کے ساتھ تقوی طہارت بھی ہو تو اس کی تعلیم میں نور ہوگا برکت ہوگی لیکن خود فن کے لئے وہ شرط نہیں یہ تو بالکل فن طب کی طرح پر ایک فن ہے تو جیسے طبیب جسمانی کا بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں ایسے ہی یہاں بھی شرط نہیں ہاں فن داں ہو فن کو جانتا ہو اصلاح کے لئے کافی ہے اور اگر بزرگ ولی قطب غوث ہو مگر فن نہ جانتا ہو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔

(۷۵) بزرگوں کی دعاؤں کی برکات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس سوائے بزرگوں کی دعاء کی برکت کے اور کچھ نہیں۔ خصوصا" حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور یہ سب ان ہی بڑے میاں کی محبت شفقت توجہ دعا کے پھل ہیں ورنہ مجھے اپنی علمی عملی حقیقت خوب اچھی طرح معلوم ہے۔ مخالف لوگ خواہ مخواہ اس کوشش میں پریشان ہیں کہ وہ میرے عیوب پر مخلوق کو مطلع کریں میں خود ہی اپنی حقیقت منکشف کئے دیتا ہوں۔ اور اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

اور جب مجھ سے کوئی اعراض کرتا ہے اور میری روک ٹوک اور اصلاح پر ناگواری ہوتی ہے تو یہ پڑھا کرتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

اور اس برا بھلا سب و شتم اور لعن طعن کرنے پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

خیر کہا کریں برا بھلا اور لگائیں الزام اور بہتان اور کریں اچھی طرح بدنام یہاں تو الحمد للہ یہ مذہب ہے

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

اور یہ مشرب ہے

دل آرا ئیکہ واری دل دروبند
دگر چشم از ہمہ عالم فروبند

اگر یہ بات نہ ہو تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے کہ فلاں برا نہ کہے فلاں بھلا نہ کہے اچھا خاصہ عذاب ہے۔ خیر کوئی کچھ کہا کرے کوئی خوش رہے یا ناراض۔ معتقد ہو یا غیر معتقد یہ کہہ کر الگ ہو جانا چاہیے۔

ماقصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اور یہ کہہ دینا چاہیے۔

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

اور صاحب یہ تو بے فکروں کی باتیں ہیں جن کو آخرت کی فکر ہے اور ان کو ان چیزوں کی فرصت کہاں انہیں دشمن کے مقابلہ کے واسطے وقت ہی میسر نہیں دوست کی مشغولی ہی کیا کچھ کم ہے خوب کہا ہے۔

گرایں مدعی دوست بشناختے بہ پیکار دشمن نہ پر داختے

اور ان کی مشغولی تو بڑی چیز ہے ایک فانی عورت لیلی کے عشق میں مجنوں کی کیا کیفیت تھی اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولی کے کم از لیلی بود گوئے گشتن بہراو اولی بود

(۷۶) ساری عمر کے مجاہدات و ریاضات کا حاصل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو حالت یہ ہو رہی ہے کہ کام شروع کرنے سے

قبل ہی سب کچھ بننا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ساری عمر کے مجاہدات اور ریاضات پر بھی اگر فضل ہو جائے تو ان کی بڑی رحمت ہے اور یہ کیا تھوڑی نعمت ہے کہ انہوں نے اپنے کام میں لگالیا اور کیا بننا چاہتے ہو اور یاد رکھو کہ جب تک اس کی ہوس قلب میں ہے کہ ہم کچھ ہو جائیں بس خوب سمجھ لو کہ یہ شخص محروم ہے۔ ہوسوں کو فنا کرے اور خدمت میں مشغول رہے اور فضل کا امیدوار رہے اور مایوس نہ ہو اور اپنی نا قابلیت پر نظر کر کے ہراساں نہ ہو۔ اٹھو چلو پھر دیکھو جو ہم کو دشوار نظر آرہا ہے وہ اس کو کیسا سہل فرمادیتے ہیں ان کے نزدیک تو دشوار اور مشکل نہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　باکریماں کارہا دشوار نیست

لیکن طلب شرط ہے ہمارے اندر طلب ہی نہیں طلب ہو تو دیکھو پھر کیا ہوتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد　　اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۷۷) طلب رحمت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر طلب کی حقیقت نہ ہو تو صورت تو ہو وہ صورت پر بھی فضل فرمادیتے ہیں بڑی کریم رحیم ذات ہے لیکن جب کوئی اس طرف رخ ہی نہ کرے اور منہ پھیر کر چلے تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں اَنُلْزِمُكُمُوهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ۔ غرض اس طرف متوجہ ہونا طلب کرنا جس طرح بھی ہو۔ یہ انسان کا کام ہے آگے وہ خود سب کچھ کرلیں گے یہی طلب اور نیاز ہے جس کو مولانا گریہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریاں اوست　　اے خوشا آں دل کہ آں بریاں اوست

در تضرع باش تاشاداں شوی　　گریہ کن تا بے دہاں خندہ شوی

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

اور اگر نیاز نہیں تو نرے رونے سے کچھ نہ ہوگا جب تک کہ قلب اس کے ساتھ ساتھ نہ ہو کیونکہ آنکھ سے رونا سو بعض کو رونا آجاتا ہے بعض کو نہیں آتا یہ فعل غیر اختیاری ہے جس کا منشا محض ایک غیر اختیاری کیفیت ہے جو مقصود نہیں گو محمود ہے چنانچہ بعض کو ساری عمر رونا نہیں آتا اور سب کام بن جاتا ہے اور اسی نرے رونے کو بدون نیاز کے کہتے ہیں۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال   صد سال میتواں بتمنا گریستن

اسی طرح یہ مروج پھوپھاں ہو حق کود پھاند کوئی چیز نہیں اول تو یہ خود خلل شخص کی حالت ہے اور اگر خلل بھی نہ ہو تب بھی کمال کی حالت نہیں۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود کہ ازیک قطرہ بفریاد آمد اینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نزنند۔ اسی طرح حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے ایک مجلس وجد میں کسی نے سوال کیا کہ آپ کو اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے اسی طرح ہمارے اکثر حضرات ہنستے بولتے رہتے تھے مگر قلب کے اندر ایک آگ رکھتے تھے۔ اس کی میں نے ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے توا ہنستا ہے مگر کوئی ہاتھ لگا کر دیکھے تو اس کے ہنسنے کا پتہ چل جائے گا۔ ایک بزرگ رونے کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

نوائے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ برلبہا زآتش پارہ دردلہا

غرض یہی نیاز کے ساتھ گریہ زاری کامیابی کا مقدمہ ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تانہ گرید کودک حلوا فروش   بحر بخشا یش نمی آید بجوش
تانہ گرید طفل کے جوشد لبن   تانہ گرید ابر کے خندد چمن
کام تو موقوف زاری دلست   بے تضرع کامیابی مشکل ست
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود   ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آنجا رود   ہر کجا دردے دوا آنجا رود

(۷۸) معاشی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے وظیفہ

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے۔ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ مجھ کو کچھ تنہائی میں عرض کرنا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو اتنی فرصت نہیں اگر ایسی ہی خلوت کی ضرورت ہے تو اس کی دوسری سہل صورت یہ ہے کہ جو کچھ کہنا ہے ایک پرچہ پر لکھ لاؤ۔ اس کو میں ہی پڑھوں گا دوسرے کو خبر نہ ہوگی۔ یہ اس سے بھی بہتر خلوت ہے۔ جاؤ الگ بیٹھ کر لکھ لاؤ۔

دیکھو تنہائی کا موقع مجمع ہی میں ملے گا وہ صاحب پرچہ لکھ کر لائے اس میں کسی کام کے لئے عمل کی درخواست تھی ملاحظہ فرما کر فرمایا جا بندہ خدا اس کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی یہ تو مجمع میں بھی کہہ سکتے تھے یہ کون سے راز کی بات تھی جس میں اپنا اور میرا وقت خراب کرنا چاہتے تھے۔ تم لوگوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ وہ کون سی ایسی باتیں ہیں جن کے لئے تخلیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ تو ایسا ہو گیا جیسے دو چرواہے بھینس چرایا کرتے تھے ایک دریا کے اس کنارے کھڑا تھا دوسرا دریا کو عبور کر کے اپنی کسی ضرورت سے اس کنارے پہنچ گیا تھا اس طرف والے نے آواز دی کہ میری ایک بات سن جا اس نے کہا کہ وہیں سے کہہ دے اب تو دریا پار کر کے بمشکل اس طرف پہنچا ہوں۔ کہتا ہے کہ زور سے کہنے کی بات نہیں کبھی کوئی اور سن لے۔ کان میں سننے کی بات ہے جلدی آ وہ مصیبت کا مارا۔ تیر کر پھر اس طرف آیا تو اس بلانے والے نے اس کے کان سے منہ لگا کر کہا کہ آج بھینس کہاں چراؤ گے اس نے کہا کہ جا تیرا ناس ہو مجھے تو پریشان کر ڈالا۔ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔ یہ بات تو راز کی نہ تھی۔ وہیں سے کہہ سکتا تھا یہ تو افواہی حکایت ہے۔ مگر تم نے کر کے دکھلا دیا۔ خدا معلوم عقل اور فہم دنیا سے رخصت ہی ہو گئے۔ خیر اب میں جواب صاف کہے دیتا ہوں کہ میں عامل نہیں ہوں۔ یہ کام عاملوں کا ہے اگر کہو گے تو کوئی اللہ کا نام پڑھنے کو بتلا دوں گا اور اس کا وعدہ نہیں کہ کوئی ثمرہ مرتب ہو گا یا نہیں کبھی پھر شکایت کر دیا مجھ کو دق کرو۔ عرض کیا کہ حضرت کچھ پڑھنے کو فرما دیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ فرمایا کہ جو میں نے کہا وہ بھی بغور سن لیا۔ عرض کیا کہ جی سن لیا فرمایا کہ بعد نماز عشاء چودہ سو چودہ مرتبہ یا وہاب پڑھ کر خلوص دل سے دعا کیا کرو۔ اللہ بہتر فرمانے والے ہیں۔ آج کل رزق کے معاملہ میں مخلوق کثرت سے پریشان ہے۔ حق تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔ میرا تو بڑا دل دکھتا ہے جب کسی کی معاشی پریشانی سنتا ہوں۔

(۷۹) شیخ کامل بہت بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی کو شیخ کامل میسر ہو جائے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا تو بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے۔ ہمارے حضرات کی یہی شان تھی وہ جامع تھے۔ ان کی یہ حالت تھی۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ۔۔۔ ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

اور یہ حالت تھی

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت رابو ارباب معنی را

(۸۰) طریق کی اصل حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے اوراد اور وظائف کو تو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات و لذات کو اس کا ثمرہ مقصود کس قدر دھوکا ہے حالانکہ اعمال مقصود ہیں اور رضاء حق ثمرہ ہے۔ یہ ہے طریق کی حقیقت پھر اگر ساری عمر بھی کیفیات اور لذات نہ ہوں تو کوئی بھی نقصان نہیں۔ کام کرنے والے کی تو شان ہی دوسری ہوتی ہے وہ اس کو کب دیکھتا ہے کہ لذت آتی ہے یا نہیں۔ جی لگتا ہے یا نہیں۔ اگر اس پر کام کو موقوف رکھا جاوے تو خدا پرستی تو نہ ہوئی۔ لذت پرستی نفس پرستی ہوئی۔ اپنی ہی پوجا پاٹ میں رہا خدا کا کیا کام کیا۔ کیوں ان فضولیات اور عبث میں وقت خراب اور برباد کرتے ہو کام میں لگو۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ہلسنہاری یہ کہے کہ میرا تو جی نہیں لگتا اور نہ چکی پھرانے میں لذت اتی ہے تو کیا جواب ملے گا۔ یہی کہو گے کہ یہ جی لگنے کی چیز نہیں عمل کی چیز ہے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میں ذکر کرتا ہوں مزا نہیں آتا میں نے عرفی تہذیب چھوڑ کر کہا کہ مزا تو مذی میں ہوتا ہے۔ ذکر میں مزا کہاں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ یہ سب طریق کی حقیقت

(۸۱) درویشی کی حقیقت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگی کی چند علامتیں عوام نے انتخاب کر رکھی ہیں پھر آگے چاہے وہ ڈاکو ہی ہو چور ہو رہزن ہو جھوٹا ہو مکار ہو فریبی ہو۔ مگر یہ درویشی ایسا بحرِ ذخّار سمندر ہے کہ اس کو کوئی ناپاک نہیں کر سکتا۔ وہ علامتیں یہ ہیں کہ کپڑے رنگے ہوں۔ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو۔ کسی سے بات نہ کرتے ہوں۔ بڑا چوغہ زیب تن ہو۔ سر پر عمامہ ہو۔ پھر چاہے اندر یہ حالت ہو جس کو فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل واندروں قہر خدائے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بربایزید وز درونت ننگ می دارد یزید

اور عارف شیرازی ایسی ہی جامہ ریائی کے متعلق فرماتے ہیں۔

نقد صوفی نہ ہمہ صافی وبی غش باشد   اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

میاں کہاں کی تن آرائی اور بناؤ سنگار لئے پھرتے ہو۔ وہاں تو فنا ہونا مٹنا اپنے کو پامال کر دینا بجز انکسار شکستگی یہ چیزیں اس بازار میں چلتی ہیں نہ یہ کہ تسبیح ہاتھ میں ہے۔ زبان پر توبہ توبہ ہے اور دل کی یہ کیفیت ہے کہ جس کو فرماتے ہیں۔

سبحہ برکف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ
معصیت راخندہ می آید بر استغفار ما

تسبیح اگر لیں گے تو ایسی کہ میدان کارزار میں تلوار کی بھی ضرورت نہ ہو وہ تسبیح لٹھ کا کام دے سکے۔ لباس ایسا پہنیں گے کہ دور سے معلوم ہو کہ کوئی بہت بڑے شاہ صاحب ہیں۔ مگر یہ شاہ صاحب کیسی کہ جس کے لئے وردی کی ضرورت ہے میاں وردی میں کیا رکھا ہے دل دردی ہونا چاہیے جن کے قلوب میں حق تعالی کی محبت ہے اور اس طرف کا تعلق ہے۔ ان کو بناؤ سنگار کی کہاں فرصت۔ ان کی تو یہ حالت ہے۔

نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر   نبقاش احتیاجی نیست دیوار گلستان را
الغریباں نباتی ہمہ زیور بستند   دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

معلوم بھی ہے کہ درویشی کہتے کس کو ہیں۔ درویشی صرف خدا سے صحیح تعلق کا نام ہے اور آگے سب عبث اور فضول ہے۔ طریق کی بھی یہی حقیقت ہے۔ باقی یہ بناؤ سنگار اور تن آرائی یہ وہ شے ہے جس کی نسبت ایک دانشمند کا قول ہے۔

عاقبت سازد ترا از دین بری   ایں تن آرائی وایں تن پروری

(۸۴) ایک کم بخت عقل پرست کی حکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے عقلاء عقل کو احکام میں بھی دخیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل احکام کی کسوٹی ہے ایسے ہی عقل پرست کی ایک حکایت ہے کہ اپنی ماں سے منہ کالا کیا کرتا تھا۔ اور یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں سارا ہی اس کے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزو اس کے اندر چلا گیا تو کیا حرج اور کیا گناہ ہے۔ ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب میرے ہی اندر تھا تو پھر اگر میرے اندر چلا گیا تو کیا حرج ہے ایسے ہی عقل پرستوں کی نسبت مولانا فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را   بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
اور جن کو تم دیوانہ سمجھتے ہو ایسی دیوانگی کی نسبت فرماتے ہیں۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد   مرعسس را دید و درخانہ نشد
ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کردے وہ عقل نہیں نہایت درجہ اور پرلے درجہ کی بد عقلی ہے اور جو محبوب سے واصل کرے اگر وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزار عقلوں سے افضل ہے اور وہ دیوانگی وہ ہے جس کو فرماتے ہیں۔

باز دیوانہ شدم من اے طبیب   باز سودائی شدم من اے حبیب
نری عقل و ذکاوت سے کیا کام چل سکتا ہے۔ جب تک کہ اطاعت اور محبت نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ   جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
بس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت اور اطاعت کے ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کردو اور بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کیوں ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہو۔ کہیں راہ نہ ملے گا۔

(۸۳) رسم پرستی اور محبت میں فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اب تو الحاد دہریت نیچریت کا زمانہ ہے۔ اور ایسا کچھ قلوب پر زہریلا اثر ہوا ہے کہ ان بد دماغوں کو کسی بزرگی اور ولایت و شخصیت پر تو کیا اعتماد ہوتا اور کیا کسی کی وقعت و عظمت ان کی نظر میں ہوتی جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت قلوب سے نکلتی جاتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بدون محبت کے کسی کا کام کا ہونا سخت دشوار اور مشکل ہوتا ہے ان حضرات کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے جس کی بناء وہی محبت ہے اور ان سلاطین کی حکومت جسم پر۔ ان حضرات کے خدام اور محکومین کی شان ہی جدا ہوتی ہے جو کہہ دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں کسی بات سے انکار نہیں ہوتا۔ رسم پرست اور ظاہر پرست تو کبھی ایسا نہیں کر سکتے اور یہ زمانہ تو بڑا ہی نازک ہے اس میں رسم پرستی کا اور ظاہر پرستی ہی کا غلبہ ہے اور زیادہ مذاق لوگوں کا اس نیچریت کی بدولت خراب ہے مگر الحمد للہ ایسوں کا مذاق اور مزاج درست کردیا جاتا ہے۔

(۸۴) بدگمانی تمام برائیوں کی جڑ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے ہی فتنہ کا زمانہ ہے جسے دیکھو باون ہی گز کا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک طبقہ مدعیان اجتہاد کا... ہے جس کو دیکھو الگ ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھا ہے۔ ان میں خصوصیت سے ایک بات ایسی بری ہے جو جڑ ہے تمام خرابیوں کی وہ یہ ہے کہ ان میں مرض ہے بدگمانی کا پھر اس سے بدزبانی پیدا ہوتی ہے۔ بزرگوں کی شان میں بدزبانی کرنا یا ان کی طرف بدگمانی کرنا نہایت ہی خطرناک چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں کے معتقد ہو۔ معتقد ہونا فرض نہیں مگر بدگمانی سے بچنا تو فرض ہے۔ اگر ان لوگوں میں یہ بات نہ ہو تو خیر یہ بھی ایک طریق ہے مگر شرط یہی ہے کہ دیانت ہو نیک نیتی ہو اگر یہ نہیں تو پھر شیعوں کی طرح یہ بھی ایک اچھا خاصہ تبرائی فرقہ ہے اور اصل یہ ہے کہ جس چیز کی یہ نفی کرتے ہیں اور جس کے مخالف ہیں وہی چیز ان کو سنوار سکتی ہے اور وہ کسی کامل کی صحبت ہے۔ بدون صحبت کامل کے انسانیت آدمیت پیدا ہوتی نہیں مگر یہ جماعت نہ تو قرآن و حدیث کو صحیح طور پر سمجھی اور نہ تصوف کو۔ اکثر ایسوں کے خطوط آتے ہیں اور بعض خود بھی آتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ سوائے چند چیزوں کے نہ پورے مسائل کی خبر نہ قرآن و حدیث میں مہارت محض برا بھلا کہنا ان کا مذہب ہے کسی کو بدعتی کسی کو مشرک کسی کو فاسق فاجر بنانا خوب جانتے ہیں اور خود اپنی خبر نہیں کہ قلب میں ہزاروں بت یعنی رذائل جمع کر رکھے ہیں۔ خصوصاً کبر تو اس جماعت کے لوگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور سب سے زیادہ یہی جڑ ہے خرابیوں کی۔ بعض اہل علم اس جماعت کے یہاں پر آئے قیام کر کے دیکھ گئے بحمد اللہ تعالیٰ اپنی زبان سے اقرار کر گئے کہ یہاں پر کوئی چیز سنت رسول اللہ اور حدیث رسول اللہ اور کتاب اللہ کے خلاف نہیں۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک غیر مقلد عالم نے تو یہ کہا کہ ہماری جماعت بھول میں ہے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ان کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے کہ ہر چیز یہاں پر اپنی حد پر ہے مجھ کو تحدیث بالنعمت کے طور پر اس کی مسرت ہے۔

(۸۵) نور فہم صحبت کی بدولت پیدا ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ فقہ کا فن بھی بڑا ہی نازک ہے یہی وجہ ہے کہ یہ مدعیان اجتہاد اس میں الجھتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں اور وجہ یہ سمجھنے کی نور فہم کی کمی ہے جو کسی کی جوتیاں

سیدھی کرنے سے پیدا ہوتا ہے جس سے ان کو عار اور استکبار ہے یہی سبب ہے ان کی محرومی کا اور تماشہ ہے کہ اپنی تو ساری دنیا سے تقلید کرانا چاہتے ہیں اور خود تقلید سے بھاگتے ہیں۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ تم میں کون سا کمال ممتاز ہے کہ تمہاری کوئی تقلید کرے۔ ایک غیر مقلد عالم سے میری گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اتباع کا مدار عام دلائل نہیں بلکہ حسن ظن ہے۔ چنانچہ آپ کو ابن تیمیہ علیہ اور ابن القیم علیہ پر اعتماد ہے حسن ظن ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث ہی سے کہتے ہیں اسی لئے ان کے اقوال کے بعد دلائل کا بھی انتظار نہیں کرتے۔ حالانکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ وہ دھڑا دھڑ فتوی لگاتے چلے جاتے ہیں۔ لکھتے چلے جاتے ہیں اور دور تک کہیں آیت و حدیث کا پتہ نہیں نہ کوئی دلیل ہے' اپنے دعوے کے اثبات میں اور اس سے بڑھ کر تماشہ یہ ہے کہ بعض جگہ خصم کے دلائل نقل کرتے ہیں اور بدون ان دلائل کے جواب دیئے ہوئے اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ خود اپنے دعوے کی دلیل بیان نہیں کرتے۔ سو اسی طرح ہم کو امام ابو حنیفہ پر اعتماد اور حسن ظن ہے۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں اسی لئے دلائل تفصیلیہ کا انتظار نہیں کرتے۔ اب بتلایئے کہ اس میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ کہنے لگے کہ بالکل صحیح ہے۔

(۸۶) آداب طعام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں بھی کم و بیش میں سفر کرتا تھا باوجود یہ کہ زمانہ میں قتل تک کی دھمکیوں کے خطوط آ رہے تھے۔ ایک سفر اس زمانہ میں مراد آباد۔ ٹانڈہ بادلی۔ امروہہ۔ نگھراؤں۔ ان کی طرف ہوا۔ نگھراؤں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ بہت زیادہ خوش ہیں۔ ایک میرے دوست حکیم صاحب تھے انہوں نے مدعو کیا تھا۔ شب کو کھانے پر وہیں کے ایک باشندے جو مراد آباد میں لیڈری کرتے تھے میرے بائیں ہاتھ کی جانب کھانے کی مجلس میں آکر بیٹھے کھانا آگیا شروع کر دیا گیا اس وقت غالباً" کھانے کی مجلس میں دسترخوان پر تیس یا چالیس آدمیوں کا مجمع تھا۔ ایک یا دو لقمہ ہی کھایا ہو گا کہ ان لیڈر صاحب کو اپنی عقل اور معلومات کا جوش اٹھا۔ بولے کہ میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا فرمایئے۔ اب انہوں نے تمہیدی مضمون شروع کیا کہ حضرت کا علم و فضل اور کمال بیدار مغزی حکیم الامت ہونا اور امت کے لئے حضرت کی ذات کا رحمت ہونا اظہر من الشمس ہے اور اسی قسم

کے الفاظ کہتے رہے۔ میں نے کہا کہ اس کو چھوڑیئے جو اصل مقصود ہے اس کو بیان کیجئے۔ کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ حضرت مقامات مقدسہ کی سیر کریں تو بہت زیادہ نافع ثابت ہو گا۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ وہاں کی سیر کرے گا حالات دیکھے گا تو رائے بدل جائے گی تحریک میں شرکت ہو جائے گی۔ میں نے کہا کہ میرے اوصاف واقعیہ یا غیر واقعیہ جس قدر آپ نے بیان کئے یہ تو آپ کو تسلیم ہیں۔ کہا کہ جی۔ میں نے کہا کہ منجملہ اور کمالات کے آپ نے میری بیدار مغزی بھی بیان کی تو باوجود میرے اس قدر جامع کمالات ہونے کے خصوصاً "بیدار مغزی کے میرے دماغ میں یہ بات نہیں آئی اور آپ کے دماغ میں آئی اس سے معلوم ہوا کہ آپ مجھ سے زیادہ صاحب کمالات اور بیدار مغز ہیں اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ مقامات مقدسہ کا سفر کریں تو بہت ہی زیادہ نافع ثابت ہو گا۔ بس رہ گئے آگے نہیں چلے۔ پھر میں نے ڈانٹا اور کہا کہ کیا تم کو آداب مجلس بھی معلوم نہیں چڑ چڑ ہی کرنا آتی ہے یہ مجلس سوالات کی تھی یا کھانے کی۔ کیا یہ کھانے کی مجلس کے آداب کے خلاف نہیں کہ ایسا سوال کیا جائے کہ جس سے دماغ پر تعب ہو۔ کھانے کا وقت فراغ اور تفریح کا وقت ہوتا ہے اس وقت تفریح ہی کی باتیں کرنا مناسب ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ گو میں حکیم صاحب کا مدعو کیا ہوا ہوں۔ حکیم صاحب میرے داعی ہیں مگر بستی میں آنے کی حیثیت سے آپ سب حضرات کا مہمان ہوں۔ میزبان کو یہ حق نہیں کہ مہمان سے ایسا کوئی سوال کرے جس سے اس کے قلب پر بار یا گرانی ہو۔ میرا یہ جواب آئندہ کے لئے سب کو سبق تھا کہ اور کوئی اس قسم کا سوال نہ کر سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بڑی راحت سے وقت گزرا۔ یہ عقلاء ہیں ایک ہی جواب پر سب تر کی ختم ہو گئی۔ ساری لسانی اور بیدار مغزی اور روشن دماغی کا کام تمام ہو گیا۔ قابلیت تو ان لوگوں میں ہوتی نہیں چند الفاظ ہیں جو رٹ رکھے ہیں اور قابلیت ہو بھی تو علم نہیں ہوتا۔ دو چار ڈگریاں حاصل کر کے دماغ میں خناس سما جاتا ہے پھر اس پر یہ مزید حماقت کہ اپنے سامنے کسی کو گردانتے نہیں۔ اکثر ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی بد فہم بد عقل ہی معلوم ہوئے۔ ایسوں کو کبھی کوئی بات کار آمد کہتے نہ سنا۔

(۸۷) نفع کے لئے شرط اعظم مناسبت

ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایسی کون سی عامض

اور وقتی بات دریافت کی تھی جس کا تم جواب نہ دے سکے۔ یہی تو معلوم کیا تھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کون ہو۔ آنے کی غرض کیا ہے۔ جس پر تم نے جواب دیا کہ پھر بتلاؤں گا۔ یہاں سے اٹھو۔ میں بھی جب ہی بیٹھنے کی اجازت دوں گا۔ ایسے ایسے بد فہم ستانے کو آجاتے ہیں۔ میرے اندر صفائی ہے صاف بات کو پسند کرتا ہوں۔ اور ان لوگوں کو صفائی سے دشمنی ہے۔ عرض کیا کہ میں خلوت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہ کیے جاتا ہے۔ خاموش نہیں بیٹھا جاتا۔ معلوم نہیں چور ہے۔ ڈکیت ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی ہے کہ اپنے کو بتلانا نہیں چاہتا۔ اس بتلانے میں کون سی خلوت کی ضرورت ہے اگر ہوگی تو کوئی بات ہی ہوگی راز کی مگر یہ کون سی راز کی بات ہے کہ ادمی اپنا وطن اپنا نام اور جو کام کرتا ہو اس کو ظاہر نہ کرے۔ عرض کیا کہ قصور ہوا معاف فرمادیجئے۔ فرمایا کہ قصور کی بھی سزا ہے کہ اس وقت مجلس سے اٹھو اور کسی شخص کے واسطہ سے بدون اسباب کے طے ہوئے مجلس میں بھی آکر مت بیٹھو۔ عرض کیا کہ جو بات ہے وہ ابھی عرض کر دوں گا۔ فرمایا کہ ماشاء اللہ جو بات ہے ایک سے ایک بڑھ کر ہے یا تو وہ راز کی بات تھی۔ خلوت میں کہنے کی تھی یا اب جلوت میں آگئی تو کیا ایک مسلمان کا وقت خراب کرنا اس کو دھوکا دینا جائز ہے۔ تم لوگوں کی عقلیں کیوں خراب ہو گئیں۔ اچھا کہو کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ میں مرید ہونے آیا ہوں اور فلاں بزرگ سے میں اتنے عرصہ سے مرید بھی ہوں۔ فرمایا بڑا ہوشیار بنا پھرتا ہے۔ مریدی آگے ہی رکھی ہے اٹھا کر لے کر گھر کو چل دے گا۔ میں ابھی صاف کہے دیتا ہوں کہ مجھ کو تم سے مناسبت نہیں اور تم کو مجھ سے مناسبت نہیں اور نفع کے لئے یہ شرط اعظم ہے کہ طرفین سے مناسبت ہو بدون مناسبت کے ہرگز نفع نہیں ہو سکتا اس لئے اس کی امید مت رکھو۔ اور اکثر جو لوگ کسی غیر محقق سے پہلے بیعت ہو جاتے ہیں ان میں جو خرابیاں ہوتی ہیں وہ نکلنا دشوار ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس وقت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ دماغ میں خرابی ہے۔ محنت زیادہ کی ہے دماغ پر اثر ہے۔ اگر کھود کرید نہ کروں کیسے پتہ چلے۔ جاؤ رخصت۔ میں مرید نہ کروں گا۔ عرض کیا کہ چاہے حضرت مجھ کو جان سے مار دیں میں بغیر مرید ہوئے نہ جاؤں گا فرمایا کہ زبردستی مرید ہوگے۔ عرض کیا کہ جی۔ فرمایا اچھا میں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔ وطن واپس ہو جاؤ اور وہاں سے خط لکھو جو مناسب ہوگا جواب دیا جائے گا۔ عرض کیا کہ ابھی مرید کر لو۔ فرمایا کہ کیا پیر کے حکم کے خلاف بھی کیا کرتے ہیں۔ عرض کیا کہ نہیں۔

فرمایا تو پھر ہم جو حکم کریں وہ کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ تمہارے گاؤں میں کوئی طبیب ہیں۔ عرض کیا کہ ہیں فرمایا ان کو نبض دکھلا کر نسخہ پینا۔ جب طبیب کہہ دے کہ اب تم اچھے ہو گئے اس وقت مجھ کو خط لکھنا اس سے پہلے نہ لکھنا۔ پھر دریافت فرمایا کہ جو میں نے کہا اس کو سمجھ گئے عرض کیا کہ جی سمجھ گیا۔ خلاف تو نہیں کرو گے عرض کیا کہ نہیں وطن کب جاؤ گے۔ عرض کیا کہ کل جاؤں گا آج ہی یہاں تم کو کسی طبیب کو دکھلا دیں۔ عرض کیا کہ بہت اچھا۔ ایک شخص کے ساتھ طبیب کے یہاں بھیج دیا اور نسخہ لا کر کھلانے کو فرمایا اور یہ نسخہ کے دام میں دوں گا جو حضرات۔ حضرت والا کے مسلک پر معترض ہیں وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں کہ کیا اسی کو بد خلقی اور سختی کہتے ہیں۔ معذور سمجھ کر ایک دم ترحم کا برتاؤ شروع فرما دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ معترض خواہ مخواہ برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ احقر جامع ۱۲ منہ)

(۸۸) سب پیروں اور مولویوں کا وقایہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسمی اور دکاندار مکار پیروں نے لوگوں کو خراب اور برباد کر دیا۔ لمبے چوڑے وظیفہ بتلا دیتے ہیں نہ اخلاق کی اصلاح ہے نہ اعمال کی۔ اب میں ایک اکیلا کہاں تک تیر چلاؤں اور کسی جگہ تو روک ٹوک کا نام و نشان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہی سب کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ میں سب مولویوں اور پیروں کا وقایہ ہوں کہ بدنام میں ہوتا ہوں اور راحت سب کو پہنچتی ہے۔

(۸۹) گورنمنٹ کے قانون کا حاصل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قانون سے لوگ گھبراتے ہیں مگر قانون تو آزاد منش ہی لوگوں کے واسطے ہے۔ اگر قانون نہ ہو تو عالم میں فساد اور خون ریزی برپا ہو جائے گورنمنٹ کے قانون کا حاصل یہی ہے اب اگر تمام بد معاش چور ڈکیت جمع ہو کر کمیٹی کریں اور اس میں رزولیوشن پاس کریں کہ یہ تعزیرات ہند کی دفعہ اور اصول و قواعد نہایت سخت ہیں ان کو نکال دیا جائے تو کیا جواب ملے گا جو وہاں سے جواب ملے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔

(۹۰) نصف سلوک

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ کوئی بات ایسی نہ کرے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت پہنچے۔ یہ نصف سلوک بلکہ ایک معنے میں کل سلوک ہے۔

(۹۱) ہر چیز کو زوال ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکومت ہی کی کیا تخصیص ہے ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے چاہے وہ حکومت ہو یا قوت اور شجاعت ہو مال ہو عزت ہو جاہ ہو علم ہو عمل ہو فضل ہو کمال ہو۔ اور وجہ یہ ہے کہ یہ شخص اس کو اپنا کمال سمجھنے لگے۔ عطیہ خداوندی نہ سمجھے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس کو اپنا کمال سمجھ کر اس میں حقوق کی طرف نظر نہیں رہتی اسی لئے اس امانت سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کل ہمارے پاس سب کچھ تھا آج کچھ بھی نہیں۔

(۹۲) مختلف بزرگوں سے ملنا مناسب نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی آج کل بعض لوگوں کا طریقہ ہو گیا ہے کہ مختلف بزرگوں سے ملتے پھرتے ہیں اس سے حالت میں گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ غالباً سامعین کے نزدیک یہ ایک نئی بات مگر ہے تجربہ کی۔ میں اپنے دوستوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔

(۹۳) خود کو افضل سمجھنا ناجائز

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی عالم کو اس جاہل کے مقابلہ میں اپنے کو اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل سمجھنا جائز نہیں جیسے ایک شخص کو پندرہ پارہ یاد ہیں۔ اور پچاس جگہ بھولتا ہے۔ اور ہم کو سارا قرآن شریف یاد ہے اور پچاس برس تک بھی پچاس جگہ نہیں بھولے تو اکمل تو سمجھیں گے افضل نہ سمجھیں گے اور اس کو اکمل سمجھنا ناجائز اور اپنے کو افضل سمجھنا ناجائز۔

(۹۴) حضرت حاجی صاحب کی عجیب تواضع

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کیا کوئی اس بات پر ناز کرے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی مشائخ میں سے ملاقات کے لئے آتے اور حضرت

کے کملات کی تعریف کرتے ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں کی ستاری ہے کہ اہل نظر کی نظر سے بھی میرے عیوب چھپا رکھے ہیں۔ (سبحان اللہ کیا تواضع ہے)

(۹۵) اللہ کا نام لینے میں برکت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جو منع کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ کہ مزاج کا اختلاف طبائع کا اختلاف وجوہ تربیت کا اختلاف یہ تو سب میں ہوتا ہے حتی کہ اہل حق میں بھی۔ اسی لئے طالب تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے سب سے منع کرتا ہوں۔

(۹۶) مختلف بزرگوں سے نہ ملنے میں حکمت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے ایسی شرارتیں کہاں تھیں۔ بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ذاکر شاغل نیک نیت ہوتے تھے اللہ کے نام لینے کی برکت سے قلب میں رقت انکسار عاجزی فنا تواضع ہوتی تھی۔ علماء اہل حق سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے ان کے قلوب میں علماء کی وقعت عظمت ادب و احترام ہوتا تھا کبھی ان کے سامنے قیل و قال نہ کرتے تھے۔ اور اب تو نہ ذکر ہے نہ شغل نہ تواضع نہ ادب غرض تدین نہیں۔ فساق فجار تک ہو جاتے ہیں کبائر تک میں ابتلاء ہو جاتے ہیں اور پھر صوفی درویش بنے ہوئے ہیں۔ اور جو اہل ادب ہوتے تھے اہل حق بھی حدود کے اندر ان کی رعایت کرتے تھے۔ چنانچہ خود وطن ہی میں جامع مسجد میں میرا بیان ہوا کرتا تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس مجمع میں ایک ڈھولک یار بدعتی آیا کرتا ہے ذرا اس کی خبر لیجئے۔ میں نے کہا کہ میں خبر لیا نہیں کرتا خبر دیا کرتا ہوں۔ اور میں نے کبھی اس کے اس مسلک سے تصریحاً تعرض نہیں کیا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بخود اس کی اصلاح ہو گئی۔

کیم جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دو شنبہ

(۹۷) مدارس میں کمیشن پر سفر

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن پر (یعنی

آمدنی کا ایک حصہ نسبت سے) سفیر رکھے جائیں یہ جائز ہے۔ فرمایا کہ شرط فاسد ہے مگر بکثرت مدارس والے اس بلا میں مبتلاء ہیں۔ جائز ناجائز کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی لئے ثمرات و برکات بھی ویسے ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ نہ اساتذہ کو طلبہ پر شفقت اور محبت ہے نہ طلبہ کو اساتذہ کا ادب و احترام ہے نہ ظاہرا" ان پر علم کی شان معلوم ہوتی ہے اور نہ باطنا" ان میں اس کا اثر ہے۔ یہ سب غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول لگ رہے ہیں۔ اسی طرح چندوں میں قطعا" احتیاط نہیں کہ وصول کرنے والے کیسی رقم وصول کر کے لائے۔ نہ تحقیق نہ تفتیش وہ وصول کر کے لے آئے مدرسہ والوں نے داخل کر لیا کوئی پوچھتا نہیں مگر بعض بندے اللہ کے محتاط بھی ہیں۔ میں تو ہر طرح ان پر ہر صورت سے اہل مدارس کو آگاہ کر چکا مگر کون سنتا ہے۔

(۹۸) چندہ وصول کرنا بھی ایک فن ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلوم نہیں کہ ان اہل باطل کو کوئی سحر یاد ہے کہ بہت جلد لوگوں کو راضی کر لیتے ہیں اور موٹی موٹی رقمیں اینٹھ لیتے ہیں۔ دوسروں سے پیسہ وصول کرنا یہ بھی ایک مستقل فن ہو گیا ہے کہ دوسرے کے ہاتھ یا جیب سے پیسہ نکال لیا جائے اور تعجب ہے کہ لوگ بھی ایسوں ہی کو دیتے ہیں۔ سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر نفوس پہلے سے ہی نفسانی باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ذرا سہارا ملا فورا" مائل ہو گئے۔ نیز ایک بڑا سبب ان کی چاپلوسی اور خوشامد بھی ہے۔ چندہ دینے والے کی اخباروں میں جلسوں میں اشتہاروں میں مدح سرائی کی جاتی ہے۔ ایسے مدارس سے دین کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ یہ لوگ کبھی حق اور صاف بات نہیں کہہ سکتے اسی لئے کہ چندہ دینے والوں کی ان کو ہر وقت دلجوئی کا خیال رہتا ہے۔

(۹۹) علم اور فن میں فرق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نام کو تو علم بظاہر ترقی کرتا ہوا معلوم ہو رہا ہے مگر حقیقت میں جہل ترقی کر رہا ہے۔ مثلا" انگریزی وغیرہ ہیں کیا وہ بھی کوئی علوم ہیں۔ محض نام ہے حقیقت علم کی نہیں۔ اور غیر قوموں میں تو کبھی علوم ہوئے ہی نہیں۔ علوم ہمیشہ مسلمانوں میں رہے اور اب بھی اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے علوم کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے باقی یہ ایجادات وغیرہ سو ان کو علم سے کیا تعلق یہ تو صنعت و حرفت ہے۔ بس مادیات میں کچھ ترقی کر لی۔ باقی علوم سے اب بھی بالکل کورے ہیں۔ ایک حکایت

ہے کہ انگریز جنٹ کی پیشی میں ایک مسلمان پیش کار تھا ان پیش کار کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی صاحب مہمان ہوئے وہ انگریز ذرا علم دوست تھا اس لئے انہوں نے اس سے ذکر کر دیا کہ میرے ایک عزیز مولوی صاحب میرے یہاں مہمان آئے ہیں۔ اس انگریز نے کہا کہ ہم بھی مولوی صاحب سے ملاقات کو گئے بڑے ادب سے پیش آیا۔ بڑا احترام کیا اور مولوی صاحب سے کوئی سوال کرنے کی اجازت چاہی اور اجازت کے بعد پوچھا کہ مولوی صاحب گنگ۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ سنگ بس اسی پر ملاقات ختم ہو گئی یہ اٹھ کر چلے آئے جب پیش کار مکان پر آئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ کس مہمل کے پاس لے گئے تھے پیش کار نے کہا کہ آپ یہ کہتے ہیں اور وہ آپ کے علم کی تعریف کر رہا ہے کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ گنگ دریا کہاں سے نکلا اس نے جواب دیا پہاڑوں سے مولوی صاحب جغرافیہ بھی جانتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا تو اس طرف ذہن بھی نہیں گیا اس نے ایک بیہودہ بات کہی کہ گنگ میں نے قافیہ ملا دیا کہ سنگ۔ بس یہ ان لوگوں کے علوم ہیں

(۱۰۰) عورتوں کو کثیرالحیاء ہونے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرد تو قلیل الحیاء ہوتے ہی ہیں لیکن عورتوں کو تو کثیرالحیاء ہونا چاہیے۔ یہ کیسے بے پردگی پر راضی ہو گئیں۔ ایک نام کی اسلامی حکومت کے قانون میں جو ان عورتوں کو پردہ کرنا جرم ہے اور ساٹھ برس کی عورت کو پردہ کی اجازت ہے۔ مجھ کو یہ روایت سن کر تعجب تھا کہ یہ الٹی بات ہے۔ ایک ظریف مولوی صاحب پنجاب کے میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے میرے تعجب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اس میں ایک حکمت ہے وہ یہ کہ بے پردگی سے مقصود تو یہ ہے کہ عورتوں کو دیکھ کر لطف آئے تو ساٹھ برس کی بڑھیا عورت کو دیکھ کر کیا خاک لطف آئے گا بلکہ الٹا تکدر ہو گا اسی لئے اس کو تو قانوناً پردہ کی اجازت دی اور جوان عورت کو دیکھ کر لطف آئے گا حظ ہو گا اس کے لئے پردہ کو جرم قرار دیا۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا مگر راوی سے حقیقت اس کی یہ معلوم ہوئی کہ بڑی عمر کی عورت کو چونکہ پہلے سے عادت پردہ کی ہے تو اس کے خلاف پر اس کو گرانی ہو گی تکلیف ہو گی اور نوجوان عورتوں کو بے پردہ ہونے پر گرانی نہ ہو گی اس لئے ایسا قانون وضع کیا گیا۔ یہ اسلامی حکومتیں ہیں جن کا احکام

اسلام کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو دوسروں سے اسلام اور احکام اسلام کی عزت کی کیا توقع رکھی جاوے جب کہ خود احکام اسلام کی اس طرح پامالی کرتے ہیں۔ سن سن کر بہت افسوس اور صدمہ ہوتا ہے"۔

(۱۰۱) تعویذ گنڈہ بھی مستقل فن ہے

ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ یہ ذرا دور اور بوڑھے تھے۔ حضرت والا نے ایک صاحب سے جو مجلس میں بیٹھے تھے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اس قسم کے امراض کا تعویذ گنڈا نہیں جانتا نہ میں عامل ہوں۔ ہاں برکت کے لئے جو جی میں آئے گا لکھ دوں گا اگر منظور ہو تو زبان سے کہیں لکھ دوں۔ عرض کیا کہ لکھ دیجئے۔ فرمایا یہ بھی ان سے کہہ دو کہ اگر خدانخواستہ نفع نہ ہوا (اور خدا کرے نفع ہو) تو پھر مجھ سے نہ کہنا کہ کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ اس کام کے لئے میرے پاس دوبارہ آنا کبھی مجھ کو ٹھیکیدار نہ سمجھو۔ یہ کام تو عاملوں کا ہے کہ ایک تعویذ سے آرام نہیں ہوا تو اس کی جگہ دوسرا لکھ دیا۔ دوسرے کا اثر نہ ہوا تو تیسرا لکھ دیا۔ ان کے یہاں ایک ایک مرض کے کئی کئی عمل ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک مستقل فن ہے۔ بعضے لوگ اس کو باقاعدہ حاصل کرتے ہیں مگر مجھ کو کبھی اس سے مناسبت ہوئی نہیں۔ اور یہ جو کچھ بھی لکھ دیتا ہوں محض حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرمانے کی بناء پر ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی آیا کرے تو جو جی میں آئے اللہ کا نام لکھ دیا کرنا ورنہ مجھ کو تو اس سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک ضرر اس میں یہ ہے کہ اس میں پڑ کر آدمی ضروری کاموں سے رہ جاتا ہے کیونکہ شہرت اور ہجوم اس کے لوازم سے ہے پھر اور کام کہاں۔ پھر فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ جو میں نے کہا وہ اچھی طرح سن لیا اور سمجھ لیا۔ عرض کیا کہ جی سن لیا اور سمجھ لیا اس کے بعد ایک تعویذ لکھ کر دے دیا وہ شخص لے کر چلے گئے۔ اس پر فرمایا کہ میں اس لئے کہہ دیتا ہوں کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔ میں ہر بات میں یہ چاہتا ہوں کہ صفائی ہو الجھن نہ ہو دھوکا نہ ہو۔ ایک یہ چاہتا ہوں کہ پوری بات ہو ادھوری نہ ہو مگر چونکہ آج کل لوگوں کی عادت اس کے برعکس ہے یہی میری لڑائی ہے اس پر روک ٹوک کرتا ہوں آدمیت انسانیت سکھلاتا ہوں لوگ برا مانتے ہیں۔

(۱۰۲) انگریز اور ہندو دونوں کا فرق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ کفار سے استخلاص وطن ضروری ہے۔ مجھ سے ایک صاحب نے اس کو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر یہ کون سی کتاب میں ہے کہ کفار سے مراد ایک ہی قوم ہے۔ دوسری قوم تو بہت پکے مسلمان ہیں ان سے تو استخلاص وطن ضروری ہی نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں پہلی قوم سے زیادہ دشمن اسلام اور مسلمانوں کی دوسری قوم ہے اس پر معترضین کہتے ہیں کہ یہ عدد میں کم ہیں پہلے ان سے فارغ ہو جائیں میں نے کہا کہ جب دوسری قوم زائد ہیں اور ہیں زیادہ دشمن اس لئے سب مل کر ان کو کمزور کریں تو اس میں نفع کی صورت ہے اور اگر پہلی قوم نکل گئی تو پھر دوسری قوم کی قوت بڑھ جائے گی اور ہیں یہ زیادہ دشمن اس لئے اس صورت میں زیادہ خطرہ ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ باوجود پوری قوت نہ ہونے کے اور ایک قوم کی ان کے سر پر حکومت ہونے کے آئے دن مسلمانوں کے ساتھ ناگوار برتاؤ کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان سے کیا بھلائی کی امید ہو سکتی ہے مگر مسلمان ہیں کہ آنکھیں بند کر کے بے ہوشی کے سے عالم میں چلے جا رہے ہیں اور ان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ سفید سے کالا زہریلا ہوتا ہے اس کا ڈسا ہوا پانی نہیں مانگتا۔ پانی کیا مانگتا خود ہی پانی ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کا ایک قوم سے بھاگنا اور دوسری قوم کی بغل میں جا کر گھسنا اس کا مصداق ہے کہ فر من المطر و قر تحت المیزاب یعنی بارش سے تو بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا یہ کونسی عقلمندی کی بات ہے حق تعالیٰ فہم سلیم اور عقل کامل مسلمانوں کو نصیب فرمائیں۔

(۱۰۴) شیعوں میں فرقے نہ بننے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے سامنے دو مولوی صاحبوں میں آپس میں گفتگو ہوئی ایک نے تو انگریزوں کی زیادہ برائی بیان کی دوسرے نے ہندوؤں کی زیادہ برائی بیان کی۔ جنہوں نے انگریزوں کی زیادہ برائی بیان کی تھی انہوں نے کہا کہ یہ ہندو بھی انگریزوں ہی کے بہکائے ہوئے ہیں اس لئے مسلمانوں سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں دوسرے نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو انگریز بھی شیطان کے بہکائے ہوئے ہیں ان کا بھی کوئی قصور نہیں بس تو آج سے انگریزوں کو بھی برا مت کہنا جو کچھ کہنا ہو شیطان کو کہنا۔ یہ مولوی صاحب ماشاء اللہ بڑے ذہین اور تیز ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شیعی نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آج یہ جس قدر نئے فرقے بنتے

ہیں یہ سب سینوں میں سے بنتے ہیں آپ نے شیعوں میں سے کوئی فرقہ باطلہ بنتے نہ دیکھا ہوگا انہوں نے اس شیعی کو جواب دیا کہ بنتے دیکھنا تو کیا معنے سنا بھی نہیں یہ تو واقعہ ہے جو بالکل صحیح ہے جس کو آپ نے بیان کیا مگر اس کی وجہ جناب کو غالباً معلوم نہیں وہ مجھ کو معلوم ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ کو تسلیم ہوگا کہ شیطان اپنا وقت بے کار نہیں کھوتا پھرتا جو اس کا فرض منصبی ہے شب و روز اس کی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ شیعی نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے انہوں نے کہا کہ تو اب سنئے کہ شیطان شیعوں کو تو انتہائے مرکز گمراہی پر پہنچا چکا ہے اور اس سے آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اس لئے ان کو اور کہاں لے جائے۔ باقی سینوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے رات دن ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے اس کو بہکا دیا اس کو بہکا دیا وہ شیعی بے چارا مبہوت رہ گیا کوئی جواب نہ بن پڑا۔

(۱۰۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی بے نفسی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو اپنے حضرات کی شان اور ان کی حق پرستی اور بے نفسی دیکھی ایسا کسی کو بھی نہ دیکھا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جس وقت مالٹا سے دیوبند تشریف لائے تو میں بھی حضرت سے بغرض زیارت دیوبند حاضر ہوا حضرت نے بڑا ہی شفقت کا برتاؤ فرمایا وہ باتیں اس وقت یاد آتی ہیں اور ان حضرات کو نظریں ڈھونڈتی ہیں۔ اسی وقت جب کہ میں دیوبند ہی تھا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ اس وقت اشرف علی یہاں موجود ہے۔ حضرت اپنی زبان سے کچھ فرمادیں تاکہ مسائل حاضرہ میں یہ اختلاف کی صورت ختم ہو جائے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے وہ میرے سامنے کچھ نہ بولے گا۔ میرے کہنے سے اس کو تنگی اور تکلیف ہوگی اور کہنے سننے اور گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی۔ رائے واقعات سے بدلا کرتی ہے جب وہ واقعات سمجھ لیں گے تو خود ہی رجوع کرلیں گے کیا ٹھکانا ہے حضرت کی اس شفقت کا اور شان تحقیق کا۔ کہاں ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے والے اور محبت کا دعوی کرنے والے وہ حضرت کی شان ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت ہی کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے مجھ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت کے کان میں وہ الفاظ پڑ گئے۔ حضرت نے سب کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم ایسے شخص کی شان میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جس کو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ یہ الفاظ

نقل کرتے ہوئے حجاب ہوتا ہے یہ الفاظ میری ذات سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہیں محض حضرت کی شفقت اور محبت ہی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ یہ حضرت کا اپنے چھوٹوں کے ساتھ برتاؤ تھا۔ اب دعویٰ تو کرتے ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کا مگر حضرت جیسا حوصلہ تو پیدا کر لیں۔ بقول مشہور اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی فرمایا کہ حضرت کے ایک خاص معتقد اور معتمد مولوی صاحب مجھ سے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ مرض الموت میں جب حضرت دہلی میں تھے اختلافات کی خبریں کانوں میں پڑیں تو حضرت نے فرمایا کہ لاؤ پھر میں ہی کچھ اپنی راؤں سے ہٹ جاؤں یہ اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ سو اگر حضرت میرے اختلاف کو باطل سمجھتے اور حضرت کو ان سے ناگواری ہوتی تو اپنے مسلک اور مشرب کی نسبت کیسے فرما سکتے تھے کہ لاؤ میں ہی کچھ اپنی راؤں سے ہٹ جاؤں یہ حضرت کا فرمانا بتلا رہا ہے کہ حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے اچھی طرح پر واقف تھے۔ ایک بار حضرت نے اس کی نسبت فرما دیا تھا کہ کیا میرے پاس کوئی وحی آتی ہے یہ محض میری رائے ہے اس طرح اس کی بھی ایک رائے ہے تو یہ حضرات تو ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنے والے تھے اب تو اتباع کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور میں تو ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا کو ان لوگوں نے پہچانا ہی نہیں اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ حضرت جیسی ہستی اب کہاں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(۱۰۵) بزرگوں کا متبع کون ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک واقعہ اور بھی اسی سفر کا ہے جس وقت حضرت مالٹا سے تشریف لائے تھے تو ایک مولوی صاحب جو ذرا بے تکلف ہیں مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر بھی ہے کہ غدر میں آپ کے بزرگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ جی ہاں خبر ہے اور ایک بات کی اور بھی خبر ہے وہ یہ کہ بعد میں بیٹھ بھی گئے تھے تو تم منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر۔ آخری قول اور فعل حجت ہوا کرتا ہے تو آخر فعل اپنے بزرگوں کا بیٹھ جانا ہی ہے تو اب بتلاؤ کہ بزرگوں کے متبع تم ہوئے یا میں اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

(۱۰۶) حضرت شیخ الہند کی ایک عجیب بات

ایک سلسلہ گفتگو میں اپنے حضرات کے اخلاق حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت

مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ دیو بندی میں علاوہ اور کمالات کے ایک عجیب بات یہ تھی کہ امراء سے ذرہ برابر دلچسپی نہ تھی۔ جب تک کوئی امیر پاس بیٹھا رہتا اس وقت تک حضرت کے قلب پر انقباض رہتا ورنہ اکثر علماء میں کچھ نہ کچھ مدارات امراء کی ضرور ہوتی ہیں۔

امیر شاہ خان صاحب راوی ہیں کہ نواب یوسف علی خاں صاحب کو میں بعضے بزرگوں کی طرف زیادہ متوجہ کرتا تھا مگر ان کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف زیادہ میلان تھا۔ میں نے ایک روز نواب صاحب سے دریافت کیا کہ میں آپ کو اور بزرگوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور تم حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف مائل ہو اس کی خاص وجہ کیا ہے نواب صاحب نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اور جگہ جو میں جاتا ہوں تو میرے جانے سے خوش ہوتے ہیں بہت زیادہ خاطر تواضع کرتے ہیں مدارات کرتے ہیں اور مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاتا ہوں تو مولانا مجھ سے طبعاً" ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کسی کو مانس گند آتی ہو تو میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں دین ہے اور خالص دین ہے دنیا بالکل نہیں۔ اس وجہ سے میں مولانا کا زیادہ معتقد ہوں۔ عجیب بات فرمائی۔ نواب کیا تھے درویش تھے بلکہ یہ بات تو ان میں بھی نہیں جو مدعی صوفیت کے ہیں۔ دیکھئے پہلے امراء ایسے ہوتے تھے کہ جو مخلص کہلائے جانے کے قابل ہیں گو وہ مفلس نہ تھے مگر مخلص تھے۔

یکم جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(۱۰۷) تبلیغ ایک حکیمانہ کام ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تبلیغ کا کام بھی ایک حکیمانہ کام ہے ہر شخص اس کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس میں بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے کہ کس محل میں کیا اور کس عنوان سے کہنا چاہئے۔ ایک صاحب سرکاری عہدہ دار ہیں وہ اکثر میرے پاس آتے جاتے تھے سونے کی انگوٹھی پہنے ہوتے تھے میں نے ان کو کبھی نہیں ٹوکا ایک روز انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی اس روز مجھ کو خیال ہوا کہ مجھ کو حق ہے ان کو اس پر مطلع کرنے کا میں نے بیعت کر لیا۔ بعد بیعت کے ارادہ ہی تھا کہ انگوٹھی سے متعلق ان سے کہوں گا انہوں نے

بیعت ہوتے ہی انگوٹھی اتار کر مجھ کو دی کہ اس کو کسی مناسب مصرف میں صرف کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ اگر اس کو اپنے گھر والوں کو دے دیں تو کوئی حرج نہیں آپ کو تو پہننا جائز نہیں مگر گھر کی عورتیں پہن سکتی ہیں کہا کہ نہیں بہت دنوں تک معصیت میں مبتلا رہا اب اس کا کفارہ یہی ہے۔ دیکھئے کسی کے قلب کی حالت کی کسی کو کیا خبر کیسا خالص عمل کیا۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ ایسے لوگوں سے اپنا تعلق ہو کہ جن کی رگ و پے میں دین کی عظمت اور محبت ہو گو ظاہر میں اس کا گمان نہ ہو میں اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ کیا کسی کو کوئی نظر تحقیر سے دیکھ سکتا ہے۔ نہ معلوم خدا کے ساتھ اس کا کیا تعلق اور کیا معاملہ ہے اس لئے عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہئے البتہ معاصی سے ہونا چاہئے۔ بعض اوقات ایک سیکنڈ اور ایک منٹ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔ صد سالہ کافر اور بت پرست پلک جھپکنے میں مومن صادق اور مومن کامل ہو جاتا ہے کیا خبر ہے کسی کے قلب میں کیا آگ بھری ہے اور دوسروں کی کیا خبر ہوتی اپنی ہی خبر نہیں اس لئے کبھی انسان اپنی کسی چیز پر ناز نہ کرے اور ناز کی ہے ہی کون سی چیز سب ان کی رحمت اور عطاء ہے۔ بس ہمیشہ نیاز پیدا کرنے کی سعی اور کوشش میں لگا رہنا چاہئے ایسے ہی ناز کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔

چوں نداری گرد بدخوئی مگرد	نازرا روئے بباید ہمچو ورد
زشت باشد روئے نازیباؤ ناز	عیب باشد چشم نابینا و باز

(۱۰۸) بدعتی کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان اطراف میں اپنے بزرگوں کی برکت کی بدولت بڑا امن ہے۔ یہاں سے باہر جا کر پتہ چلتا ہے کہ چہار طرف گمراہ اور مکار لوگوں کے ہاتھ میں ایک مخلوق پھنسی ہوئی ہے اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کی غرض سے ان میں حقائق کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ باقی اس طرف تو اللہ تعالیٰ اتنا فرق ہے کہ جن مشائخ کو ہمارے علماء بدعتی کہتے ہیں وہ دوسری جگہ وہابی کہلاتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں کے بدعتی اور جگہ جا کر وہابی کہلاتے ہیں اسی اطراف میں ایک شاہ صاحب جو بہت بڑے مشائخ میں سے مشہور ہیں۔ بڑے بڑے لوگ ان کے مرید ہیں مگر انہوں نے اپنے گھر والوں کو مجھ سے بیعت کرایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ تو خود پیر ہیں پھر ان سے بیعت کرانے

کی کونسی ضرورت تھی تو پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ہم تو اس کے پیر ہیں۔ اصل پیر تو یہی لوگ ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ڈھولک اور ستار کے سننے والے قوالیوں کے شیدائی ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو بدعتی نہ کہو ان کے عمل میں کوتاہی ہے بدعتی اسے کہتے ہیں کہ جس کے عقیدہ میں خرابی ہو ان کے عقیدہ میں خرابی نہیں۔ تو ان اضلاع یعنی مظفر نگر سہارنپور وغیرہ میں جو اس قسم کے لوگ ہیں ان میں گمراہی کا وہ رنگ نہیں جو اور جگہ کے بدعتیوں میں ہے۔ ان لوگوں کے قلوب میں علم اور اہل علم کی عظمت اور محبت ہے اور یہ سب اپنے پہلے بزرگوں کا اثر اور ان کی برکت ہے۔

(۱۰۹) تبلیغ کی اقسام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں تبلیغ کرنا ایک مستحب فعل ہے اور جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں فرض ہے۔ پہلے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ پیرجیوں کے متعلق وعظ فرمایا کرتے تھے آخر میں آکر جب تبلیغ ہو چکی وعظ فرمانا بند کر دیا تھا اس پر پیرزادوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ دیکھو مولانا نے وعظ فرمانا بند کر دیا۔ اس پر ان ہی سے ایک صاحب نے کہا کہ تم پیرزادوں پر بڑا احسان کیا کہ وعظ بند فرمادیا پوچھا کیا احسان کیا کہا کہ اب جو مبتلا ہو یہ محض معصیت ہی ہے اور وعظ سن کر مخالفت کرنے میں اندیشہ کفر کا تھا تو تم کو مولانا نے کفر سے بچالیا اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہوگا اور یہ حال تو اس طرف کے مشائخ اور پیرجیوں کا ہے جو زیادہ بعید نہیں کیونکہ پھر دین والے کہلاتے ہیں۔ اس طرف کے تو سلاطین دوسری جگہوں کے سلاطین سے بہتر تھے۔ مثلاً" اودھ وغیرہ کے سلاطین سے دہلی کے سلاطین ہر طرح پر بہتر اور غنیمت تھے میں ان اطراف کو جس میں دہلی بھی داخل ہے دار الایمان والامان کہا کرتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ یہی نواح ایسی ہے کہ اس میں بڑے بڑے اکابر اور بزرگان دین گزرے ہیں۔ اس کا کھلا مشاہدہ یہ ہے کہ لکھنؤ میں جا کر مساجد کی حالت دیکھئے کہ ویران ہیں نہ چٹائی ہے نہ لوٹا نہ غسل خانہ نہ حمام نہ سردیوں میں گرم پانی کا انتظام غرض کہ کوئی اہتمام ہی نہیں اور دہلی میں جا کر دیکھئے کہ کس قدر مساجد ہیں اور کیا کیا انتظام اور اہتمام ہیں اور دہلی تو بڑی چیز ہے چھوٹے چھوٹے قصبات اور گاؤں ہیں اور ان میں بھی جن محلوں میں بے چارے غرباء آباد ہیں وہاں بھی ہر طرح کی مساجد میں انتظام اور اہتمام موجود ہے۔ یہ سب بزرگوں اور سلاطین ہی کے

برکات اور ثمرات ہیں- باوجود اس کے کہ مالی حیثیت میں اس طرف کے لوگ بہت زیادہ کمزور ہیں اور دوسری اطراف کےلوگ مالی قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں مگر پھر تعجب ہے کہ دوسری اطراف کے سلاطین اپنی عیش و عشرت میں ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کرتے تھے مگر دینی کاموں کی طرف بالکل التفات نہ تھا- بہرحال اس نواح میں دین کے اعتبار سے اس وقت تک بڑا امن ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے باقی رکھیں اور دوسری جگہ کے مسمانوں کو بھی دین پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں-

(۱۱۰) ایک نئے فتنے کا آغاز

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک فتنہ ختم ہونے نہیں پاتا کہ دوسرے کا آغاز ہو جاتا ہے آج کل ایک نیا فتنہ شروع ہوا ہے جس کا تعلق مرض جاہ سے ہے وہ فتنہ بعض قوموں کا اپنے حسب اور نسب کو بدل دینا ہے کوئی اپنے کو قریش کہتا ہے کوئی انصاری کوئی زبیری-- یہ ایک مرض عام پیدا ہو گیا ہے- یہ مساوات کا عجیب سبق نکلا ہے- جاہلوں کی جو بات بھی ہوتی ہے نرالی ہی ہوتی ہے- ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں سوال تھا کہ تمام دنیا کی قوموں میں مساوات ہے یا نہیں اچھی طرح سوال یاد نہیں رہا اسی قسم کا مضمون تھا میں نے جواب میں لکھا کہ احکام دنیا میں یا احکام آخرت میں- بس ختم ہو گئے- اسی سلسلہ میں فرمایا کہ کابل سے ایک شخص پشاور آیا وہ تھا تو جولاہا لیکن لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ میں پٹھان ہوں کوئی وجہ لوگوں کے پاس تکذیب کی نہ تھی- پھر اتفاق سے ایک پٹھان آئے ان کو یہ قصہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے اپنے آپ کو پٹھان بتلایا ہے ان سے جو لوگوں نے پوچھا انہوں نے سوچا کہ میں پٹھان بتلاتا ہوں تو اس کے برابر سمجھا جاؤں گا اس لئے کہا کہ میں سید ہوں- پھر ایک سید آئے ان کو یہ قصہ معلوم ہوا لوگوں نے اس سے پوچھا انہوں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں- لوگوں نے کہا یہ کیا خدا کا بیٹا کیا معنے- کہا کہ جہاں جولاہا پٹھان بن سکتا ہے اور پٹھان سید تو اگر سید خدا کا بیٹا بن جاوے تو کیا تعجب ہے- غرض یہ کہ ایک نئے فتنہ کا آغاز ہوا ہے اور قطع نظر معصیت کے ویسے بھی تو غیرت کی بات ہے کہ اپنی نسبت دوسرے آبا کی طرف کی جاوے- اس میں کون سی عزت کی بات ہے- سوائے اس کے کہ انجام ذلت ہو- اور اصطلاحی شرفاء پر ان کی بد گمانی ہے- کہ وہ ان کی تحقیر کرتے ہیں اہل کمال کی سب تعظیم ہی کرتے ہیں-

(۱۱۱)ایک بدعتی مولوی صاحب کا حکیم الامت کی حقانیت سے متعلق اعتراف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار جون پور میں وعظ ہوا جس میں بعض اختلافی مسائل پر بھی بیان تھا جو بعض علماء حاضرین کو ناگوار ہوا اور تہذیب کے ساتھ مخالفت کا بھی اظہار کیا۔ میں ادب کے ساتھ جواب دے رہا تھا کہ اسی دوران میں وہاں ہی کے ایک اور مولوی صاحب جو فاضل اور مصنف تھے اور بڑے پیانے میں ان کا طبعی میلان بدعت کی طرف بھی تھا وہ معترض صاحب کے مقابلہ میں آکھڑے ہوئے اور بھرے مجمع میں یہ کہا کہ صاحبو میں مولودیا ہوں قیامیا ہوں لیکن حق وہی ہے جو انہوں نے بیان کیا اور میرے ہی متعلق ان مولوی صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں متکلم۔ مناظرہ صوفی محدث فقیہ اوصاف لکھے حالانکہ یہاں کچھ بھی نہیں۔ محض اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا طفیل ہے۔

(۱۱۲) مخالفین کو دیوبندیوں کی قوت کا علم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے کو ہیچ در ہیچ ناکارہ سمجھتے ہیں۔ مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ بھیڑئے کو اپنی قوت معلوم نہیں۔

(۱۱۳) مصلح کو مشورہ دینے کی مثال

فرمایا کئی روز ہوئے ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ ہیں یہ میرا عقیدہ ہے۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ آج خط آیا ہے پہلا خط بھی ساتھ ہے آج کے خط میں لکھا ہے کہ میں نے ایک اور صاحب سے خط لکھوایا تھا اور ان سے اس عنوان سے کہا تھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال ہے انہوں نے کہا کہ یہ عنوان صحیح نہیں بلکہ اس طرح تعبیر کیا کرتے ہیں جس طرح لکھا گیا وہ لکھے پڑھے شخص ہیں اس لئے میں خاموش ہو گیا ورنہ نہ میرا یہ عقیدہ ہے اور نہ میرے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ اب آئندہ ایسے شخص سے خط لکھوایا کروں گا جو وہاں کا صحبت یافتہ ہو تاکہ گڑبڑ نہ کرے۔ اس پر حضرت

والا نے فرمایا کہ جو لوگ رعایتوں کا مشورہ دیا کرتے ہیں اصل میں وہ بد خواہی کرتے ہیں اگر اس پر مواخذہ نہ کرتا تو وہ لکھنے والا شخص یہ کہتا کہ دیکھا اسی طرح لکھا کرتے ہیں۔ اسی طرح تعبیر کیا کرتے ہیں اور یہی عقیدہ صحیح ہے۔ مصلح کو مشورہ دینا طبیب کو مشورہ دینا ہے جس کا ہر شخص اہل نہیں ہاں مریض کو مشورہ دینا چاہئے کہ طبیب سے رجوع کرے۔

(۱۱۴) نظر کا تعویذ

ایک لڑکے نے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت کے دریافت کرنے پر کہا کہ نظر کا تعویذ چاہئے۔ فرمایا کہ تجھ کو پہلے سے نظر نہ آیا کہ آتے ہی کہہ دیتا کہ نظر کا تعویذ دے دو۔ بدوں کہے کس چیز کا تعویذ دیتا ابھی سے بیہ بد تمیزیاں سیکھ لو۔ بچہ سمجھ کر تعویذ دیئے دیتا ہوں۔ خبردار اگر کبھی آدھی بات کہی۔ جہاں جایا کرتے ہیں پوری بات کیا کرتے ہیں۔

(۱۱۵) آداب مجلس

ایک نووارد شخص حاضر ہوئے اور مصافحہ کے انتظار میں ایسی جگہ بیٹھے جس سے دوسرے مجلس میں بیٹھے ہوئے حضرات کو تکلیف پہنچی۔ حضرت والا نے ان سے مواخذہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان رسموں نے ناس کر دیا اور یہ رسمیں پیرزادوں کی وجہ سے پیدا ہوئیں مجھ کو تو اصول کے خلاف کرنے پر ناگواری ہوتی ہے۔ چاہے وہ معاملہ خلاف اصول میرے ساتھ ہو یا کسی دوسرے کے ساتھ۔ بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کر لیا کچھ ایسی رسمیں بگڑ گئیں کہ اس طرف ذہن ہی نہیں جاتا کہ ہم سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے تم جو بیٹھنے والوں سے بھڑ کر بیٹھ گئے سو اگر کسی سے بے تکلفی ہو اور اس سے مل کر بیٹھ جائے تو یہی خیال ہو کہ وہ گوارا کر لے گا اور جب محض اجنبیت ہے تو خود بھی تو ہمت نہیں ہوتی کہ کسی سے اس طرح مل کر بیٹھ جاوے۔ خدا معلوم کیا بات ہے کہ کسی بات میں بھی تو اصول کا اہتمام نہیں رہا۔ بلکہ اگر کوئی اصول کی تعلیم کرے اس سے ناراض ہوتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آج لوگ اہل وصول سے خوش رہتے ہیں اور اہل اصول سے ناراض۔ کوئی بیٹھا ہوا اینٹھتا رہے مونڈتا رہے اس سے خوش رہتے ہیں ایسا مذاق بگڑا ہے کہ فہم اور عقل کا تو نام ہی نہیں رہا۔ عجب بد فہمی کا بازار گرم ہے۔

۲ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(۱۱۴) مصافحہ میں بدعنوانیاں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو تو بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے مگر آنے والوں کی حرکت کو نہیں دیکھتے کہ یہ آکر کون سے خوش اخلاقی اور نرم گیری کا میرے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ کل بعد جماعت نماز مغرب ایک صاحب دور سے کھڑے ہوئے مجھ کو مصافحہ کے لئے ہاتھ دکھلا رہے تھے۔ میں اس وقت سنتوں کی نیت باندھنے والا تھا اور وہ ان کی کمیٹی اور مشورہ کا وقت تھا اگر ایسا ہی ارزاں مصافحہ ہے تو تھوڑے دنوں میں لوگ کہیں عین نماز میں مصافحہ نہ کرنے لگیں۔ آخر کہاں تک صبر کروں اور کب تک تغیر نہ ہو۔ ایک شخص نے دیوبند میں مسجد کے اندر جب کہ میں نماز پڑھانے کے لئے مصلے کے قریب پہنچ چکا تھا میرا ہاتھ پکڑ کر غالباً" تیسری صف میں لے جا کر مصافحہ کر کے کہا کہ اب جاؤ۔ میرے تو تمام اصول اور قواعد کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کو اصول سمجھ لیجئے قاعدہ سمجھ لیجئے صرف یہی ایک قاعدہ ہے۔ دوسرا کوئی قاعدہ وغیرہ کچھ نہیں تمام اصول اور قواعد اس ہی بات کے لئے ہیں اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے راباکسے کارے نباشد

اس پر مجھ کو بدنام کرتے ہیں اور دوسرے لوگ خود اہل معاملہ سے یک طرفہ روایتیں سن کر حکم لگا دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ یہ اہل معاملہ اپنی حرکات کیوں بیان کرنے لگے وہ تو میری ہی سختی اور مواخذہ کو بیان کرتے ہیں اس پر سننے والے ایک طرفہ بیان سن کر مجھ پر بداخلاقی کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اتنی ذرا سی بات پر اس قدر مواخذہ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے چپکے سے دوسرے کے سوئی چبھو دی اس نے زور سے آہ کی تو کیا اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بھلا تو نہیں مارا تلوار یا چھرا تو نہیں مارا پھر اس آہ واویلا کی کونسی ضرورت ہے۔ معلوم بھی ہے کہ بعض اوقات بڑے ہتھیار کے مارنے سے وہ تکلیف نہیں ہوتی جو چھوٹے سے ہوتی ہے مثلاً سوئی سے جس کا فوراً" ہی اثر محسوس ہوتا ہے اور سوئی تو پھر بڑی چیز ہے۔

پھانس ہی کو دیکھ لو اس کا کیا وجود ہوتا ہے جس کا غور سے دیکھنے کے بعد بھی نظر آنا مشکل

ہی ہوتا ہے' لیکن اس کی چبھن کا اندازہ اسی کو ہوتا ہے جس کے لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات چھوٹی سی بات سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے خصوصاً" اس تصور سے کہ ایسی حرکت کرنے والا بھی اس کو چھوٹا سمجھے۔ اور اس وقت ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حسن عطاء فرمائی ہے اس کو بے چین کرنے کے لئے ایک ذرا سی پھانس یا سوئی کافی ہے باقی جو مفلوج ہیں جن کو کسی چیز کا احساس ہی نہیں اس کا کیا علاج۔

(۱۴۷) دوست کے ستانے پر صبر نہیں ہو سکتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مخالف کے ستانے پر تو صبر ہو سکتا ہے مگر دوست کے ستانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ فلاں خان صاحب نے ہمیشہ گالیاں دیں مگر مجھ پر کبھی ذرا برابر اثر نہیں ہوا مگر جو لوگ محبت کا دعوی کرکے آتے ہیں پھر ایذا پہچاتے ہیں۔ ستاتے ہیں تکلیف دیتے ہیں سو محبت کے ساتھ یہ چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس پر صبر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور پیروں کے یہاں تو بڑا کام مجلس آرائی ہے۔ چوم چاٹ ہے۔ تعظیم و تکریم ہے دست بوسی پالیسی ہے فارغ بیٹھے اور کریں بھی کیا کوئی کام تو ہے نہیں بس یہی شغل ہے۔ یہاں دیکھئے صبح سے کام میں مشغول اب بڑی مشکل سے فراغت نصیب ہوئی وہ بھی جب کہ بڑی عجلت سے کام کیا۔ ایسی حالت میں فضولیات کے لئے فرصت کہاں۔ میں آنے والوں سے چاہتا ہوں کہ اپنی ضروری خدمت لو۔ میرا اور اپنا وقت فضول اور عبث باتوں میں برباد نہ کرو اور نہ مجھ کو ستاؤ۔ اور گو قاعدہ سے مجھ کو حق ہے کہ میں آنے والوں کو اپنا تابع بناؤں مگر میں پھر بھی ایسا نہیں کرتا بلکہ ان کو اور خود اپنے کو بھی اصول صحیحہ کا تابع بناتا ہوں اہل حق اور اہل باطل میں یہ بھی ایک فرق ہے کہ وہ اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور اہل حق کسی کو اپنا غلام نہیں بناتے یہ خود بھی کتاب و سنت کے غلام ہیں اور دوسروں کو بھی کتاب و سنت ہی کا غلام بناتے ہیں۔ اصول صحیحہ کا خود بھی پابند ہوں۔ دوسروں کو بھی پابند کرتا ہوں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا بندہ نہیں بناتا خدا کا بندہ بناتا ہوں جو کچھ میرے پاس ہے اگر کسی کو اس سے زیادہ کی طلب ہو خوشی سے اجازت ہے کہ وہ اور کہیں جائے۔ سو جس شخص کا یہ مذاق ہو اور دوسروں کو اس قدر آزاد رکھے اگر اسی کو کوئی جکڑ بند کرے تو برا معلوم ہو گا ہی۔ فرمایا کہ آزادی پر یاد آیا مولوی شبیر علی میری اولاد ہیں مگر جب مجھ کو ان سے کوئی کام ہوتا ہے تو میں ان

کو نہیں بلاتا خود ان کے پاس جا کر کام بتلاتا ہوں میں چاہتا یہ ہوں کہ میری وجہ سے ذرا برابر کسی کا قلب مشوش نہ ہو اور نہ گرانی ہو۔ جو تنخواہ دار ملازم ہیں ان سے پوچھئے کہ میں ان پر کوئی حکومت کرتا ہوں بشرط یہ کہ وہ اصول کے ماتحت کام کریں۔ البتہ اگر خلاف اصول کرتے ہیں تو پھر سیاست کا برتاؤ کرتا ہوں۔

(۱۱۸) پیروں کا مریدوں سے ذلیل خدمت لینا مذموم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں کہ فرمایا کہ آج کل کے اکثر پیر مریدوں سے اس قدر خدمتیں لیتے ہیں جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور الحمد للہ یہاں تو سب آزاد ہیں۔ یہی جی چاہتا ہے کہ جس کام کے لئے گھر چھوڑا ہے اس کام میں مشغول رہیں اس لئے میں کسی سے خدمت نہیں لیتا۔ اگر کوئی محبت کی وجہ سے خدمت کرتا ہے اس کو منع بھی نہیں کرتا۔ ہاں جو تنخواہ دار ملازم ہیں ان کو منع نہیں کرتا۔ یا جو لوگ پہلے سے بے تکلف ہیں وہ بھی مثل عزیزوں کے ہیں ان کی خدمت سے بھی گرانی نہیں ہوتی۔ باقی اکثر پیر تو ذلیل اس قدر خدمتیں لیتے ہیں۔ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیلدار اپنے پیر سے آلہ آباد ملنے آئے تھے۔ پیر نے کہا کہ پاخانہ میں لوٹا رکھ کر آؤ۔ کیا واہیات ہے۔ کیا خود کے ہاتھ کٹ گئے تھے ایک مسلمان کو بلا ضرورت بدبو میں بھیجنا۔ میں تو کبھی تنخواہ دار ملازم سے بھی یہ کام نہیں لے سکتا اور نہ آج تک بحمد اللہ ایسا کام کسی سے لیا۔

(۱۱۹) انسان بننا مشکل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بکثرت لوگوں نے ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری بنا رکھا ہے۔ چنانچہ بیعت ہی کا مسئلہ ہے اس کو فرض و واجب کے درجہ میں سمجھتے ہیں اور بیعت ہونے کی اور بزرگ بننے کی بڑی کوشش کرتے ہیں۔ اور میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔ بزرگی تو بہت آسان ہے اس لئے کہ اس کا واسطہ تو ایک بہت بڑی زبردست کریم رحیم ذات سے ہے۔ اور انسانیت آدمیت کا تعلق مخلوق سے ہے اس لئے انسان بننا مشکل ہے ایک شاعر نے لکھا ہے۔

شیخ شدی زاہد شدی ولیکن مسلمان نہ شدی

مسلمان نہ شدی سخت جملہ ہے۔ میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے۔

شیخ شدی زاہد شدی ولیکن انسان نہ شدی

اب ٹھیک ہو گیا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آدمیت لحم و شحم پوست نیست آدمیت جز رضائے دوست نیست

(۱۲۰) آجکل تہذیب تعذیب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن کو دین حاصل ہو گیا اور اہل دین کی صحیح معنوں میں صحبت نصیب ہو گئی ان میں تو تہذیب پیدا ہو جاتی ہے ورنہ اس کے پیدا ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہیں اور یہ جو آج کل کے بددینوں کی تہذیب ہے اس کو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ سب تہذیب نہیں تعذیب ہے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۲۱) مانسرہ سے ایک ماسٹر صاحب کا اشکال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تو تعلیم یافتہ انگریزی خوانوں میں اور خصوصاً جو اسکولوں میں ماسٹر یا ٹیچر ہیں عقل کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ کچھ تو اس تعلیم انگریزی کی نحوست پھر بچوں لڑکوں کی صحبت بس عقل رخصت ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب نے جو ماسٹر ہیں مانسرہ سے زمانہ تحریک خلافت میں باوجود یہ کہ مجھ سے بیعت بھی ہیں لکھا تھا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ سب علماء وغیرہ تو تحریکات میں شریک ہیں تمہارے پیر کیوں شریک نہیں۔ میں ان کو کیا جواب دوں۔ میں نے لکھا کہ تمہارے پاس بہت سہل جواب ہے تم یہ کہہ دو کہ میں نے ایسے مہمل پیر کو چھوڑ دیا۔ بدعقلی دیکھئے تعلق تو کرتے ہیں اصرار کے ساتھ پھر شبہات کرتے ہیں۔ اس پر جواب آیا۔ معذرت کرکے معافی چاہی۔ آگے بڑا طویل قصہ ہے میں بیعت کرنے میں اسی وجہ سے تنگی کرتا ہوں اور بہت کمی کے ساتھ بیعت کرتا ہوں کہ کیوں بدفہموں اور بدعقلوں کو بھرتی کیا جاوے کوئی فوج تھوڑا ہی بنانا ہے اور اگر فوج بھی بنانا ہوتی تو ایسے نالائق تو وہاں بھی بے کار ہی ثابت ہوتے۔ دیکھئے فوج میں اگر اندھے لنگڑے لولے آپاہج یا بیوفا بھرتی کرلئے جاویں تو کیا فائدہ جیسے وہاں یہ بے کار ثابت ہوں گے ایسے ہی یہ عقل کے اندھے فہم کے لنگڑے یہاں پر بے کار ہیں کام کے تو اگر ایک دو ہی ہوں وہی کافی ہیں۔

(۱۲۲) رسمی دوکاندار مشائخ کی مذمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسمی مشائخ اور دکاندار پیروں نے اس طریق کو اس قدر گندہ اور ذلیل کیا ہے کہ بعض وقت اس قدر غیرت کا غلبہ ہوتا ہے کہ اس سلسلہ ہی کو بند کر دیا جائے۔

(۱۲۳) حضرت حکیم الامت کا عربی خط کا جواب

ایک عربی خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ عربی بولنے یا لکھنے میں مجھ کو مہارت نہیں کبھی زیادہ لکھنے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا الحمد للہ کا شکر ہے۔ ضرورت بھی بند نہیں ہوتی۔

(۱۲۴) حضرت حاجی صاحب کے چاروں سلسلوں میں بیعت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چاروں سلسلوں میں اس لئے بیعت فرماتے تھے تاکہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر اور بدگمانی بدظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے۔ اس سے حضرت کا محقق ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بہت بزرگوں کو دیکھا مگر جو شان تحقیق اور حدود کی رعایت حضرت کے یہاں دیکھی وہ کسی کے یہاں نہیں دیکھی۔ ہر چیز حضرت کے یہاں اپنی اپنی حد پر رہتی تھی جس چیز کو مضر سمجھا اس کو وہ عملی جامہ پہنایا کہ جڑ ہی اکھیڑ کر پھینک دی اور حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے۔ صرف طرق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے۔ معنون ایک ہے عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرے گا وہ اس طریق میں محروم رہے گا ان کو الگ الگ سمجھنے کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد نے اپنے ایک شاگرد سے جو کہ احول تھا (یعنی بھینگا) ایک چیز اس کو دو نظر آتی کہا کہ دیکھو فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ۔ وہ طاق پر پہنچا تو استاد سے کہا کہ کون سی لاؤں وہاں تو دو رکھی ہیں استاد نے کہا کہ نہیں ایک کو توڑ دے ایک لے آ اس نے جو اٹھا کر توڑی تو دونوں ہی ختم ہو گئیں کیونکہ حقیقت میں وہ دو نہ تھیں ایک ہی تھی صرف اس کو ایک کی دو نظر آئیں تو یہ اس کی نظر کا قصور تھا۔ اسی طرح ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ میں فرماتے ہیں۔

شاہ احول کرد در راہ خدا آں دو دمساز خدائی را جدا

۲ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(۱۲۵) ایک صاحب کو چالیس مواعظ دیکھنے کا مشورہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قریب زمانہ میں پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے ایک مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں عمر کے متعلق لکھا تھا کہ اس وقت میری عمر تقریباً" پینسٹھ سال کی ہے اس لئے جلد از جلد مرید ہونا چاہتا ہوں اور بھی اسی قسم کا مضمون تھا۔ میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ آج ان کا پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ تعجیل کی حد بتلا دی جائے تاکہ میں اس وقت تک کچھ نہ بولوں۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ جب تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو اور بیس مرتبہ خط و کتاب نہ کرلو اور دس بار ملاقات نہ کرلو۔ بس یہی حد ہے۔ فرمایا کہ اگر خلوص اور محبت سے ان کا خیال اس طرف رجوع کرنے کا ہوا ہے تو ان شرائط کو پورا کریں گے یہ سب باتیں تجربہ کے بعد معلوم ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کی نبضیں میں خوب پہچانتا ہوں یہ سب میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ دوسرے ناواقف جو مشورے دیتے ہیں خواہ مخواہ ہانکتے ہیں جھک مارتے ہیں۔ بعضوں کی نسبت اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر یہ شخص کسی دوسری جگہ بیعت کی درخواست کرتے تو یہ سمجھ کر کہ ہمارے مخالف سے ٹوٹ کر آرہے ہیں فوراً" بیعت کرلئے جاتے مگر میں تو جب تک کھوٹا کھرا نہ دیکھ لوں اس وقت تک پاس کو بھی نہیں گزرنے دیتا۔ کوئی دکان تھوڑا ہی جمانا ہے۔ میں تو ایک مثال دیا کرتا ہوں گو بظاہر ہے تو ذرا فحش مگر ہے منطبق وہ یہ کہ رنڈی اور گھرستن میں ایک بڑا فرق یہ ہوتا ہے کہ رنڈی تو ہر قسم کی تدابیر اپنی طرف مائل کرنے کی کرے گی۔ بناؤ سنگار کرے گی۔ چہرہ پر پوڈر ملے گی۔ کپڑے صاف پہنے گی غرض کہ دل لبھانے کی ہر تدبیر کرے گی اور گھرستن خدمت کرے گی۔ ذلت اٹھائے گی مگر زیادہ دبایا جائے گا صاف کہہ دے گی کہ میں بھی برادری کی ہوں کسی بات سے تم سے کم نہیں ہوں۔ آج کل کے بہت سے رسمی پیروں نے رنڈیوں کا سا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہر قسم کی تدابیر لوگوں کے پھنسانے کی کرتے ہیں۔ اغراض بھی پیر جی اور رنڈی میں مشترک ہیں۔ وہی جھپٹنا اور اینٹھنا یہ بھی دونوں میں مشترک ہیں۔ اسی فرق

معاملہ میں بھی نرم نہیں ہوتے اس قدر سخت ہو کہ سیدھے راستہ پر نہیں آتے پھر میرا تو مزاج ہی سخت ہے وہ بھی تمہارے قول پر حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے جس کو میں ایک مثال سے ابھی ظاہر کروں گا اور تمہارا تو قلب سخت ہے۔ اس فرق کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے بدن میں کیڑے پڑ رہے ہیں مگر اس کی ان پر نظر نہیں۔ اور دوسرے کے بدن پر مکھی ہے اس پر نظر ہے۔ یہ کون سی عقل کی بات ہے غرض یہ کہنا کہ میں سخت ہوں غلط ہے یہ سختی نہیں ہے بلکہ مضبوطی ہے اور صاحب اس سے کیا بحث اچھا سخت ہی سہی مگر میں کسی کو بلانے تو نہیں جاتا جیسا ہوں ہوں اگر میرا طرز اور مسلک پسند نہیں مت آؤ کہیں اور جاؤ اور یہ سمجھ لو۔

در کوئے نیک نامی مارا گزر ندادند   گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور میں ایسے موقع پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں کہ کسی نے خوب ہی کہا ہے

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

سو کسی کی وجہ سے اپنے طرز اور مسلک کو بدل نہیں سکتا جب تک کہ میرے ہاتھ میں اصلاح کا کام ہے

(۱۲۶) وظائف عامل لوگ جانتے ہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ فلاں بزرگ سے مرید تھا ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب رجحان آپ کی طرف ہے کوئی وظیفہ ایسا بتا دو جس سے کشائش رزق ہو میں نے لکھ دیا ہے کہ ایسے وظائف عامل لوگ جانتے ہیں۔ میں عامل نہیں۔ اس پر فرمایا کہ میاں کو اس لئے رجحان ہوا۔ یہی ایک چیز رجحان کے لئے رہ گئی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بھی آج کل بد عقلی اور بد فہمی کا ایک شعبہ ہے کہ جس کا جو کام ہے وہ تو اس سے لیا نہیں جاتا۔ دوسرے کام جو اس کے متعلق نہیں یا اس سے وہ ناواقف ہے وہ لیتے ہیں۔ سو میں تو صرف ایک ہی کام کا ہوں وہ یہ کہ اللہ کا راستہ معلوم کر لو یعنی اللہ کا نام اور اس کے احکام پوچھ لو اس سے آگے مجھے کچھ نہیں آتا جاتا بلکہ مجھ کو تو ایسی باتوں اور فرمائشوں سے وحشت ہوتی ہے۔

(۱۲۷) خواب میں حفظ قرآن پاک کا وظیفہ

کی بناء پر کہتا ہوں کہ رنڈی کو تو دس پانچ روپیہ دے کر جب چاہو راضی کر لو اور کسی کی لڑکی تو اس طریق سے لے لو۔ معتدبہ روپیہ الگ صرف ہوتا ہے۔ سخت سخت شرائط الگ پورے کرنے پڑتے ہیں تب بھی ناک سیدھی ہو جاوے غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات سمجھو کہ اگر کوئی کسی کی لڑکی کے متعلق پیام بھیجے اور وہ خط ہو بیرنگ تو کیا لڑکی والے کو ناگوار نہ ہوگا۔ لیکن بعضے ادمی جس طرح یہاں عذر اور مصلحت بیان کرتے ہیں کہ میں نادار ہوں مفلس ہوں اگر وہاں بھی یہ عذر کریں تو کیا لڑکی والا یہ نہیں کہے گا کہ سب کچھ سہی مگر یہ دلیل ہے عدم طلب کی۔ تو صاحبو غیرت بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ مجھ کو تو غیرت آتی ہے کہ طریق کو ایسا ذلیل کیا جاوے۔ اسی طرح کوئی شخص اگر کسی کی لڑکی کے متعلق پیام دے اور وہ پیام ہو بے اعتنائی اور بے پروائی سے تو کیا وہ گوارا کر لے گا۔ اسی طرح بعضے خیر خواہ تعجیل بیعت میں یہ مصلحت بتلاتے ہیں کہ اگر یہاں ناامید ہو کر دوسری بے دینی کی جگہ پھنس گیا تو برا ہوگا اس لئے اس کے بے ڈھنگے پن سے درگزر کی جاوے اور بیعت کر لیا جاوے تو اگر اس طرح کوئی بے رغبتی و تحقیر کے ساتھ کسی کی لڑکی کے لئے پیام دے اور وہاں بھی یہی مشورہ دیا جاوے کہ یہ لڑکا دیندار نہیں اور لڑکی دیندار ہے اگر اس لڑکی سے نسبت منظور نہ کی جائیگی تو نہ معلوم پھر کس بد دین لڑکی سے نسبت ہو جس سے زیادہ بد دین ہو جاوے گا اور اگر اس لڑکی سے نسبت ہو جاوے تو اس کے اثر سے لڑکا دیندار ہو جائے گا۔ اس مصلحت سے منظور کر لو گو پیام بے قدری کے ساتھ دیا ہے تو اس کے جواب میں ایک شریف شخص لڑکی والا کیا یہ نہ کہے گا اور کیا اس کہنے کو کوئی ناپسند کرے گا کہ بھائی چاہے کچھ ہی ہو مگر اس حالت میں غیرت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ میں ایسے بد تمیز سے بات بھی نہ کروں تو کیا طریق کی اتنی بھی وقعت اور عظمت نہ ہو جتنی ایک لڑکی کی اور مجھ کو جو اس قدر جلد تغیر ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں اس کے طرز سے اس پر استدلال کرتا ہوں کہ اس کے قلب میں طریق کی عظمت اور وقعت نہیں گو بظاہر وہ فعل اس قدر قبیح نہیں ہوتا مگر اس کا منشاء قبیح در قبیح ہوتا ہے یعنی وہی بے وقعتی طریق کے سوا اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت مزاج ہے اور تم تو بڑے نرم مزاج ہو۔ اور میں تو تمہارے ہی مقابلہ میں سخت ہوں پھر وہ بھی تمہاری ہی مصلحت سے کہ کسی طرح اصلاح ہو جاوے جو خود میرے نرم ہونے کی دلیل ہے۔ اور اپنے کو نہیں دیکھتے کہ تم تو دین کے

فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ بی اے ہیں لکھا ہے کہ مجھ کو فضل ایزدی قرآن شریف یاد کرنے کا شوق ہوا۔ اب کچھ پارے باقی ہیں۔ رمضان المبارک میں تراویح میں سنانے کا ارادہ ہے۔ اور ایک خواب لکھا ہے کہ پیران کلیر حضرت مخدوم علاؤالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا ہوں۔ وہاں پر ایک صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ تیس دن تک چالیس مرتبہ روزانہ (یاد نہیں رہا) یہ پڑھ لیا کرو قرآن شریف حفظ ہو جائے گا۔ حضرت والا سے عرض ہے کہ کیا پڑھ لیا کروں کوئی حرج تو نہیں۔ میں نے لکھ دیا کہ کیا حرج ہے پڑھ لیا کرو۔

(۱۲۸) اولاد کے حقوق ادا کرنا دین ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری لڑکی ہے جب وہ بیمار ہوتی ہے تو بد حواس ہو جاتا ہوں۔ قلب میں دنیا کی اس قدر محبت ہے (جواب) اولاد دنیا نہیں ہے ہاں دنیا میں رہتی ہے ان کے حقوق ادا کرنا دین ہے یہ بھی لکھا ہے کہ وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملے گی (جواب) بلا سے بھی نجات ملے گی اور ثواب سے بھی نجات ملے گی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا (جواب) بندہ کو تباہ کر دیا بندہ کے دین کو تو تباہ نہیں کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہوگی (جواب) اگر مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملے گا۔ اس پر فرمایا کہ اگر یہی سوالات کہیں اور جاتے تو نہ معلوم بے چاروں کی کیا گت بنائی جاتی۔ ان جوابات کو دیکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جائے گا۔ عین وقت پر اللہ تعالیٰ مناسب وقت باتیں دل میں القاء فرما دیتے ہیں لکھ دیتا ہوں۔

(۱۲۹) تحفظ ایمان بزرگان دین کی صحبت پر موقوف ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پر فتن ہے۔ اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے بزرگان دین کی صحبت کو فرض عین قرار دیا ہے میں تو فتوی دیتا ہوں کہ صحبت بزرگان دین کی اس زمانہ میں فرض عین ہے اور اس میں شبہ کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظ دین تحفظ ایمان موقوف ہو اس کے فرض ہونے میں کیا شبہ کی گنجائش ہے۔

۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارم شنبہ

(۱۳۰) ایک کافر قوم سے مراعات خود غرضی پر مبنی ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان میں دو قومیں کافر ہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک ہی قوم سے اس قدر دشمنی کیوں ہے اور دوسری قوم سے نہیں اگر اس کا سبب کفر ہے تو یہ چیز تو دوسری قوم میں بھی ہے جس سے اتحاد کا سبق پڑھا جا رہا ہے اور اگر سبب اس دشمنی کا مسلمان کو نقصان پہنچانا ہے تو دوسری ہی قوم کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا جا رہا ہے اور کون سے شعائر اسلام کے ادا کرنے کی آزادی دی جا رہی ہے۔ نیز یہ امر محتاج دلیل نہیں کہ ایک قوم کو جس قدر اس وقت قدرت اور قوت ہے اور باوجود اس قدرت اور قوت کے مسلمانوں کو ان سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا نقصان باوجود پوری قدرت نہ ہونے کے مسلمان کو دوسری قوم سے پہنچا اگر اس کم حوصلہ قوم کو اتنی قدرت ہوئی جتنی ایک قوم کو ہے اور پھر ان کی ایسی مخالفت کی جاتی جتنی ایک قوم کی کی گئی تب دیکھتے کہ مسلمانوں کی کیا گت بنتی ہے یہ ضرور ہے کہ اس قوم کی یہ مراعاتیں خود غرضی پر مبنی ہیں۔ مگر خواہ کسی نیت اور کسی غرض سے ہو دوسروں کو تو نفع پہنچ جاتا ہے

(۱۳۱) مسلمانوں کی انتہائی غفلت شعاری

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ کسی طرح بیداری نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو تو ہر وقت فکر چاہیے۔ یہ ان کی غفلت کا وقت نہیں۔ آخرت کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح اور دنیا کے لئے اپنی قوت کا اجتماع اور آپس میں اتحاد و اتفاق یہ سب ان کا فرض تھا اور یہ جو مسلمانوں کو اپنی فلاح اور استغنا ہے اس کا منشا چند غلطیاں ہیں۔ ایک غلط استعمال توکل کا۔ سو توکل تو فرض ہے۔ ہر مسلمان کو براہ راست خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کی پروانہ کرے یہی اعتقاد رکھے کہ جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا کوئی کچھ نہیں کر سکتا لیکن توکل کا استعمال خلاف محل کرتے ہیں۔ ایک غلطی یہ ہے کہ جو کام کرتے ہیں جوش کے ماتحت کرتے ہیں۔ اگر ہوش کے ماتحت کریں تو بہت جلد کامیاب ہوں۔ ایک غلطی یہ ہے کہ ہر کام کرنے سے قبل یہ معلوم کر لینا واجب تھا کہ شریعت مقدسہ کا اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ پھر اللہ و رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرتے۔ حاصل نظام صحیح کا یہ ہوا کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہ کیا کریں ہوش کے ماتحت کیا

کریں۔ اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرلیں۔ آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں احکام کی پابندی کیا کریں۔ جن میں صحیح توکل بھی داخل ہے اگر ایسا کریں تو میں دعوے کے ساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ چند روز میں کلیا پلٹ ہو جائے۔ بہت جلد مسلمانوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہو جائے۔ نیز جو کام کریں اس میں کامیابی کے لئے خدا سے دعا کریں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے مگر اس وقت کام کی بات ایک نہیں محض ہڑبونگ ہے۔

(۱۳۲) مسلمان خود اپنے ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمان تو خود اپنے ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں ان کو کبھی دوسرے لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان کو جب نقصان پہنچتا ہے اپنے ہی بھائیوں سے پہنچتا ہے وجہ اس کی بقول ایک مولوی صاحب کے یہ ہے کہ مسلمان خوف سے مغلوب نہیں ہوتا مگر طمع سے مغلوب ہو جاتا ہے بس دشمن سے روپیہ لے کر بھائی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ راز ہے ان سے نقصان پہنچنے کا۔ یہاں ایک مکان ہے۔ ہندوؤں کا محلہ ہے اس میں کچھ گندے لوگ آباد ہیں۔ ہمیشہ اس مکان میں گائے کی قربانی ہوتی تھی۔ ہندوؤں نے کوشش کی کہ قربانی نہ ہو۔ ایک مسلمان صاحب جاکر عدالت میں شہادت دے آئے کہ اس مکان میں کبھی قربانی نہیں ہوئی اب وہاں پر قربانی بند کردی گئی اور اس شہادت کے صلہ میں مسلمان صاحب کو ملا کیا ایک اچکن کا کپڑا بس یہ اس طرح طمع سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ ایک انگریز افسر نے ایک مسلمان صاحب سے بسبیل گفتگو کہا تھا کہ ہندوستان میں تین قومیں ہیں۔ مسلمان۔ ہندو۔ انگریز اس میں تفصیل یہ ہے کہ انگریز کے دو دشمن۔ ہندو اور مسلمان۔ ہندو کے دو دشمن۔ انگریز اور مسلمان۔ مسلمان کے تین دشمن ہندو انگریز اور خود مسلمان۔ تو مسلمان کو جب کبھی نقصان پہنچتا ہے مسلمان ہی کی بدولت پہنچتا ہے ورنہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمان کو دوسرے لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(۱۳۳) ترکی پر مسلمانوں کی نصرت کیوں واجب تھی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جو اسلامی سلطنتیں کہلاتی ہیں ان پر بھی یورپ کی تقلید کا بھوت سوار ہے ہر اسلامی سلطنت میں جمہوریت قائم ہوگئی جس پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

مگر معلوم نہیں کہ فاذاعزمت کی کیا تفسیر کریں گے۔ کیونکہ اس میں تو تصریح ہے کہ بعد مشورہ کے مدار صرف ایک کے ہی عزم پر ہے جو صاف شخصیت ہے۔ یہ زمانہ تحریک خلافت میں قصبہ کیرانہ گیا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ترکی کی خلافت پر گفتگو کی میں نے کہا کہ خلافت تو بڑی چیز ہے پہلے ترکی سلطنت کا موجودہ حالت میں اصول شرعیہ سے اسلامی سلطنت ہونا تو ثابت کر دو۔ میں نے کہا کہ جو سلطنت مرکب ہو مسلم اور غیر مسلم سے کیا وہ اسلامی سلطنت ہوگی کہا کہ غیر مسلم ہوگی۔ میں نے کہا کہ ترکی میں جمہوریت قائم ہو چکی ہے جو مسلم اور غیر مسلم مشترک ہے تو کیا وہ اسلامی سلطنت ہوئی کہا کہ نہیں اور ظاہر بھی ہے کہ یہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت مرکب ہوگی وہ غیر اسلامی ہوگی کہنے لگے کہ واقعی آج سمجھ میں آیا۔ میں نے کہا پھر اس پر جو غل مچاتے پھرتے ہو تو کس کی امداد کے لئے کہا کہ واقعی امداد کرنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ بس اتنی جلدی فتویٰ دے دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ باوجود ترکی کے اسلامی سلطنت نہ ہونے کے پھر بھی ہم پر اس کی نصرت واجب ہے۔ میں نے کہا کہ ذمہ تو تمہارے تھا مگر یہ تبرع ہے ہمارا۔ ہم بتلاتے ہیں کہ ترکی سلطنت کو اسلامی سلطنت نہیں مگر دوسری غیر مسلم سلطنتیں تو اس کا مقابلہ اسلامی سلطنت سمجھ کر کرتی ہیں اس لئے مسلمانوں پر اس کی نصرت واجب ہے۔ یہ سن کر ان مولوی صاحب پر ایک وجد کی سی کیفیت ہو گئی اور مسرت کے جوش میں مجھ کو دو روپے ہدیہ دیے۔ میں نے لے لئے اس لئے کہ میں سمجھا کہ ان کو تو کوئی دھوکہ نہیں ان کو تو میری حقیقت معلوم ہے۔ اور یہ بھی سمجھا کہ میں نے دماغ سے کام لیا اور یہ حق تعالیٰ کی مشین ہے اس کی قوت کے واسطے یہ عطاء ہے کیوں چھوڑا جائے۔ اس قسم کے واقعات اس زمانہ میں بکثرت پیش آئے۔ حق تعالیٰ جواب دل میں ڈال دیتے تھے۔ ورنہ انسان کا کیا وجود اور کیا ہستی سب ان کا فضل و کرم ہے۔

۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارم شنبہ

(۱۳۴) علاج صرف معصیت کا ہوتا ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد قضا ہو جاتی ہے جس سے سخت تکلیف

ہوتی ہے۔ اس کا کوئی علاج تحریر فرماویں۔ میں نے لکھ دیا کہ علاج معصیت کا ہوتا ہے یا غیر معصیت کا بھی۔ کیا یہ معصیت ہے۔ اس پر فرمایا کہ اب دیکھئے کیا جواب آتا ہے خواہ مخواہ خود لوگ اپنے لئے سختیاں کر لیتے ہیں۔ یہ سب بے خبری کی باتیں ہیں۔

(۱۳۵) اہل قصبہ کی حضرت حکیم الامت سے محبت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں قصبہ کے اندر جس قدر رہنے والے لوگ ہیں محبت تو سب کو ہے۔ میں اس نعمت پر بھی حق تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور یہ چیز قصبہ کے ہندو بھنگی چماروں تک میں ہے۔ چماروں کے بچے تک بڑے ابا کہہ کر سلام کرتے ہیں۔

(۱۳۶) دعا تمام عبادت کا مغز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دعاء بڑی چیز ہے تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ آج کل اسی سے غفلت ہے۔ اور دعاء ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کے واسطے بھی دعا مانگنا عبادت ہے۔ بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہو۔ یہ غلطی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کے کاموں کے واسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کے لئے دعاء عبادت ہے بعض لوگ بجائے درخواست دعاء کے لکھتے ہیں کہ فلاں کام کے لئے کوئی مجرب عمل اور کوئی مجرب وظیفہ دے دیجئے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ اس قید کے ساتھ مجھ کو عمل معلوم نہیں اور دعاء سے بڑھ کر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں۔

ایسے جوابوں کی وجہ سے بھی لوگ مجھ سے خفا ہیں۔ میں اصول کی تعلیم کرتا ہوں اور لوگ آج کل اہل اصول سے خفاء رہتے ہیں اور اہل وصول سے خوش یعنی جو ان سے کہ وصول کر لے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک اہلکار تو رشوت خور ہے اور ایک رشوت خور نہیں تو جو رشوت نہیں لیتا اس سے سب ناراض ہیں اور جو رشوت لیتا ہے اس سے سب خوش۔ اس میں راز یہ ہے کہ رشوت لینے والے سے یہ امید رہتی ہے کہ جب لیا ہے تو کام کرے ہی گا چاہے وہ نہ ہی کرے۔ اور لینے والے سے کوئی امید نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہاں پر بھی ان جاہل اور رسمی پیروں سے جو ان سے اینٹھتے رہتے ہیں سب خوش رہتے ہیں۔ اور یہاں یہ قصہ جھگڑے کا نہیں اس وجہ سے ناراض ہیں بھلا مکھی کون نگل لے۔

(۱۳۷) عربی ناموں کی شوکت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں سادگی کے ساتھ وضع داری بھی تھی مگر بعض اوقات اس میں غلو بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں پر ایک خاندان تھا جو عرفاً کم درجہ کا سمجھا جاتا تھا۔ ان کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا انہوں نے اس کا نام رکھا اشرف علی۔ ایک بڑی بی تھیں ہمارے خاندان میں ان کو یہ سن کر بہت ناگواری ہوئی اور بچہ کی دادی سے کہا کہ پوتا مبارک ہو۔ اب کی بار بچہ ہو تو عبدالحق نام رکھنا پھر پیدا ہو فیض علی رکھنا۔ یہ میرے باپ دادا کے نام ہیں اس کو معلوم ہوا کہ ان کو ناگوار ہوا یاد نہیں پھر کیا ہوا مگر میں نے کہا کہ یہ تو خفا ہونے کی کوئی بات نہیں خوش ہونے کی بات ہے کہ ہم کو ایسا سمجھا کہ ہمارے نام پر نام رکھ کر شرف حاصل کرتے ہیں تو اس قدر وضع داری کو بھی اینٹھ مروڑ ہی سے تعبیر کرنا چاہیے۔ ایک خاندان والے دوسرے خاندان کے لئے ان کے نام پر نام رکھنے کو بھی ناپسند کریں۔ ناموں کے سلسلہ میں ایک ظرافت کا قصہ بیان فرمایا ہندوستان سے چند شخص حج کو گئے۔ ساحل پر عرب صلاحیت لکھنے آئے۔ پوچھا ایک شخص نے اپنا نام بتلایا اللہ دیا۔ وہ عرب پریشان کہ الیش اللہ دیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ بڑے ظریف تھے۔ فرمایا اللہ اعطی ورنہ سیدھا ترجمہ عطاء اللہ تھا پھر فرمایا دیکھئے عطاء اللہ کس قدر پر شوکت نام معلوم ہوتا ہے اور اللہ دیا میں وہ بات نہیں۔ واقعی عربی میں بے ہی شوکت دیکھئے عائشہ کا ترجمہ ہے جیونی مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ کے بعد کیا معلوم ہوتا ہے۔

(   ) شاعری سوائے تضیع اوقات کے کچھ نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کی یہ شاعری بھی سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں جس کو دیکھئے شاعر بنا ہوا ہے جیسے ہر شخص پیر بنا ہوا ہے یا طبیب بنا ہوا ہے اور سچ یہ ہے کہ فن دانی تو ہر طبقہ سے قریب قریب مفقود ہو چکی ہے۔ سب سے چھوٹے ماموں صاحب بڑے ذہین تھے اور ایک روز ایک شخص جو یہیں کے رہنے والے تھے وہ جنگل سے گھاس کا بوجھ لے کر آئے۔ ماموں صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ بھائی صاحب آج ہم نے ایک شعر کہا ہے مگر ایک ہی مصرع ہے سنو دوستو کیا ہے عجب ماجرا۔ آگے تم ٹھیک کر لو شعر بنا دو۔ ماموں صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا میں شعر بناتا ہوں۔

سنو دوستو کیا ہے عجب ماجرا   کہ کھایا تھا منڈوا ہگا باجرا

اس شخص نے کہا کہ بھائی تم تو ایسی ہی باتیں کرتے ہو۔ فرمایا کہ میاں عجیب ماجرا تو یہی ہو سکتا ہے کہ کھاؤ کچھ ہو کچھ۔ بس آج کل کی شاعری اکثر بوجہ فقدان لیاقت اس سے زیادہ نہیں خواہ مخواہ فضول اور عبث لوگ وقت کو ضائع کرتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک استاذ الاستاذ بزرگ کا قول نقل فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو دین کا بنانا ہو تو شاعر کے سپرد کرو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا واقعی حضرت مولانا نے صحیح فرمایا اسی کو فرمایا گیا ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں　　ایں خیال است و محال ست وجنوں

(۱۳۸) فقہاء کی عظیم خدمات

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک فقہی مسئلہ پر ایک مولوی صاحب کو آگاہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ سب سے زیادہ مشکل چیز فقہ کو سمجھتا ہوں اور لوگوں کو اکثر اسی پر دلیر پاتا ہوں بہت سوچ سمجھ کر مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ فقہاء نے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ فقہاء ہی کی اس قدر نظر ہے۔ احکام پر بھی۔ علل احکام پر بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا کی طرف سے ان حضرات کو الہام ہوتا تھا جس سے ایسی دین کی خدمت کی ہے حق تعالی ان کو جزاء خیر عطاء فرمائیں۔ اگر فقہا کی ذات دنیا میں نہ ہوتی تو عالم میں ایک اندھیرا ہوتا۔ دین کے ہر مسئلہ کو روشن اور واضح کر دیا۔ اگر فہم سلیم اور عقل کامل ہو تو کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔ باقی بد فہموں اور بد عقلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

(۱۳۹) حضرت شیخ الہند دراصل شیخ العلم تھے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل تو یہ چاہتے ہیں کہ سب کچھ ہو جائیں سب کچھ کھلائے جانے لگیں۔ اور کام کے نام صفر۔ لمبے لمبے چوڑے چوڑے القاب ہوں جیسے کہ آج کل۔ امیر الشریعت۔ امیر الملت۔ شیخ الحدیث۔ شیخ التفسیر۔ امام الہند۔ ہمارے بزرگ بحمد اللہ سب کچھ تھے مگر ان کے لئے کبھی مولوی یا مولانا سے آگے کوئی القاب ہی استعمال نہیں کیا گیا۔ حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے جو شیخ الہند کا خطاب مشہور کیا گیا اس کی نسبت میں کہا کرتا ہوں کہ افسوس شیخ العالم کو شیخ الہند کہہ دیا۔ یہ حضرت مولانا کی اچھی قدر کی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کو ان لوگوں نے پہچانا ہی نہیں۔ اور اس

سے بھی زیادہ عجیب و غریب القاب اور خطاب سنئے۔ بلبل ہند۔ طوطی ہند۔ شیر پنجاب وعلی ذلک۔ بجائے انسان کے جانوروں کے خطاب دئے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روز میں اسپ ہند۔ فیل ہند۔ خرہند۔ گرگ ہند۔ بھی پیدا ہو جائیں گے۔ یہ سب نیچریت سے ناشی ہوئے ہیں۔ دوسرے کی کیا شکایت کی جائے خود اپنے ہی بزرگوں سے محبت کا دعوی کرنے والے اور ان کے دیکھنے والے ان چیزوں کا شکار بن گئے۔ ایک دم کایا پلٹ ہو گئی۔ ایک دم انقلاب ہو گیا۔ اور منشا اس کا سوائے حب جاہ کے اور کوئی ایسی چیز نہیں جو اس قدر جلد انقلاب کر سکے اور یہ ہوا ان تحریکات کی بدولت جس میں نیچریوں کا زیادہ دخل تھا۔ جو چیز پچاس برس کے اندر پیدا ہوتی وہ پانچ برس کے اندر پیدا ہو گئی۔ اس منحوس نیچریت کا اس قدر زہریلا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص پر اس کا اثر ہے الا ماشاء اللہ۔ بس جس پر فضل خداوندی ہے وہ تو بچا ہوا ہے۔ مجھ کو تو ان تمام نئی چیزوں اور نئے خطابات اور القاب سے نفرت ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دیو بند میں جو کتبہ لگا ہے اس پر شیخ الاسلام کا لقب لکھا دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ نیا لقب نہیں یہ پرانا لقب ہے اس سے وحشت نہیں ہوتی۔

(۱۳۰) دنیائے فانی کی حقیقت

ایک مولوی صاحب کی گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ سلف میں بزرگان دین نے بڑی بڑی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھا کر دین کی خدمت کی ہے ایک بزرگ عالم تھے جن کا نام اس وقت یاد نہیں القاسم میں ان کا واقعہ پڑھا ہے ان پر کئی کئی روز کے فاقے ہو جاتے تھے۔ ایک باورچی تھا ان بزرگ کا معتقد تھا وہ کھانے کی دوکان کیا کرتا تھا۔ جب اس کو یہ حالت معلوم ہوئی تو اس نے ان بزرگ سے کھانے کے انتظام کی اجازت چاہی۔ فرمایا التزام تو مجھ کو گوارا نہیں اگر اعانت کرنا چاہتے ہو تو اس کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مسافروں کے سامنے کا بچا کچا مجھ کو دے دیا کرو اس نے قبول کر لیا۔ بس یہ بزرگ کبھی کبھی جاتے اور مسافروں کے سامنے کا بچا کچا ہوتا اس کو باورچی سے لے کر کھا لیتے۔ ایک روز تشریف لے آئے تلک اذا کرۃ خاسرۃ۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات اس دنیائے ناپائدار فانی کی حقیقت سے واقف ہو چکے تھے اور یہ واقفیت ہوتی ہے اس کی حقیقت میں غور کرنے سے اسی لئے حق تعالی

فرماتے ہیں لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی دنیا کو بھی سوچو۔ آخرت کو بھی سوچو۔ پھر بطور لطیفہ کے فرمایا کہ ناصحین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف التفات مت کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ خوب التفات کرو کیونکہ جب دنیا کی حقیقت کو خوب سوچو گے اور اس کے ساتھ آخرت کو بھی تو موازنہ کے بعد دین ہی کو دنیا پر ترجیح دو گے بلکہ اس میں اور توسع کرتا ہوں کہ موازنہ کے لئے بھی نہ سوچو بلکہ محض اس کی حقیقت ہی سے واقف ہونے کے لئے اس میں غور و فکر کرو اور خوب توجہ کرو تاکہ اس مردار کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر کامل درجہ کی اس سے نفرت ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد   چوں باز کنی مادر مادر باشد

اس کے جو لذات ہیں ان میں بھی کدورت ہے۔ کھانا ہے۔ پینا ہے۔ بیوی کے ساتھ عیش و عشرت ہے' اس میں ساتھ کے ساتھ کدورت بھی ہوتی ہے گو بوجہ مستی کے محسوس نہ ہو۔ اب چاہے وہ مستی دولت کی ہو یا جوانی کی ہو حسن پر پردہ پڑ جاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں اس میں حالت احتلام کا بیان ہے۔

نعمت سربسند ازان و تن پلید   آہ ازان نقش پدید ونا پدید

اور فرماتے ہیں۔

حال دنیا را پرسیدم من از فرزانہ
گفت یا خوابے ست یا بادے ست یا افسانہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروی بہ بست
گفت یا غولے ست یا دیوی ست یا دیوانہ

ایک حکایت دنیا کی مثال کی اس وقت یاد آئی۔ ایک شخص روزانہ بستر پر پیشاب کر لیتا تھا ایک روز بیوی نے کہا کہ یہ کیا مصیبت ہے کہ روز کے روز ایسا کرتے ہو۔ شوہر نے کہا کہ شیطان مجھ کو خواب میں روزانہ سیر کراتا ہے اور ایسا کھلاتا ہے کہ میں کسی نالی پر پیشاب کر رہا ہوں بیوی نے کہا کہ اس کو تو سب خزانے معلوم ہیں اس سے یہ کہو کہ سیر ہی کراتے ہو پریشان ہی کرتے ہو کوئی نفع بھی تو پہنچاؤ وہ یہ کہ کچھ روپیہ دلواؤ۔ شوہر نے کہا کہ آج کہوں گا۔ غرض رات کو خواب میں شیطان آیا اس شخص نے اس سے کہا کہ میاں ہم غریب آدمی ہیں اور تم کو

خزائن معلوم ہیں۔ کچھ روپیہ بھی تو دلواؤ۔ شیطان نے کہا کہ جتنا جی چاہے لو کیا ہے آؤ چلو میرے ساتھ یہ شخص ساتھ ہو لیا ایک شاہی خزانہ پر لے جاکر کھڑا کر دیا کہ یہ دیکھو خزانہ ہے جس قدر جی چاہے روپیہ باندھ لو۔ اس شخص نے چادر پھیلا کر حسب خواہش روپیہ باندھ لیا۔ اور شیطان نے اس کو اٹھوا دیا۔ زور جو پڑا پاخانہ نکل گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ روپیہ پیسہ تو کچھ بھی نہیں سب ندارد۔ پاخانہ موجود۔ صبح کو خوشی خوشی بیوی اٹھیں کہ روپیہ آیا ہوگا۔ دیکھا تو پیشاب کے ساتھ آج پاخانہ بھی ہے۔ خاوند سے پوچھا اس نے واقعہ بیان کیا۔ بیوی نے کہا کہ میں باز آئی ایسے روپیہ سے تم پیشاب ہی کر لیا کرو۔ پاخانہ مت کیا کرو یہ تو حکایت تھی ہنسی کی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اب تو خواب میں جس وقت آنکھ کھلے گی اور آخرت میں پہنچو گے تب معلوم ہوگا کہ وہ سب چیزیں ندارد پاخانہ یعنی اس کی مضرتیں اور گناہوں کی پوٹ موجود۔ بس یہ حقیقت ہے اس دنیا کی۔ حق تعالیٰ ان ہی خزائن سے جدا ہونے کو فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بس مال تو اتنا ہو کہ بھوکے نہ مریں اور جاہ اتنی ہو کہ کوئی مارے پیٹے نہیں بس کافی ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

از بہر خورش ہر آنکہ نانے دارد　　وزبہر نشست آستانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے　　گوشاد بزی کہ خوش جہانے دارد

(۱۴۱) حسن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات میں ایک نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کرتا تھا اور ایک نظر قمر پر تو حضور ﷺ کو زیادہ حسین پاتا تھا (ترمذی ودارمی) انور ہونا جو قمر کی صفت ہے اور بات ہے۔ احسن ہونا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور بات ہے۔ حسن اور چیز ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت میں وارد ہے۔ اور جمال جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں اور چیز ہے۔ اور حسن سے جمال بڑھا ہوا ہے۔ حسن کو دیکھ کر تو ایک گونہ تحیر ہو جاتا ہے اور جمال کو دیکھ کر کشش ہوتی ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجمل کہا جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو احسن کہا جائے تو نہ کسی نص کی

مزاحمت ہے اور نہ کسی کی تنقیص ہوتی ہے۔ یعنی یوں کہا جاوے کہ حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام سب میں فائق تھے اور جمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں حرج کیا ہے۔

(۱۴۲) حضرت حاجی صاحبؒ فن طریق کے امام تھے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس فن طریق کے امام تھے۔ مجدد تھے وہ تحقیقات فرمائی ہیں کہ آج ان کی نظیر مشکل ہے۔ چنانچہ حضرت فرمایا کرتے تھے انوار ملکوتی حجابات نورانی ہیں اور کائنات ناسوتیہ حجابات ظلمانی اور حجب نورانیہ اشد ہیں۔ حجب ظلماتیہ سے اس لئے کہ انسان ان کو مقصود سمجھ کر آگے کی ترقی سے رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ سے محجوب ہو جاتی ہے اور حجابات ظلمانی کو ہر شخص نا قابل التفات اور حجاب مذموم اور برا سمجھتا ہے۔ اس لئے ہمارے یہاں اس کی نفی کرنے کی تعلیم کی جاتی ہے۔ جو شخص اس راہ میں قدم رکھے اور اس کو طے کرنا چاہے سب چیزوں کو پس پشت چھوڑنے کے متعلق اس کی یہ حالت ہونا چاہیے۔

اے برادر بے نہایت در گہے ست　　　　ہر چہ بروئے می رسی بروی مایست

اسی طرح اشغال وغیرہ اس طریق میں تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ یہ سب دوائیں ہیں۔ غذا نہیں ہیں۔ اور دوا کبھی مقصود نہیں ہوا کرتی۔ ہاں مقصود کی معین ضرور ہوتی ہے۔ مقصود تو تندرستی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ یہ تدابیر مقصود نہیں بلکہ مقصود اعمال واجبہ کی اصلاح اور رسوخ ہے اور وہ تدابیر اس کی معین۔

(۱۴۳) مذاہب مجتہدین رحمہم اللہ کے موازنہ میں خطرناک طرز

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض اہل حق میں بھی یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ مذاہب مجتہدین میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا اس طرح موازنہ کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے مذاہب کے بطلان کا وہم ہوتا ہے۔ مثلاً مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح ترجیح دیں گے کہ اس سے شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہوگا۔ سو میں اس طرز کو پسند نہیں کرتا یہ طرز نہایت ہی خطرناک اور مضر ہے۔ توحید اور رسالت و عقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل اس پر قائم ہیں اس میں سب شریک ہیں۔ آگے فروع ہیں جن کے دلائل خود ظنی ہیں ان میں کسی جانب کا عزم کرنا غلو فی الدین ہے۔

(۱۴۴) حضرات مجتہدین رحمہم اللہ کی وسعت نظر

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجتہدین رحمتہ اللہ علیہم وسعت نظر کی وجہ سے مجتہدین نہیں ہوئے بلکہ عمیق نظر کی وجہ سے مجتہد ہوئے ہیں ان کی اور محض وسیع النظر لوگوں کے فرق کی یہ شان ہے۔

نہ ہرکہ چہرہ برافروخت دلبری داند　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک ترزمو اینجاست　　نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کو کل سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ میں نے کہا کہ تم نے ہماری خوشی کو خاک میں ملا دیا اگر تم ان کو سات حدیثیں یاد ہونا بیان کرتے ہو تو ہم کو زیادہ خوشی ہوتی۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے سترہ ہی حدیثوں سے تمام دین کو سمجھ لیا اور لاکھوں مسائل استنباط کر لئے اس سے بھی زیادہ اور کیا کمال کی دلیل ہو سکتی ہے۔ یہ ذوق سلیم ہی تو تھا جو حق تعالیٰ نے امام صاحب کو عطاء فرمایا تھا ایسے شخص کو عارفین کی اصلاح میں صدیق کہتے ہیں جس میں قوت قدسیہ ہوتی ہے۔ یہ قوت قدسیہ حق تعالیٰ عارفین کو اور بعض علماء کو بھی عطاء فرماتے ہیں۔ اور صدیق کی یہ شان ہوتی ہے کہ اس کی نظر میں تمام نظریات بدیہی ہوتی ہیں۔ اور یہ سب فضل خداوندی ہے جس پر بھی متوجہ ہو جائے۔

(۱۴۵) ایک جاہل مفسر کی حکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل زیادہ گمراہی کا سبب ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص محدث اور مفسر بنا ہوا ہے۔ جاہل لوگ قرآن و حدیث میں دخل دیتے ہیں۔ معنی میں تحریف کرتے ہیں اور جیلخانہ میں جا کر تو مولانا ہی بن جاتے ہیں حالانکہ وہ جہل خانہ ہے وہاں علوم سے کیا تعلق۔ ان لوگوں کا تفسیر کرنا اور قرآن و حدیث کے سمجھنے کا دعویٰ کرنا ایسا ہے جیسے ایک شخص نے حضرت سعدی علیہ رحمتہ کے ایک شعر کی تفسیر کی تھی اور معنے سمجھے تھے وہ شعر یہ ہے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　در پریشان حالی ودرماندگی

قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص کی کسی سے لڑائی ہوئی مار بھی رہا تھا اور مار کھا بھی رہا تھا اتفاق سے اس شخص کے ایک دوست صاحب تشریف لے آئے جو ان ہی جیسے تعلیم یافتہ ہوں گے۔

جا کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اب دوست صاحب کی خوب اچھی طرح مرمت ہوئی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے شیخ سعدی علیہ رحمتہ کے فرمانے پر عمل کیا وہ فرما گئے ہیں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشان حالی ودر ماندگی

یہی حالت ان لوگوں کی تفسیر دانی کی ہے۔ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں پر آئے تھے جو جدید تعلیم کا کافی اثر لئے ہوئے تھے اور اس وقت تو اس منحوس کا قریب قریب سب ہی پر اثر ہے۔ کہنے لگے کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی اسی قسم کا سوال کریں گے جس خیال کے ہیں اس لئے کہ یہ بھی آج کل مرض عام ہے خصوصاً" ان جدید تعلیم یافتوں میں کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالا کرتے ہیں۔ ایک حکایت اس پر عجیب و غریب بیچ میں یاد آگئی۔ ایک سرحدی ایک اسٹیشن پر اترا اور ایک کشمش کا بورا جو وزن میں دو من کا ہوگا بغل میں تھا۔ بابو کو اپنا ٹکٹ دیا۔ بابو نے کہا کہ اس بورے کا ٹکٹ مراد بلٹی تھی۔ ولایتی نے کہا کہ اس کا ٹکٹ بھی یہی ہے۔ بابو نے کہا کہ پندرہ سیر سے زائد کا قانون نہیں (اس وقت یہی قانون تھا) اور یہ دو من سے کم نہیں اس ولایتی نے کہا کہ یہ قانون ہندوستانی کے لئے ہے وہ اتنا ہی بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ ہمارا یہی پندرہ سیر ہے۔ دیکھو ہم بغل میں دبائے کھڑا ہے۔ یہ اس ولایتی نے قانون کی تفسیر اور شرح بیان کی کہ پندرہ سیر سے مراد خاص وزن نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مسافر جتنا آسانی سے اٹھا سکے۔ ہندوستانی اتنا ہی اٹھا سکتا ہے اس لئے قانون کا عنوان پندرہ سیر مقرر کر دیا گیا۔ تو کیا اس کو قانون کی تفسیر اور شرح کہا جا سکتا ہے۔ اور کیا یہ تفسیر ایک قانون داں کے سامنے قابل قبول ہے۔ اسی طرح غیر اہل فن کی تفسیر قرآن شریف کے اہل فن کے سامنے ایسی ہے جیسے اس سرحدی کی تفسیر قانون کی۔ اب کیا قانون داں اس کو سمجھائے۔ اس کو تو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ تو احمق ہے تو کیا جانے قانون کیا چیز ہے۔ غرض ان ڈپٹی صاحب نے مجھ سے کہا کہ سود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں فلسفی نہیں ہوں۔ مذہبی شخص ہوں۔ قرآن و حدیث کا حکم ظاہر کر دینا میرا کام ہے۔ قرآن و حدیث سے جواب دوں گا۔ میرے اتنا کہہ دینے سے ہی ان کے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ تو ختم ہو گیا۔ اکثر ایسے مدعی اصول موضوعہ ہی سے اللہ کا شکر ہے کہ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ حکم

سنئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ کہنے لگے فلاں دہلوی تو اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ بے چارہ کیا جانے قرآن کی تفسیر۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ آپ قانون کی دفعات کی بناء پر فیصلے دیتے ہیں۔ آپ وہ قانون اور دفعات مجھ کو دیجئے میں اس کی شرح کروں گا۔ اس کے بعد آپ اس شرح کے ماتحت فیصلے دیا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو کیسی لتاڑ پڑتی ہے۔ اور آپ سے کیسا جواب طلب ہوتا ہے آپ اس پر اگر یہ کہیں کہ فلاں شخص نے قانون کی بھی شرح کی ہے اور وہ عربی فارسی اور اردو سب جانتا ہے اس سے میں نے یہ فیصلہ لکھا ہے تو جواب یہی ملے گا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے۔ تو اس شخص کی قرآن شریف کی تفسیر ایسی ہی ہے کہ جیسے میں قانون کی شرح لکھوں۔ کہنے لگے کہ سود نہ لینے کی وجہ سے مسلمان تباہ اور برباد ہو رہے ہیں بلا اس کے ترقی نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک ترقی اس پر موقوف ہے تو آپ حرام سمجھ کر بھی تو لے سکتے ہیں۔ اس صورت میں بھی ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ترقی تو لینے پر موقوف ہے۔ عقیدہ پر موقوف نہیں۔ ترقی کو کیا خبر کہ اس کا عقیدہ کیا ہے۔ حرام سمجھ کر لیں تب بھی ترقی ہو سکتی ہے مگر اس میں فرق ہوگا کہ اگر حرام سمجھ کر لے گا تو چور اور ڈاکو سمجھا جائے گا اور اس جرم کی سزا زائد سے زائد یہ ہوگی کہ جیل خانہ چلا جائے گا اور اگر حلال سمجھ کر لے گا تو یہ بغاوت ہوگی اس پر دائم الحبس یا پھانسی کا حکم ہوگا۔ ایک صاحب ان ڈپٹی صاحب کے ہمراہ تھے ان سے کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہے اعلیٰ درجہ کا فلسفہ۔ غالباً" وہ اپنے نزدیک اس کو اجازت سمجھے مگر یہ اجازت ایسی ہے جیسا ساحران موسیٰ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو سحر کی اجازت فرما دی کہ اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ فرمایا یعنی ڈالو جو تم کو ڈالنا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا جواز سحر کے لئے تھوڑا ہی تھا بلکہ عدم مبالاۃ کا اظہار تھا کہ تم جو کچھ رکھتے ہو دکھلاؤ ہم کو کچھ فکر نہیں۔ پھر میں بھی دکھلاؤں گا اسی طرح میرے جواب میں سود کے حرام ہونے کا صریح حکم تھا۔ حرام کہنا خود دلیل ہے اس کام سے منع کرنے کی۔ ایسی سمجھ اور فہم کا علاج کس کے پاس ہے۔ پھر اس بدفہمی اور بدعقلی پر دعویٰ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھتے ہیں باوجود اس کے کہ میں اپنی مثال میں مجرم ہونا اور چور ڈاکو سے تشبیہ بیان کر چکا ہوں۔ کیا بے چارے ڈپٹی کلکٹری کرتے ہونگے اور کیا خاک فیصلے معاملات کے کرتے ہونگے۔ خواہ مخواہ کرسی کو بھی بدنام کیا۔

ایسے ایسے بد فہم دنیا میں آباد ہیں۔ ان مدعیوں کا فہم تو بالکل ہی مسخ ہو گیا اور پھر عقل کا دعوی ہے۔ حالانکہ عقل کا ان میں نام و نشان نہیں ہوتا بالکل کورے ہوتے ہیں۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ آج کل کے عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات نہیں البتہ ہر وقت اکل کی فکر ہے وہ چاہے بصورت سود ہو یا بصورت رشوت ہو۔ یہی ان کی ترقی کے ترانوں کا حاصل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ہی انکی محبوبہ مرغوبہ ہے اسی کی ہر وقت فکر ہے دھن ہے آخرت کی ذرہ برابر فکر نہیں نہ اس کی طرف توجہ ہے۔

۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(۱۴۶) انگریزی تعلیم کے پیشہ کے خطرناک نتائج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کشمیر میں بھنگی کا پیشہ مسلمان کرتے ہیں۔ بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ اب کچھ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ تعلیم کے بعد یہ پیشہ چھوڑ دیں گے۔ دریافت فرمایا کہ کس قسم کی تعلیم۔ عرض کیا کہ انگریزی ہی تعلیم کے اسکول کھولے گئے ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ بھنگی کا پیشہ چھوٹ جائے گا تو یہ انگریزی تعلیم کا پیشہ اس سے بدتر ہے۔ اب تک تو ظاہری نجاست تھی اور یہ باطنی نجاست ہوگی۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس تعلیم سے عقائد خراب ہو جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انتظام تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر دینیات پڑھا کر پھر ضرورت کے لئے انگریزی تعلیم ہو تب اندیشہ عقائد خراب ہونے کا بہت کم ہوتا ہے اور جب اپنے مذہب کے عقائد کی خبر نہیں ہوتی تو اکثر بگڑ ہی جاتے ہیں۔ اور ملانوں پر اعتراض ہے کہ انگریزی کو منع کرتے ہیں۔ یہ منع کرتے ہیں یا طریقہ بتلاتے ہیں۔ آج کل یہ بھی مرض عام ہو گیا ہے کہ اگر کوئی گروہ کسی طبقہ کی اصلاح کرے یا اصلاح کا طریقہ بتلائے تو اس پر نظر کرتے نہیں۔ بس ایک یہ بات لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں مفید بات سے منع کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بدعتی ہیں انہوں نے ہزاروں لاکھوں بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں کوئی اصلاح کرے تو اس کو بدنام کرتے ہیں۔ مثلاً ان کو اگر ایصال ثواب کا صحیح طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان نیچریوں سے کہا جاوے کہ پہلے علم دین پڑھ کر پھر بعد میں انگریزی پڑھو تو کہتے ہیں کہ انگریزی کو منع کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل

مدارس کی حالت ہے کہ اگر ان کو شرعی اصول کے ماتحت تحصیل چندہ کا طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ چندہ وصول کرنے کو منع کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر طبقہ اس ہی مرض میں مبتلا ہے اسی طرح تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے تصریحاً کہہ دیا تھا کہ میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسلامی حکومت کے خلاف نہیں ہوں۔ مجھ کو صرف طریق کار سے اختلاف ہے اس پر کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن۔ اور سی آئی ڈی سے تنخواہ پانے والا ہے۔ یہ لوگوں کا دین ہے۔ ذرہ برابر خدا کا خوف قلب میں نہیں۔ بھلا ایسے گروہ سے قوم کی کیا اصلاح کی امید ہو سکتی ہے۔ اس منع کرنے کی اور مانع کے بد نام کرنے کی بالکل ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص بجائے قبلہ رخ ہونے کے نماز میں پورب کو منہ کر کے کھڑا ہو اور اس کو کوئی آگاہ کرے اور صحیح نماز کے ادا کرنے کا طریقہ بتلائے اور وہ اس پر شور و غل کرے کہ لوگو دیکھو یہ شخص مجھ کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو تم ہی فیصلہ کرو تم بڑے عاقل اور بیدار مغز ہو کہ کیا یہ نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ یا نماز کا طریقہ بتلا رہا ہے۔ اس زمانہ میں نہ کوئی اصول ہیں نہ کوئی قاعدہ ایسا بد فہمی کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل کامل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ ان کی ان حالتوں پر افسوس ہوتا ہے۔

(۱۴۷) خطبہ جمعہ اور عیدین عربی میں ہونا ضروری ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل اردو میں خطبہ جمعہ پڑھنے پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ خطبہ سے مقصود نصیحت ہے جس کو سامعین سمجھ سکیں۔ فرمایا کہ نصیحت ہے مگر اس میں دلیل سے عربی میں ہونے کی بھی تو قید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس اور روم کے سلاطین کو عربی زبان میں خطوط بھیجے ہیں حالانکہ اس وقت حضور کی خدمت میں فارس اور روم کی زبان جاننے والے موجود تھے مگر پھر بھی اس کی رعایت نہیں فرمائی۔ راز اس کا یہی تھا کہ شریعت چونکہ اس زبان میں ہے اور یہ شاہی زبان ہے اسی میں اس کا نفاذ چاہیے۔ دیکھو قانوناً" وسرائے کو واجب ہے کہ فرمان شاہی انگریزی زبان میں اعلان اور تقریر کیا کرے۔ وسرائے کو اجازت نہیں اردو میں تقریر کرنے کی۔ اسی طرح یہ خطبہ فرمان شاہی ہے اس کا عربی میں ہونا واجب ہے بلکہ خطبہ کو تو قرآن شریف میں سورۃ جمعہ میں ذکر اللہ فرمایا گیا ہے جو نصیحت اور غیر نصیحت کو عام ہے ذکر نہیں

فرمایا گیا۔ اور قرآن شریف کے لئے ذکری کا لفظ آیا ہے جس کے معنی نصیحت کے ہیں۔ تو نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ بدرجہ اولی اردو میں ہونا چاہیے۔ اور ایک بات اور کہتا ہوں کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ سامعین کو سمجھانے کے لئے ہوتا ہے اور خطبہ سے مقصود نصیحت ہے جس کو سامعین سمجھ سکیں۔ تو اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اگر سامعین میں بعض ہندی ہوں بعض عربی بعض ترکی بعض مصری بعض چینی بعض ولایتی اور تمہارے قاعدہ کے موافق ان سب کی رعایت کرنا ضروری ہوگا۔ تو اس صورت میں خطبہ کیا ہوگا معجون مرکب ہوگا اور اس میں وقت کتنا صرف ہوگا۔ ممکن ہے نماز کا وقت ہی ختم ہو جاوے تو خطیب کس کس کا تابع ہو اور عقلی اصول سے بھی پچاس کو تو مرکز واحد پر جمع کر سکتے ہیں اور نقطہ کو پچاس پر کیسے تقسیم کریں۔ تو اس کی کیا وجہ کہ خطیب کو تو مجبور کیا جاوے کہ سامعین کی رعایت سے خطبہ کو عربی سے اردو میں کر دیا جائے اور سامعین سے نہ کہا جائے کہ بقدر ضرورت دین کی تعلیم حاصل کریں۔ عربی سیکھیں۔ دین کو تو اپنا تابع بنایا جائے اور خود دین کے تابع نہ بنیں۔ کل کو نماز بھی اردو میں پڑھنے کو کہنا۔ کیا واہیات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس زمانہ تک تمام امت کا اسی پر عمل رہا کیا اس وقت سے اس وقت تک عربی میں خطبہ رہا۔

صدہا برس اسلامی سلطنت رہی۔ ہزارہا علماء اور بزرگان دین گذر گئے جنہوں نے ہندوستان جیسی جگہ میں عربی خطبہ کو شائع کیا جس سے اس کا شعار اسلامی ہونا ظاہر ہے۔ افسوس آج اس کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بھلے مانسو کیوں دین کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہو۔ خود ہی اپنی جڑیں کیوں کھوکھلی کر رہے ہو۔ دین کا تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہ ہوگا وہ تو اپنی حالت اور اپنی جگہ پر رہے گا مگر تم خود ہی مٹ جاؤ گے۔ آخر عقلیں کیا ہوئیں۔ جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ اس کی مصداق بالکل اس وقت کے مسلمانوں کی حالت ہو رہی ہے۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

اور آخرت اور دین کی عقل کا تو قحط مسلمانوں میں ہوا ہی تھا افسوس ہے کہ دنیا کی بھی عقل نہ رہی۔ ایک اور بات پر متنبہ کرتا ہوں کہ تمہارا شعار ہو گیا ہے کہ سب باتوں میں دوسری قوموں کی تقلید کیا کرتے ہو۔ مگر یہاں ان کی بھی تقلید نہ کی۔ کیا صرف اس وجہ سے

کہ دین کا مسئلہ ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اصل مخالفت احکام شرعیہ سے ہے جو شریعت کے اس کے خلاف کرنا ضرور ہے خواہ اس میں وہ شعار تقلید غیر کا بھی فوت ہو جاوے۔ بیان اسکا یہ ہے کہ دوسری قومیں اپنی اپنی زبانوں کی بقاء کی کوشش میں شب و روز سرگرم ہیں اور بقاء قوم کا ایک جز بقاء زبان پر بھی سمجھتے ہیں تم اس میں ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ اگر اس کی روک تھام نہ کی تو پھر اسی پر بس تھوڑا ہی ہوگا۔ قرآن شریف بھی اردو میں چھپنے شروع ہو جائیں گے جس سے اندیشہ تحریف کا یقینی ہے۔ خدا معلوم مسلمانوں کی عقلیں کہاں گئیں۔ پھر اگر ان کو بتلایا جائے سمجھایا جائے تو ناصح پر الزامات کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں اس کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ہے مسلمانوں کی نکیل اور باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔ وہ علم دین۔ دین۔ فہم۔ عقل سب سے معرا ہیں اور جب وہ خود گم کردہ راہ ہیں۔ دوسروں کو کیا راہ بتلائیں گے۔ اور آج کل ایسے ہی لوگ لیڈر ہیں جن میں اکثر عاقبت اندیش ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہی ملک اور مخلوق کو تباہ اور برباد کیا۔ اور امن تو ان کی بدولت دنیا سے رخصت ہی ہو چکا۔ آئے دن ایک نیا فساد ملک میں کھڑا رہتا ہے ایسے ہی بد اندیش لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔

گربہ میروسگ وزیرو موش راد یوان کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک راویراں کنند

(۱۴۸) ہروقت فکر آخرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عقل اور فہم تو لوگوں میں ہے نہیں۔ محض پالیسی چالاکی۔ مکاری ہے۔ اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ سب ہی کو آتی ہیں۔ مگر جن کو نفرت ہے وہ اس کو عمل میں نہیں لاتے جیسے گوہ کھانا کسے نہیں آتا۔ جیسے سور کو گوہ کھانا آتا ہے انسان کو بھی آتا ہے مگر کون کھاتا ہے۔ اگر میں بھی ان چیزوں سے کام لیتا تو لے سکتا تھا مگر میں انتقام میں بھی اس سے کام نہیں لیتا اور کسی سے میں چونکہ کچھ نہیں بولتا اس لئے مجھ کو سب چپٹتے ہیں۔ فلاں مولوی صاحب بولتے ہیں ان سے کوئی بات نہیں کرتا۔ باقی میں تو صبر کرتا ہوں اور خدا کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور دل سے بھی معاف کر دیتا ہوں اور اللہ سے یہ دعاء کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کسی مسلمان سے مواخذہ نہ فرمائیں۔ لوگ مجھ کو برا بھلا کہیں۔ مجھ کو سب و شتم

کریں۔ بہتان باندھیں۔ الزامات لگائیں۔ مجھ کو قوم اور ملک کا بد خواہ ٹھہرائیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن بتلائیں۔ مگر میں ان سب پر بھی بتلائے دیتا ہوں کہ مجھ سے مخلوق پرستی نہ ہوگی۔ میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کے لئے اپنے مسلک اور مشرب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ایک انچ احکام شرعیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل میری فطرت کے بن گئی ہے۔ میں اس کے خلاف پر قادر نہیں ہوں جیسے تم بزعم خود معذور ہو۔ میں بھی معذور ہوں۔ تمہیں دنیا کی فکر سے فراغ نہیں۔ رات دن اس میں کھپ رہے ہو اس کی فکر ہے۔ مجھ کو آخرت کی فکر سے فراغت نہیں ہر وقت اسی کی فکر ہے۔ مقید دونوں ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک محبوب کا مقید ہے اور ایک غرض کا مقید ہے مگر ہیں دونوں مقید۔ فرصت نہ تمہیں نہ ہمیں۔

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

(۱۴۹) حضرت حکیم الامتؒ کی رعایت کی کسی کو فکر نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر شخص کی رعایت کرتا ہوں مگر میری رعایت کی کسی کو فکر نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ایک شخص یہاں پر آئے تھے ایک شنیع حرکت ان سے خلاف شرع سرزد ہوئی تھی کئی سال کی بات ہے مگر نام سن کر مجھ کو وہ بات یاد آ گئی تو اس سے مجھ کو انقباض ہوا ہے۔ وہ پھر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہلا بھیجا ہے کہ آپ کے یہ واقعات ہیں اور ان کے پیام کا جواب بذریعہ تحریر دے دیا ہے۔ مگر ملنے کو جی نہیں چاہا۔ میں نے یہ سب خط میں لکھ دیا اتنی رعایت پھر بھی کی کہ منہ پر نہیں کہا اب نہ ملیں مگر ملنے سے میں مجبور ہوں کیا کروں۔

(۱۵۰) بندہ کو حق تعالیٰ کا قرب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر بندہ بندہ ہو تو حق تعالیٰ کو اس سے خاص بے کیف قرب ہوتا ہے۔ اس قرب کے بزرگوں نے کچھ مثالیں بھی دی ہیں مگر اس میں زیادہ کلام کرنا محل خطر ہے۔ اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں۔

اے بروں از وہم و قال و قیل من خاک بر فرق من و تمثیل من

(۱۵۱) غیر مقلدین کو عامل بالحدیث ہونے کا فقط دعوی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونے کا دعوی ہی دعوی ہے عمل کے وقت کورے نظر آ رہے ہیں اور حدیث کو سمجھتے۔ خاک بھی نہیں ایک صاحب میرے پاس آئے۔ اس وقت ایک غیر مقلد صاحب بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں کوئی علاج تجویز کر دیجئے میں ابھی بولا بھی نہ تھا کہ وہ غیر مقلد صاحب بولے کہ روزہ رکھا کرو۔ انہوں نے کہا کہ میں روزہ بھی رکھ چکا ہوں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔ اس پر وہ غیر مقلد صاحب تو خاموش ہو گئے گویا کہ سب تر کی تمام ہو گئی۔ میں نے کہا کہ تم نے دو چار روزے رکھے ہونگے کہا کہ جی ہاں میں نے کہا کہ کثرت سے رکھو۔ کثرت سے روزہ رکھنا شہوت کو مغلوب کر دے گا اور یہ خود حدیث میں ہے کہ علیہ بالصوم فرمایا ہے علیہ لزوم کے لئے ہے اور یہ لزوم اعتقادی تو ہے نہیں عملی ہے اور لزوم عملی تکرار و کثرت سے ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ رمضان کے اول روزوں میں شہوت بڑھتی ہے کیونکہ رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے اور حرارت غریزیہ معین شہوت ہے۔ اول روزوں میں رطوبت فنا ہو کر حرارت بڑھتی ہے اس لئے شہوت بڑھتی ہے۔ اور آخر روزوں میں بوجہ کثرت جب رطوبت اصلیہ گھٹنے لگتی ہے اس سے شہوت گھٹتی ہے۔ اس کو سن کر ان غیر مقلد کی آنکھیں کھلیں انہوں نے ساری عمر بھی یہ بات نہ سنی تھی تو بعضے لوگ سمجھتے خاک بھی نہیں پھر دعوی اتنا بڑا کہ ہر عاصی آدمی اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے حتی کہ ایک غیر مقلد کی یہ حکایت سنی ہے کہ وہ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں یہ کیا حرکت تھی کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک کوئی حدیث ایسی نہیں سنی نہ دیکھی۔ آج کل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اردو میں چھپ گئے ہیں وہ ایک کتاب مترجم اٹھالائے اس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہیے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھائے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ آپ نے اس ہلکی بیائے معروف کے لفظ کو ہلکے بیائے مجہول پڑھا اور عمل شروع کر دیا۔ بس یہ ان کی سمجھ کی حقیقت ہے۔

(۱۵۲) ماسٹر لوگوں کی عقل لڑکے لے جاتے ہیں

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو لکھنا آجاوے مگر علمی لیاقت نہ ہو تو یہ بھی ایک عذاب ہے۔ ایک خط آیا ہے نہ سر نہ پیر۔ ایسے بد فہم لوگ ہیں کہ جو جی میں آتا ہے بدون سوچے سمجھے لکھ مارتے ہیں جس سے بعض اوقات بڑی اذیت ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ حضور مجھ کو بھی فیض باطنی سے کچھ عطاء فرمائیں۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ فیض باطنی تم کسے سمجھتے ہو اور عطاء فرمانے سے کیا مراد ہے دیکھو کیا جواب آتا ہے اس سے ان کی عقل اور فہم کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی انگریزی اسکول میں ماسٹر رہ چکا ہے۔ یہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ تمہاری تعلیم کہاں تک ہے اور کیا کیا پڑھا ہے اور اس وقت تک کیا مشغلہ رہا۔ سب لکھو۔ اس سے سب معلوم ہو جائے گا۔ اکثر ایسی بد عقلی اور بد فہمی کی باتیں ماسٹر لوگوں سے زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔ ان کی عقل لڑکے لے جاتے ہیں۔

۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم ۲ شنبہ

(۱۵۴) دکاندار رسمی پیروں کا ڈھونگ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کے ذہنوں میں بزرگی کی خاص علامتیں جمی ہوئی ہیں وہی خیال لے کر یہاں پر بھی آتے ہیں۔ مثلاً" یہ کہ بڑا عمامہ سر پر ہوگا۔ ایک بڑا چوغہ زیب تن ہوگا۔ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہوگی۔ گردن جھکائے دنیا و مافیہا سے بے خبر بیٹھا ہوگا۔ کسی بات کا احساس نہ ہوگا۔ یہاں پر پہنچ کر اس کا عکس نظر آتا ہے نیز اگر کوئی گڑبڑ کی تو پھر بال کی کھال کھینچتی نظر آتی ہے۔ اور ان بے چاروں کے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ آج کل کے رسمی پیروں نے اسی ڈھونگ کے ساتھ دکانیں جما رکھی ہیں۔ میں ایسی باتوں سے نفرت رکھتا ہوں نہ اپنے بزرگوں کو ایسی باتیں کرتے دیکھا نہ یہ پسند۔ میں ایک مرتبہ پانی پت سے آرہا تھا ایک شخص دہلی تک پہنچانے کے لئے ساتھ آئے تھے۔ اسٹیشن دہلی پر پہنچ کر وہ صاحب مصافحہ کر کے چل دیئے میں تنہا رہ گیا۔ ایک رئیس پنجاب کے اس ہی ڈبہ میں سوار تھے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ اشرف علی کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ میں ہی ہوں۔ ان کو یقین نہ آیا۔ یقین نہ آنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ ان کے ذہن میں میرا ایک خاص ہیئت کا نقشہ ہوگا

کہ بڑا چوغہ اور عمامہ ہوگا۔ بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہوگی۔ دس پانچ خدام داہنے بائیں دست بستہ ہونگے اس لئے کہ پنجاب کے پیر تو سلاطین کی سی شان رکھتے ہیں۔ اچھی خاصی حکومت کرتے ہیں۔ اور میں کبھی سفر میں اپنے کو چھپاتا نہیں تھا۔ محض اس مصلحت سے کہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو کوئی حاجت ہو۔ اور بعد میں اس کو معلوم ہو تو حسرت اور ارمان ہو۔ غرض کہ ان رئیس صاحب نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اور امتحان کے لئے ایک مسئلہ پوچھا جو ان کے نزدیک لاجواب تھا۔ میں نے اس کا جواب دیا تب ان کو یقین آیا اور نیاز مندانہ برتاؤ شروع کر دیا۔

(۱۵۴) بے پردگی کے خطرناک عواقب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل بے پردگی کا زور ہے بڑے فتنہ کا زمانہ ہے۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ پردہ عورتوں کو قید میں رکھنا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قید نہیں بلکہ حفاظت ہے جو ہر نفیس چیز کے لئے عقلاً" تجویز کی جاتی ہے۔ دیکھو ریل کے سفر میں کوئی اپنے روپیہ پیسہ کو کھول کر عام منظر پر دکھلاتا ہوا نہیں چلتا کیسی حفاظت سے رکھتا ہے ایسے ہی عورت کو عام منظر پر لانا ظاہر ہے کہ خطرات سے خالی نہیں پس جو اندیشہ وہاں ہے وہی اندیشہ یہاں ہے۔ ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو پردے میں رکھنے کی مصلحت یہ کہی جاتی ہے کہ عفت محفوظ رہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ میں بھی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی نہ ہوگی۔ خرابی جب ہوگی بے پردگی ہی سے ہوگی جب تک وہ پردہ رکھیں گی خرابی ہو ہی نہیں سکتی خرابی کی ابتداء ہمیشہ بے پردگی ہی سے ہوگی یہ عقل و حیاء کے دشمن ایک یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ عورتیں محبوس ہیں بند ہیں قید ہیں اس لئے ترقی نہیں کر سکتیں اس لئے کہ ترقی کے لئے لازم ہے علم۔ اور اس صورت میں علم حاصل نہیں کر سکتیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بے پردگی ذریعہ ہے علم کا تو ہندوستان ہی میں بہت کم ایسی قومیں جن میں پردہ کا اہتمام ہے خود مسلمانوں ہی میں کثرت سے وہ قومیں ہیں جن کی عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں ان میں کون سی علامہ یا ڈگری یافتہ ہو گئیں اس سے معلوم ہوا کہ بے پردگی ذریعہ علم کا نہیں بلکہ توجہ اور فکر سے ہر کام ہوتا ہے اس میں چاہے بے پردگی ہو یا پردہ ہو بلکہ اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو پردہ معین علم ہے۔ دیکھئے کہ

جب طلبہ کو کسی اہم مضمون کا سمجھنا یا لکھنا ہوتا ہے تو گوشہ نشینی تنہائی خلوت کی تلاش ہوتی ہے اکثر دیکھا ہے کہ اسکولوں کالجوں اور مدارس کے طلبہ ایسے موقع پر جنگلوں میں نکل جاتے ہیں تاکہ اس اہم مضمون کو سمجھ لیں تو یہ موقع عورتوں کو بدوں اہتمام ہی کے حاصل ہے تو اگر یہ علوم کی طرف متوجہ ہوں تو مردوں سے زیادہ قابلیت پیدا کر سکتی ہیں اور اس قابلیت کا ذریعہ یہ پردہ ہی ہوگا چنانچہ بزرگان سلف میں عورتیں کتنی بڑی بڑی عالم ہوئی ہیں۔ پردہ کے قید کہنے پر ایک حکایت یاد آئی ایک افسر انگریز نے حافظ عبدالرزاق صاحب تھانوی انجینئر سے پردہ کے متعلق گفتگو کی کہ مسلمانوں کی سب باتیں اچھی ہیں مگر ایک بات بہت خراب ہے وہ یہ کہ یہ عورتوں کو قید رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قید کا مطلب نہیں سمجھا کہا کہ یہ ہی جس کو تو پردہ کہتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ قید ہے ذرا مجھ کو سمجھا دیجئے اس لئے کہ قید کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو بند کیا جائے اور اس کو وہ بند کرنا ناگوار ہو وہ بھاگنا چاہتا ہو اس پر پہرہ چوکی قائم کرتا ہو آپ نے کسی مسلمان کے گھر پر پہرہ چوکی دیکھا ہے۔ کہا کہ پہرہ چوکی تو نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ نے قید کیسے کہا بلکہ ان کو باہر نکالنا قید ہے۔ کیونکہ وہ ان کی طبیعت کے خلاف ہے اگر بالفرض ہم ان کو باہر جانے کو کہیں تو وہ اندر کو بھاگیں تو اصول کی رو سے یہ پردہ آزادی ہے اور بے پردگی قید ہے غرض یہ قید نہیں حیا ہے جو تمہاری عورتوں میں نہیں اس پر وہ انگریز خاموش ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ بعض عورتوں پر تعجب ہے جنہوں نے پردہ توڑ دیا مرد تو قلیل الحیاء ہوتے ہیں لیکن عورتیں کثیر الحیاء ہوتی ہیں۔ مگر یہ بے پردگی پر کیسے آمادہ ہو گئیں۔ مسلمانوں کی ان حرکات پر بڑا ہی رنج صدمہ ہوتا ہے جامع کہتا ہے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مدظلہ العالی پردہ کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں۔

مسلمانوں سے بھی اٹھ جائے پردہ کیا قیامت ہے
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی
پتہ کی کہہ رہا ہے بڑ میں ایک مجذوب دیوانہ
چرا کاری کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

(۱۲ احقر جامع ملفوظات)

(۱۵۵) صدق اور خلوص بڑی چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صدق اور خلوص بڑی چیزیں ہیں بدوں اس کے کام چلنا یا بننا مشکل ہی ہوتا ہے۔ یہ آج کل جو اکثر ناکامی ہوتی ہے اس کا سبب عدم خلوص ہی ہے۔ اگر خلوص ہو تو بڑے سے بڑا کام اور سخت سے سخت کام سہل بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا ایک پیسہ پاس نہ تھا اور اس میں تمام کمالوں میں صرف ایک کمال یہ تھا کہ گدھے کی بولی بولنا جانتا تھا۔ ایک سیٹھ نے بولتے ہوئے سن لیا اپنی تفریح کے لئے سفر حج میں اس کو ہمراہ لے لیا بعد فراغ حج اسی کمال کی بدولت بدوں سے ریل میل ہو گیا ان کی معیت میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ دیکھ لیجئے ارادہ حج خلوص سے کیا حق تعالیٰ نے سب آسان فرمادیا۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ۔۔۔ باکریماں کار ہا دشوار نیست

(۱۵۶) چھوٹے درجے کے لوگوں کی دوستی و دشمنی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے درجے کے لوگ کیسے ہی ہوں مگر پھر انہیں اکثر حوصلہ ہوتا ہے۔ چھوٹے درجہ کے لوگوں میں وہ حوصلہ نہیں ہوتا مگر بعض قومیں ایسی بھی ہیں کہ ان کے بڑے لوگ بھی کم حوصلہ ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں سے کوئی توقع نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے یہاں کوئی اصول یا آئین نہیں ہوتے جو جی میں آیا کر لیتے ہیں ایسوں کی دوستی اور دشمنی دونوں خطرناک ہوتی ہیں۔

(۱۵۷) مخالف کا راز

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک یہ بھی معمول ہے کہ میں کسی بات کے پیچھے نہیں پڑتا۔ اول کوشش کرتا ہوں سمجھانے کی اور سمجھنے کی۔ جب دیکھتا ہوں...... کہ الجھن پیدا ہو چلی ایک دم کلام کو بند کر دیتا ہوں اور کہہ دیتا ہوں کہ یا تم سمجھنے کے اہل نہیں یا میں اہل نہیں چھوڑو قصہ کو ختم کرو۔ ایک بات کو تو بیٹھا ہوا محض وہ کھرل کیا کرے جس کو کوئی اور کام نہ ہو یہاں اتنی فرصت کہاں اور ہی مشغولیاں کیا کم ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جب کوئی ایسا موقع پیش آئے تو مخالف کے سامنے سب رطب و یابس رکھ کر الگ ہو جاؤ اس میں عافیت ہے۔ واقعی ان باتوں میں پڑ کر آدمی کسی کام کا نہیں رہتا اور مجھ کو تو ان باتوں سے طبعاً" نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں مناظرہ مروجہ کو پسند نہیں کرتا سوائے

تضییع اوقات کے اس میں کیا رکھا ہے۔ مولانا نے ایک حکایت مثنوی میں لکھی ہے کہ ایک بانسری بجانے والا بڑا مسخرہ تھا۔ بانسری بجاتے وقت بڑے زور سے اس کی ریح صادر ہوئی تو بانسری مقعد پر رکھ کر کہتا ہے کہ لے بی اگر تو اچھا بجانا جانتی ہے تو ہی بجا۔ اسی طرح جب کسی کام میں کشمکش ہو تو بس یہی کرے لے بھائی تو ہی کام کر اس لئے انسان خواہ مخواہ کیوں الجھن اور پریشانی میں پڑے اگر دوسرا شخص کام کرنا چاہے اس کے سپرد کر کے الگ ہو جاؤ مقصود تو کام ہونا ہے اور مخالفت کرنے سے زیادہ ہیجان ہوتا ہے اگر مخالفت نہ کی جائے تو سب ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں یہاں پر ایک مرتبہ ایک جماعت میں سازش ہوئی کہ اس مدرسہ کے مقابلہ دوسرا مدرسہ کھولنا چاہیے۔ پھر سازش ہوئی کہ اس پر قبضہ کرو۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ قصہ ہے۔ شب کو ایک مکان میں مجھ سے مخفی کمیٹی قرار پائی موقع ایسا تھا کہ وہ مکان میرے مکان سے قریب تھا عین کمیٹی کے وقت جب کہ ایک مقرر تقریر فرما رہے تھے میں دفعتہً " پہنچ گیا اور جا کر السلام علیکم کر کے میں نے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو بڑی تکلیف دی آپ کا بڑا حرج کیا اس وقت تمام جلسہ پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا سب دم بخود تھے۔ میں نے کہا کہ میں نے ایک ضرورت سے یہ جرات کی اور ابھی ایک ضروری مختصریات کہہ کر واپس جاتا ہوں۔ آپ کے جلسہ میں مخل نہ ہوں گا اور وہ بات یہ ہے کہ مدرسہ پر جس وقت آپ کا جی چاہے قبضہ کر لیں (تمام ارکان اس سازش کے کرنے والے جمع تھے) صبح کو آپ حضرات مدرسہ میں تشریف لا کر اس کی تمام چیزوں کو ہم سے وصول کر لیں۔ صرف وہ کتابیں جو میرے اثر سے آئی ہیں دو سال تک نہ دوں گا لیکن اگر ضرورت ہوگی عاریتہ" دے دوں گا کیونکہ میرے اثر سے جمع ہوئی ہیں۔ میرے ہی اعتقاد پر آئی ہیں دو سال کے بعد جب میں دیکھوں گا کہ مدرسہ کا کام اچھا ہو رہا ہے وہ کتابیں بھی مدرسہ میں داخل کر دوں گا اور یہ کہہ کر میں نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔ صرف یہی کہنے آیا تھا السلام علیکم۔ بس پھر نہ وہ جلسہ رہا اور نہ مقرر نے تقریر کی وہ مشورہ ہی ختم ہو گیا۔ یہ گڑبڑ تو مخالفت سے ہوتی ہے سو مخالفت کی ضرورت ہی کیا ہے بس یہ کہہ دینا چاہیے کہ لو بھائی تم ہی کام کرو ہم دین کے کسی اور کام میں مصروف ہو جائیں گے۔ باقی مخالفت کا اصل راز یہ ہے کہ مقصود نام ہوتا ہے کام مقصود نہیں ہوتا اس لئے ایک ہی چیز کے درپے ہو جاتے ہیں۔ پھر اس میں طرفین سے کشاکشی ہوتی ہے۔ جھگڑے قصے فساد ہوتے ہیں۔

(۱۵۸) شیخ کامل کی بیعت اور صحبت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب قلب کے اندر کسی چیز کی لگن ہوتی ہے اس کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ ریاست رام پور کے ایک ریاستی خاندان کے ایک صاحب نے ایک قاری صاحب کا قصہ بیان کیا تھا کہ کل ایک روپیہ چار آنہ ان کے پاس تھے اور حج کا ارادہ کر دیا۔ ایک روپیہ کہ بھنے ہوئے چنے لئے اور چار آنہ میں ایک تھیلہ بنوایا اور اس میں چنے بھر کر کندھے پر ڈال کر بمبئی کو چل دیئے۔ جہاز کی روانگی کے وقت جہاز کے ایک افسر انگریز سے کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے آپ کوئی ملازمت مجھ کو جہاز میں دے دیں اس نے صورت شان دیکھ کر کہا کہ تمہارے لائق کوئی نوکری نہیں کہنے لگے اس کو مت دیکھو کوئی بھی ہو اس نے جھلا کر کہا کہ بھنگی کی نوکری ہے۔ قاری صاحب نے کہا مجھ کو منظور ہے میرا نام ملازموں میں لکھ لیجئے اس نے عاجز کرنے کے لئے کہا کہ اس میں بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ اٹھاؤں گا وہاں ایک بورا پڑا تھا کئی من کا۔ کہا کہ اچھا یہ اٹھا کر دکھاؤ مگر وہ ان کی قوت سے باہر تھا اول تو کبھی وزن اٹھانے کا اتفاق نہ ہوا تھا پھر وزن بھی اتنا زائد۔ اس وقت انہوں نے دل ہی دل میں خدا سے دعاء کی کہ اے اللہ یہاں تک تو میرا کام تھا اب آپ کی نصرت اور امداد کی ضرورت ہے آپ اتنی قوت عطا فرمادیں کہ اس وزن کو اٹھا سکوں یہ کہہ کر اور اللہ کا نام لے کر اس بورے کو سر سے اونچا اٹھا کر دور پھینک دیا انگریز بہت خوش ہوا وہی نوکری دے دی۔ انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ دو شخص وہاں اور کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ ہم بھی جانا چاہتے ہیں اور ہیں غریب اوی ہمارا نام بھی کسی خالی نوکری میں لکھ لیجئے۔ اس نے کہا کہ بھنگی ہی کی اور ملازمت بھی ہے۔ نام سن کر وہاں سے بھاگے۔ ان دونوں میں کچھ فرق معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایک کے دل کو لگی ہوئی تھی اور دوسرے کے نہ لگی تھی۔ قاری صاحب نے فرمایا بھاگو مت تمہارا کام بھی میں ہی کروں گا۔ ان کا نام بھی لکھ لیا گیا۔ غرض قاری صاحب نے بھنگی کا کام شروع کر دیا اپنا بھی اور ان دو کا بھی۔ شب کو معمول تھا کہ تہجد کے وقت قرآن پاک کی نفلوں میں تلاوت فرماتے ایک روز وہ انگریز عین تہجد کے وقت ان کی طرف پہنچ گیا جب تک یہ نماز سے فارغ نہیں ہوئے کھڑا قرآن شریف سنتا رہا۔ قاری صاحب نہایت خوش الحان تھے پھر دل میں درد تھا قلب میں اللہ کی محبت تھی اس تلاوت قرآن نے اس انگریز پر وہ اثر کیا کہ قاری

صاحب سے دریافت کیا کہ یہ تم کیا پڑھتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ کلام اللہ ہے یعنی خدا کا کلام۔ اس نے کہا کہ یہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا کہ یہ یوں نہیں سیکھایا جاتا اس کے لئے پاکی شرط ہے اس نے کہا کہ ہم غسل کرے گا انہوں نے کہا کہ اس سے کیا ہوتا ہے باطن کی پاکی ہونا چاہیے اس نے کہا کہ وہ کیا ہے۔ فرمایا کلمہ پڑھو۔ اس نے کہا کہ اچھا ہم کو کلمہ سکھاؤ۔ اسی وقت کلمہ پڑھا مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ اس سے مسلمان ہو جاتا ہے اور قاری صاحب سے قرآن شریف یاد کرنا شروع کیا اور ہر وقت کلمہ پڑھتا رہتا تھا۔ دوسرے انگریز نے کہا کیا تم مسلمان ہو گئے اس نے کہا نہیں جب اس سے بار بار کہا گیا تو وہ قاری صاحب کے پاس پہنچا اور اس کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا آج کیا تم تو بہت دن سے مسلمان ہو گئے اول تو وہ مبہوت سا ہوا پھر سب سے کہہ دیا کہ مسلمان سہی اسی حالت میں جب جدہ پہنچا کہا کہ ہم بھی حج کو چلے گا اور نوکری بھی چھوڑی اور قاری صاحب کی خدمت میں اپنی عمر گزار دی۔ دیکھا کہ قاری صاحب کے خلوص اور صدق کی برکت کہاں تک آثار و ثمرات کی نوبت پہنچی۔ آج کل مسلمان صرف باتیں بناتے ہیں ہر کام نام کے واسطے کرتے ہیں اللہ کے واسطے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ہر وقت جاہ اور عزت کے متلاشی ہیں تو اس کے آثار و ثمرات بھی ایسے ہی ہیں۔ ارے اللہ کے ہو جاؤ مٹ جاؤ۔ فنا ہو جاؤ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے بس وہ ہوگا جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ　　خاک شو تاگل بروید رنگ رنگ

اور اگر اعتقاد سے ایسا نہیں کرتے تو بطور امتحان ہی کے دیکھو بت پرستی تو کر کے دیکھ لی۔ اب خدا پرستی بھی کر کے دیکھ لو۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　آزموں رایک زمانے خاک باش

اور حسب سنۃ اللہ یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ کسی کامل کی معیت اور صحبت نصیب ہو اس کی صحبت سے قلب کے اندر جذب پیدا ہوگا پھر اس چیز کے پیدا ہو جانے کے بعد ساری عمر کے لئے ایک بجلی قلب کے اندر پیدا ہو جائے گی اور وہ کندن بنا دے گی یہ صحبت کامل ہی اکسیر اعظم ہے مگر افسوس اسی سے غفلت ہے یہ وہ چیز ہے کہ۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

گو بظاہر تجھ کو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ صحبت ایک اپنے جیسے ہم جنس کی ہے لیکن یہ سمجھنا سراسر غلط ہے اور اپنے پر اس کو قیاس کرنا صحیح نہیں ایسے قیاس کے بارہ میں فرماتے ہیں

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور اسی صحبت کو مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — گو نشیند در حضور اولیا

اور فرماتے ہیں

یک زمانے صحبت با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صحبت نیکاں اگر یک ساعت ست — بہتر از صد سالہ زہد و طاعت ست

(۱۵۹) دوسرے پر خواہ مخواہ شبہ کرنا درست نہیں

ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ کا مسودہ حضرت والا سے دیکھنے کے لئے طلب کیا حضرت والا نے فرمایا کہ میں سب صفحات درست کر کے دوں گا۔ وہی آدمی ہوں اگر صفحات لگانے میں کچھ فروگزاشت ہو گئی تو خواہ مخواہ کسی پر کیوں شبہ کیا جاوے۔ اس پر میں سخت مشہور ہوں اگر یہ سختی ہے تو میں اپنے نفس پر بھی تو سخت ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے نفس کے لئے کوئی شخص سختی گوارا نہیں کیا کرتا معلوم ہوا کہ یہ سختی نہیں اور اگر پھر بھی یہ سختی ہے تو میں جب اپنے لئے کرتا ہوں تو پھر دوسروں کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں اور اصل بات تو یہ ہے کہ نہ میں تم سے اپنا اتباع چاہتا ہوں اور نہ میں خود کسی کا متبع بنتا ہوں بس یہ چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کے تم بھی تابع بنو اور میں بھی تابع بنوں۔

(۱۶۰) رسمی مشائخ کا مخلوق کو گمراہ کرنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا بھلا کرے ان رسمی مشائخ اور دکاندار پیروں کا انہوں نے مخلوق کو گمراہ کر دیا ان کی بدولت مخلوق کے عقائد اس قدر خراب اور برباد ہوئے کہ جس کا کوئی حساب نہیں۔ بالکل گمراہی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ حیدر آباد دکن کا قصہ ہے وہاں پر ان جاہل مشائخ اور پیروں کی بدولت لوگوں کے عقائد کی یہ حالت ہے کہ جس وقت موسی ندی چڑھی اور تباہی ہوئی تو یہ عبرت کا وقت تھا مگر یہ عبرت حاصل کی کہ یہ تجویز کی کہ اولیاء اللہ کا ادب کم ہو گیا اس لئے یہ وبال آیا۔ یہ توجیہ کر کے اور زیادہ قبر پرستی شروع کر دی۔ اس

فہم اور سمجھ کو ملاحظہ فرمایئے کہ ان کے زعم میں بعد عن الشرک جس کا نام انہوں نے قلت ادب اولیاء رکھا جو سبب ہو گیا قہر خداوندی کا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۴۱) ہمارے اکابر کی شان فنا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں پنجاب کے بعضے پیر سلاطین کی سی شان رکھتے ہیں جب چلتے ہیں بڑا مجمع ساتھ ہوتا ہے۔ لباس فاخرہ ہوتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ خود ان میں امراض بھرے ہوتے ہیں۔ دوسروں کا کیا علاج کریں گے الحمد للہ ہمارے بزرگوں میں یہ بات نہ تھی وہ تو اپنے کو مٹائے ہوئے رہتے تھے اور یہ حالت تھی کہ باوجود اس کے کہ جامع تھے کمالات کے اور پھر دیکھنے والوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کچھ جانتے بھی ہیں یا ان کے اندر کوئی کمال بھی ہے حالانکہ کمال کی یہ کیفیت تھی کہ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام وسندان باختن

لیکن گو وہ اپنے کو ظاہر نہ فرماتے تھے اپنے کو فنا کئے ہوئے اور مٹائے ہوئے رہتے تھے مگر مشک کہیں چھپائے چھپتا ہے ان حضرات کے چہروں پر نور عیاں تھا اور یہ حالت تھی جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بین باشی اگر اہل دلی

اسی کا ترجمہ مولوی ابوالحسن صاحب کاندھلوی نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے۔

مرد حقانی کے پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

(۱۴۲) کمالات کی دو قسمیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کسی مکتوب میں بقسم یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں کچھ نہیں اس پر بعض کج فہم معاندین نے یہ کہا کہ مولانا خود ہی فرماتے ہیں کہ میں کچھ نہیں۔ سو ہم تو مولانا کو سچا سمجھتے ہیں اس لئے یہی سمجھتے ہیں کہ مولانا کچھ نہیں۔ خیر یہ تو معاندین کی بے ہودگی تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اپنی جماعت کے ایک عالم فاضل شخص حضرت مولانا سے از حد درجہ خلوص اور محبت رکھنے والے ہر طرح پر معتقد اور جان نثار وہ اس شبہ میں مبتلا ہو گئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ ہم تو حضرت

کے کمالات کے بھی معتقد ہیں اور ان کے صدق کے بھی یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب آپ سے تعجب ہے کہ آپ جیسا عالم فاضل شخص ذکی اور ذہین ایک واہیات اور لچر شبہ میں پڑ گئے۔ جواب ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ کمالات کی دو قسمیں ہیں ایک کمالات واقعیہ اور ایک کمالات متوقعہ۔ حضرت مولانا تو کمالات متوقعہ پر نظر کر کے فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں اور ہم کمالات واقعہ پر نظر کر کے معتقد ہیں یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے۔ یہ سب اللہ کا فضل ہے وقت پر قلب میں ڈال دیتے ہیں۔

(۱۴۳) عنوانات التصوف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جس قدر قرآن و حدیث سے مسائل تصوف کا استنباط اور ان پر استدلال کیا ہے وہ نکات کے درجہ میں نہیں بلکہ وہ وجوہ دلالت لئے ہوئے ہیں جو اہل علم کے نزدیک بھی وجوہ دلالت ہیں۔ میں نے ایسے مسائل کی ایک فہرست تیار کرائی ہے اس کو ذرا لوگ دیکھیں تو کہ تصوف کتاب و سنت سے کیسا ثابت ہے جس کو خلاف کتاب و سنت سمجھتے تھے اس فہرست سے سب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ اس فہرست کا نام ہے عنوانات التصوف وہ چھپ بھی گئی۔

(۱۴۴) لوگوں کو معتقد بنانے کی تدبیر بے غیرتی کا سبب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو جو بیعت کے توقف میں انتظار ہوتا ہے وہ مناسبت کا ہوتا ہے اور یہ مناسبت اکثر زیادہ ملنے جلنے سے پیدا ہو جاتی ہے لوگ اس کو ٹالنا سمجھتے ہیں اور اگر مناسبت نہیں دیکھتا تو صاف کہہ دیتا ہوں کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں کسی اور جگہ اصلاح کا تعلق پیدا کر لو۔ اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ اگر مصلح کا نام پوچھو گے بتلا دوں گا۔ ہر حال میں فرض چیز اصلاح ہے اگر ایک سے مناسبت نہیں دوسرے سے سہی کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے۔ نہ نام کرنا مقصود ہے مقصود تو کام ہے یہ تو دوکانداروں کی باتیں ہیں کہ جو بھی آئے ضرور پھنسالو۔

شکار ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ الحمد للہ یہاں پر یہ باتیں نہیں۔ یہاں پر تو سیدھی اور سچی اور صاف بات ہے کسی کو دھوکہ نہیں ہوتا اور ضرورت ہی کیا ہے اینچ پینچ کی ایسی باتیں تو وہ کرے کہ جس کی کوئی غرض وابستہ ہو۔ یہاں تو صرف اللہ کا بندہ بنانا اللہ کا راستہ بتلانا ہی غرض

ہے اور یہی کام ہے اس کے علاوہ نہ کوئی غرض ہے اور نہ کوئی اور کام ہے۔

(۱۹۵)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کی تدبیر یا ترغیب دی جائے یہ طریقہ نہایت ہی ناپسندیدہ ہے اپنے دوستوں کو میری تاکید ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں ہاں ایک اور صورت ہے جس میں ایک مسلمان کی امداد ہے اور ثواب بھی ہے کہ طالب کو چند جگہوں کے نام بتلادے اور یہ مشورہ دیا جاوے کہ اپنے حالات سب جگہ لکھو جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو وہاں تعلق پیدا کر لو۔ باقی یہ ایجنٹوں کی سی صورت اختیار کرنا نہایت برا طرز ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھنسانے کے لئے لوگ چھوڑ رکھے ہیں بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے۔

(۱۹۶) دین کو دنیا کا تابع بنانا سراسر گمراہی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا کو دین پر مقدم کر کے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ طریقہ سراسر گمراہی ہے کہ دنیا کو مقدم رکھ کر دین کو اس کا تابع بنائیں اگر دین کو مقدم رکھیں اور پھر حصول دنیا کی فکر کریں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو تو پھر کامیابی بھی بہت قریب ہے۔

(۱۹۷) اصل چیز محبت اور اتباع ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل چیز محبت اور اتباع ہے پھر اس میں بھی اساس محبت ہے اتباع عادۃً اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لئے کہ محب محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا باقی بیعت وہ محض ایک برکت کی چیز ہے اس پر نہ تعلیم موقوف ہے اور نہ نفع۔ مگر آج کل کے پیروں نے اس بیعت سے لوگوں کو پھنسانے کا اچھا خاصہ آلہ بنا رکھا ہے۔ لوگوں کے عقائد بیعت کے متعلق درجہ منکر تک پہنچ گئے ہیں کہ اس کو فرض واجب سمجھتے ہیں علماء اہل حق کو اسی طرف متوجہ ہو کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جیسے اور بدعتوں کی اصلاح کرتے ہیں یہ بھی تو بدعت ہے اور قابل اصلاح آخر فرق دونوں میں کیا ہے۔

۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(۱۶۸) پتہ نہ لکھنے والے کے لفافے کی امانت

فرمایا کہ ایک صاحب کا لفافہ آیا ہے جس میں نہ واپس ہونے والے لفافہ پر پتہ لکھا ہے۔ اور نہ اندر کے خط پر کہیں پتہ لکھا ہے اب بتلایئے کہ یہ خط جائے گا کیسے۔ اس پر فرمایا کہ لوگوں میں بیداری نہیں غفلت ہے ایسی کھلی بات اور اس میں یہ غلطی جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے۔ اب اس لفافہ کی حفاظت کرنا امانت میں رکھنا کس قدر گرانی کا کام ہے۔ ان کی تو ذرا سی غفلت ہوئی یا بھول ہوئی اور دوسرے کو تکلیف پہنچی۔ یہی باتیں ہیں جن پر روک ٹوک کرتا ہوں جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بیداری پیدا ہو غفلت دور ہو اس پر بعضے خفا ہو کر چل دیتے ہیں باہر جا کر بدنام کرتے ہیں اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے۔

(۱۶۹) طلب شرط ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب رحمت حق متوجہ ہوتی ہے تو ساری عمر کے میل کچیل دھل جاتے ہیں مگر خود رحمت کے متوجہ ہونے کے لئے طلب شرط ہے اور یہ انسان کا اختیاری فعل ہے یہ اپنے اختیاری کام کو کرے پھر آگے سب کچھ وہی کر لیتے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے فلاں خان صاحب کا مرید ہوں اب تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے عقائد فاسد تھے اس لئے ان عقائد باطلہ سے توبہ کر کے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونا چاہتا ہوں عمر میری تقریباً" پینسٹھ سال کی ہے اس لئے جلد از جلد مجھ کو بیعت فرما لیا جائے۔ میں نے لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ پھر دوبارہ خط آیا لکھا تعجیل نہ کرنے کی حد بتلا دی جائے۔ اس وقت تک میں کچھ نہ بولوں گا۔ میں نے لکھ دیا کہ جب تک میری چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو۔ بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کر لو۔ دس ملاقات اور مجالست نہ کر لو اس وقت تک اس کی حد ہے۔ دوسری جگہ یہ خط جاتا اور اس طرح رجوع کرتے نہ معلوم غنیمت سمجھ کر کس قدر عجلت سے ہاتھوں ہاتھ ان کو لیا جاتا اور مدح سرائی کی جاتی۔ یہاں پر یہ جواب ملا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ لوگ ہر وقت انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ ادھر سے کوئی ٹوٹ کر آئے تو ہم دبوچیں اس صورت میں طریق کی تذلیل ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے۔ مجھ کو تو غیرت آتی ہے

کہ کسی کو شبہ بھی ہو کہ اس کو ہمارا انتظار ہے۔ میں چاہتا یہ ہوں کہ ہر چیز اپنی حد پر رہے۔

(۱۷۰) حکایت حضرت شاہ عبدالعزیز دباغ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس امت میں ایسے ایسے اہل اللہ گزرے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ہر وقت مشاہدہ رہتا تھا۔ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ حدیث سن کر فرما دیتے کہ یہ حدیث ہے یا حدیث نہیں کسی نے پوچھا فرمایا میں حدیث سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر کرتا ہوں اگر بشاش پاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے اور اگر منقبض دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں یہ حدیث نہیں۔ ایک بزرگ ہیں عبدالعزیز دباغ یہ عالم نہ تھے۔ ایک شخص بطور امتحان آپ کے پاس پہنچا اور کچھ قرآن پاک کی آیت کے الفاظ اور کچھ حدیث شریف کے الفاظ اور کچھ ویسے ہی عربی کے الفاظ ایک جگہ ملا کر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ اتنا تو قرآن ہے اور اتنی حدیث ہے۔ اور آگے نہ قرآن نہ حدیث ویسے ہی عربی کے الفاظ ہیں۔ اس شخص کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ بزرگ عالم نہیں پھر کیسے معلوم کر لیا۔ عرض کیا کہ حضرت نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ اتنا قرآن ہے اور اتنی حدیث ہے اور آگے نہ قرآن نہ حدیث فرمایا کہ جب کوئی پڑھنا شروع کرتا ہے اگر اس کے ساتھ نور قدیم ظاہر ہو تو سمجھتا ہوں کہ یہ قرآن ہے اور اگر نور حادث ظاہر ہوا تو حدیث سمجھتا ہوں اور اگر نور ظاہر نہ ہو تو امتی کا کلام سمجھتا ہوں ماشاء اللہ کیا ٹھکانا ہے اس ادراک کا۔

(۱۷۱) وظائف کے ذریعے حضور ﷺ کی زیارت کا ارادہ ناواقفی کی دلیل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عام طور سے عملیات و وظائف کی طرف لوگوں کو زیادہ توجہ ہے حتی کہ مقاصد طریق کے لئے بھی اوراد ہی تجویز کئے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو مجموع الوظائف بنے ہوئے ہیں منجملہ ان کے ایک خاص چیز کے لئے بہت کثرت سے عمل کے متلاشی ہیں کہ کوئی ایسا وظیفہ اور عمل ہو کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاویں۔ نیت تو بری نہیں بہت اچھی ہے لیکن بڑی ہی ناواقفی کی بات ہے کہ وظائف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا جاوے۔ اگر ایسا ہی ذوق شوق ہے تو اتباع کرو اس پر بھی اس مقصود کا مرتب لازم نہیں مگر بہ نسبت اوراد کے پھر اس

میں توقع زیادہ ہے۔ بعض بزرگ ایسے گزرے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ہر وقت مشاہدہ رہتا ہے اور یہ سب اتباع کی برکت ہے۔ اتباع ہی بڑی چیز ہے اور بدوں اتباع کے ایسی خواہش کرنا عجیب ہے بلکہ ہم جیسوں کو تو اتباع کامل کے بعد بھی اپنے کو اس شرف کا اہل نہ سمجھنا چاہیے۔ کہاں وہ دربار کہاں ہم ذلیل و خوار ہماری تو اس دربار کے ساتھ یہ نسبت ہے کہ۔

بخدا کہ رشکم آید زدو چشم روشن خود   کہ نظر دریغ باشد چنیں لطیف روئے

مگر یہ مضمون ذوقی ہے عقلی واستدلالی نہیں۔

(۱۷۲) اہل عطاء میں تفاوت کے لئے حساب ہوگا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمیں تو ہر وقت ان کی رحمت اور ان کے فضل کی ضرورت ہے جو کچھ ملے گا وہ انعام ہی ہے گو نام کو جزائے اعمال ہے مگر ہمارے اعمال ہی کیا جس پر جزاء کا استحقاق ہو بلکہ خود ان اعمال کو اعمال میں شمار کرنا یہ بھی انعام ہی ہے ورنہ ہمارے اعمال تو حسنات کہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ وہ اپنے فضل سے ان کو حسنات بنا دیں گے بعض اہل لطائف نے اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَاتٍ کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر ایک بڑی رحمت یہ ہے کہ ہمارے اعمال محدود اور جزا غیر محدود اور میں نے جو کہا ہے کہ وہ جزاء برائے نام ہے ورنہ محض عطاء ہی ہے اس کی دلیل خود قرآن میں ہے جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا اس تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر وہ جزاء ہے تو عطاء کیسی اور اگر عطاء ہے تو پھر حساب کیسا۔ جواب یہ ہے کہ جزاء صورۃ ہے اور عطاء حقیقۃ اور حساب جزاء یا عطاء کے لئے نہیں بلکہ خود اہل عطاء میں تفاوت کے لئے حساب ہوگا باقی عطا بغیر حساب ہی ہوگی۔

(۱۷۳) ہمارے بزرگوں کی ایک خاص بات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے لوگ طرح طرح کے ڈھونگ بناتے ہیں امتیازی شان کا اہتمام رکھتے ہیں لیکن کیا کریں ہماری نظروں میں نہیں سماتے سچ تو یہ ہے کہ ہم کو تو ہمارے بزرگ بگاڑ گئے کس طرح کی سادہ زندگی گزار گئے بس ان کا جو رنگ ڈھنگ دیکھا وہی پسند ہے' آج کل کے ڈھونگ اور بناوٹیں پسند نہیں۔ ہمارے بزرگوں میں ایک خاص

بات یہ تھی کہ خودداری کا نام و نشان نہ تھا ملے جلے ہنستے بولتے رہتے تھے مگر دل میں ایک انگار دہک رہا تھا بقول نواب شیفتہ

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اس ہنسنے پر ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے توا ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے پتہ چل جائے گا کہ کیسے ہنستا ہے ان کے قلب میں خدا کی محبت کی ایک آگ بھری تھی ہر وقت خشیت کا غلبہ رہتا تھا۔ شب و روز آخرت کی فکر لگی تھی یہ بات اس درجہ کی کسی جماعت کے بزرگوں میں نہیں دیکھی۔

(۱۷۴) حضرات چشتیہ کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض نقشبندی حضرات کی رائے ہے کہ شیخ کو وقار و تجمل کے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ طالبین کے قلب میں عظمت ہونے سے ان کو نفع زائد ہو مگر چشتیوں سے یہ نہیں ہو سکا ان کا وقار اور تجمل یہی ہے کہ کوئی وقار و تجمل نہ ہو ان کی تو بس یہ شان ہوتی ہے۔

نہ باشد اہل باطن در پے آرایش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

اور یہ حالت ہوتی ہے

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد
زیر بارند درختاں کہ ثمرہا دارند　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

اور اصلی حسن سادگی ہی میں معلوم ہوتا ہے۔ اس رنگ میں حضرات چشتیہ کا حال بچوں کا سا ہے کہ ان کی ہر ادا سے محبوبیت کی شان معلوم ہوتی ہے اور ہر ادا میں کشش ہوتی ہے۔

(۱۷۵) حضرات صحابہؓ جامع اضداد تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کرام گویا اضداد کے جامع تھے جو اعلیٰ درجہ کا کمال ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق تو ایسا تھا کہ حضور ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہ

کرنے دیتے تھے اور ساتھ ہی بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح میں ایک صحابی کے پہلو میں انگلی چبھو دی وہ کہتے ہیں میں بدلہ لوں گا چنانچہ آپ آمادہ ہو گئے انہوں نے بجائے بدلہ کے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے امتی بھی گو جان نثار تھے مگر جیسے صحابہ حضور ﷺ پر نثار تھے وہ بات نہ تھی اور یہی دل کشی تو تھی جس سے صحابہ کو فدائی بنا دیا۔ مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا خوب جواب فرمایا کہ شمشیر خود تو چلا نہیں کرتی کوئی چلاتا ہے جب ہی تو چلتی ہے تو ان چلانے والوں پر کس نے شمشیر چلائی تھی بس معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور ہی چیز تھی جس نے شمشیر زنوں کو جمع کر دیا وہ چیز آپ کی محبوبیت ہے جس کا دوسرا نام حسن خلق ہے۔ اور یہ تو انسانوں کا ذکر تھا آپ کی شان محبوبیت تو ایسی ہے کہ حجتہ الوداع میں جب حضور ﷺ نے اونٹ قربان کئے تو ہر اونٹ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ حضور ﷺ پہلے مجھ کو ذبح کریں۔ ان جانوروں پر کون سی تلوار کا اثر تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

همه آهوان صحرا سر خود نهاده بر کف — بامید آنکه روزے بشکار خواهی آمد

یہ سب کچھ کیا تھا محض حضور ﷺ کا عشق تھا اور جس کے دل میں عشق ہو گا وہ تو محبوب کے سامنے گردن جھکا کر بھی کہے گا۔

نشود نصیب دشمن که شود هلاک تیغت
سر دوستان سلامت که تو خنجر آزمائی

(۱۷۶) جانوروں میں بھی عقل ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جانوروں میں بھی عقل ہے گو بقدر تکلیف احکام کے نہ ہو۔ واقعات اور مشاہدات اس کے موید ہیں جن کے بعد اس کو اضطراراً ماننا پڑے گا۔

(۱۷۷) ہنود کا ظلم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تعجب ہے ہم تو ہنود کے نزدیک گئوکشی کر کے ظالم اور وہ خودکشی کرتے ہیں اور ظالم نہیں۔ عجیب۔

(۱۷۸) برا کہنے والوں نے کسی کو نہیں بخشا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ برا بھلا کہنے والوں نے کس کو چھوڑ دیا۔ اللہ کو چھوڑ دیا اللہ کے رسول کو چھوڑ دیا۔ صحابہ کرام کو چھوڑ دیا۔ آئمہ مجتہدین کو چھوڑ دیا۔ بعد کے علماء اور بزرگان دین تو بیچارے کس شمار میں ہیں۔ مگر کسی کو برا بھلا کہنے سے برا کیوں مانے اس سے بگڑتا کیا ہے۔ معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے مخلوق سے لینا ہی کیا ہے اگر کسی کو اس کی فکر ہے تو یہ اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے پھر خدا پرستی کہاں اور یہ فکر خود ایک مستقل اور بہت بڑا عذاب ہے کہ فلاں برا نہ کہے فلاں بھلا نہ کہے کون بیٹھا ہوا ان خرافات کا مراقبہ کیا کرے ایسے موقع کے متعلق ذوق نے خوب کہا ہے۔

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
پھر برا کہنے سے کیوں اس کے برا مانتا ہے

خصوصاً عشاق کی تو یہ شان ہونا چاہیے۔

عاشق بد نام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

(۱۷۹) دین کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص ہیں حافظ بھی ہیں ان سے ایک بات شریعت کے خلاف ہو گئی تھی بات سخت تھی میرے مواخذہ پر اس کا انہوں نے اقرار کیا۔ میں نے کہا کہ تم اپنی غلطی کو شائع کرو (یعنی السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ کے قاعدہ سے توبہ ہو) اس لئے کہ تمہاری اس حرکت سے نیک اور اہل علم بد نام ہوئے کہ مولوی حافظ بھی ایسا کرتے ہیں اس پر انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں اپنی غلطی ضرور شائع کروں گا۔ لیکن تین سال کے قریب ہو گئے اب تک خبرے نباشد پروا تک بھی نہیں کی۔ ایک تو حرکت خلاف شریعت پھر وعدہ خلافی۔ وہ بھی ایک فعل خلاف شریعت ہے۔ اب میں ہی آخر کہاں تک رعایت کروں۔ اگر کوئی اپنا ذاتی معاملہ ہو تو رعایت بھی کر دوں۔ دین کے معاملہ میں کیا رعایت۔ اب وہ ایک صاحب کا

سفارشی خط لے کر آئے ہیں۔ میں نے ان کو تو یہ کہلا دیا کہ یہ معاملہ کی حقیقت ہے صاف بات ہے تم مجھ سے نہ ملنا اور جنہوں نے ان کو خط دے کر بھیجا تھا ان کو لکھ دیا کہ آئندہ ایسی فرمائشوں سے مجھ کو معاف رکھا جائے یہ اصلاح کا معاملہ ہے۔ مریض کے حالات کو طبیب ہی خوب سمجھتا ہے۔

(۱۸۰) بیعت ہونے کا نفع

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیعت ہونے سے اکثر یہ فائدہ ضرور ہے کہ اپنے بزرگوں سے محبت بڑھ جاتی ہے اور حدیث المرء مع من احب میں محبت کے ساتھ معیت کا وعدہ ہے۔ اب اس کو سن کر خشک منکر طریق لوگ کہیں گے کہ ازدیاد محبت کا خیال محض وہم ہے ہم کہتے ہیں کہ وہم ہی سہی جس سے مقصود حاصل ہو بلا سے وہ کچھ ہی ہو۔ جیسے کسی کو سوکھی روٹی کھانے میں شیرمال کا مزہ آتا ہو تو اس کو ضرورت نہیں کہ وہ اس روٹی کو شیرمال ثابت کرے۔ ایسے ہی ہم کو یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ محبت کا ذریعہ ہے مگر یہ بات بھی قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کے سبب ہونے سے اس کا شرط ہونا لازم نہیں آتا ایسی محبت مقبولین سے بدوں بیعت بھی ہو سکتی ہے۔ وہم پر یاد آیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا علاج کیا تھا اس کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ میرا سر نہیں ایک بڑا سا پگڑ باندھے پھرا کرتا تھا حضرت مولانا نے سر سے پگڑ اتارا اور جوتہ لے کر سر پر بجانا شروع کیا اس پر رویا چلایا اور کہا کہ حضرت مر گیا چوٹ لگتی ہے۔ دریافت فرمایا کہاں چوٹ لگتی ہے کہا کہ سر میں۔ فرمایا تیرے تو سر ہی نہیں کہا کہ حضرت ہے۔ پھر کبھی یہ وہم اس کو نہیں ہوا۔ حضرت مولانا بڑے ہی حکیم تھے۔

(۱۸۱) بیعت ہونے کا حاصل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف سے التزام ہو اتباع کا اور ایک طرف سے التزام ہو تعلیم کا بس اصل بیعت یہ ہے خواہ اس کی ظاہری صورت نہ ہو۔

(۱۸۲) بے ڈھنگی باتوں سے اذیت ہوتی ہے

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ہم سے دین کی کوئی خدمت

لوگے ہم خدمت کریں گے بشرطیکہ ڈھنگ اور طریقہ سے خدمت لی جائے ورنہ چلتے بنو۔ کیا کوئی تمہارا نوکر ہے۔ بعضے نواب صاحب بن کر آتے ہیں۔ بے ڈھنگی باتیں کرتے ہیں جس سے اذیت ہوتی ہے کہاں تک صبر کیا جائے اور تغیر نہ ہو۔

(۱۸۳) خیال اور عقیدہ کو اثر میں بڑا دخل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خیال اور عقیدہ کو اثر میں بڑا دخل ہے اور ان بے لکھے پڑھوں کا جو بھی عقیدہ ہوتا ہے وہ راسخ ہوتا ہے اور یہ لکھے پڑھے اکثر اگر مگر ہی میں رہتے ہیں ایک گاؤں والے شخص کا عدالت میں مقدمہ تھا وہ ایک بزرگ سے مقدمہ کے لئے تعویذ لایا تھا حاکم نیچرل عقیدہ کا آدمی تھا جس وقت آواز دلوائی گئی تو گاؤں والا پیش ہوا۔ اجلاس میں پہنچ کر اس کو خیال ہوا کہ جو تعویذ میں نے حاکم کے نرم ہونے کے لئے کرایا تھا وہ اس وقت ساتھ نہیں ہے۔ باہر بھول آیا ہوں۔ ان لوگوں میں اکثر سادگی ہوتی ہے گو اب تو گاؤں والوں میں بھی یہ بات نہیں رہی۔ غرض حاکم سے کہتا ہے کہ میں (مقدمہ) کے لئے د۔ بن (دیوبند) والے حاجی سے تیج (تعویذ) لایا تھا وہ باہر بھول آیا ذرا ٹھہر جائیں (تعویذ) لے آؤں۔ اس نے اپنے نیچری خیال کے موافق کہا کہ جایئے دیکھیں تعویذ کیا کرے گا۔ وہ باہر گیا اور اپنے ساتھ والے سے تعویذ لے آیا اور حاکم سے کہا کہ تیج لے آیا اور یہ میری پگڑی میں ہے اب پوچھ کیا پوچھے حاکم کی نیت سزا کی تھی مگر حق تعالیٰ کی قدرت کہ بروقت فیصلہ لکھنا چاہتا ہے سزا اور لکھا جاتا ہے بری۔ اپنے خیال کے موافق جب فیصلہ سناتا ہے تو بری۔ حاکم حیران رہ گیا اور ان بزرگ کے پاس آکر توبہ کی۔ واقعی اسماء الٰہیہ کا اثر اور برکت کہاں جا سکتی ہے مگر خلوص کی ضرورت ہے۔ غرض عملیات میں موثر مجموعہ ہے دو چیزوں کا خود عمل اور دوسرا خیال اور اس میں کوئی بعد نہیں ایک یہ اور بھی قابل تنبیہ ہے کہ کلام الٰہی گو اس کام کے لئے موضوع نہیں لیکن اگر کوئی اس کے لئے استعمال کرے تو برکت ضرور ہوتی ہے جیسے قلم لکھنے کے لئے ہے لیکن اگر اس سے کوئی کان کا میل نکالے تو اس میں بھی کام آجاتا ہے۔

(۱۸۴) شفاء کے لئے وظیفہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میری بیوی ایک عرصہ سے بیمار ہے۔ حکیم صاحب سے علاج کرایا کوئی نفع نہیں ہوا حضرت دعاء فرماویں اور کوئی عمل بتلا دیں۔ فرمایا کہ دعاء کرتا

ہوں مگر عامل نہیں ہوں۔ ہاں بزرگوں سے سنا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس بار الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دیا جائے تو امید نفع کی ہے۔

(۱۸۵) کام کے وقت باتوں کی ممانعت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک جگہ مدرس ہوں۔ بعض لوگ اوقات تعلیم کے وقت پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں ان سے باتیں کرنے میں جو طلبہ کا حرج ہوتا ہے کیا یہ خیانت ہوگی۔ فرمایا کہ بے شک خیانت ہے۔ ان لوگوں کو منع کر دینا چاہیے کہ یہ کام کا وقت ہے۔ عرض کیا جو اس وقت تک جو ہو چکا یا آیندہ اتفاقاً" ایسا پھر ہو جلوے تو کیا اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے۔ فرمایا سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔ عرض کیا کہ خارج اوقات میں کام کر دیا جائے۔ فرمایا کہ یہ بھی اس کا بدل نہیں۔ فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں۔ کام کے وقت کام کرنا چاہئے اور لوگوں کو منع کر دینا چاہیے۔

(۱۸۶) عورتوں کی عقیدت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے عقیدت زیادہ ہوتی ہے اور وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو ان کا دل نرم ہوتا ہے۔ دوسرے صاحب رائے نہیں ہوتیں۔

۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(۱۸۷) اللہ تعالیٰ سے نیک گمان کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو غلطیوں میں ابتلا ہے کل ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا بے چارے مریض ہیں۔ میں نے بحمد اللہ تسلی کر دی بہت خوش ہوئے۔ حاصل میرے جواب کا یہ تھا کہ اگر حالت مرض میں قلب کے اس طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں کمی ہو جائے تو اس وقت جس قدر استحضار ہے وہی کامل ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے مریض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی وہی نماز جو بیٹھ کر پڑھی ہے

کامل ہے۔ یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تیمم کرتا ہے اس کی وہی طہارت کامل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جتنا اس وقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں تو پھر ہمیں اس تفاوت کے دیکھنے کی کونسی ضرورت ہے۔ ایک شخص ہے کہ وہ ایک شخص کو ایک روپیہ کی سیر مٹھائی دیتا ہے اور ایک کو آٹھ آنہ سیر دیتا ہے تو اس آٹھ آنہ والے کو کونسی ضرورت ہے کہ یہ اس پر افسوس کرے کہ مجھ سے کم لیا بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے کہ تھوڑا لیا اور زیادہ دیا اور صورت میں جو کمی ہے وہ کمی حسا" ہے حکما" و معنی" نہیں۔ غرض ہر حال میں جب کہ حتی الوسع امتثال کر لیا بندہ کو خدا کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہیے۔

(۱۸۸) مراقبہ جمال خداوندی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مراقبہ جلال کا تو نافع ہے ہی مگر جمال کا اس سے زیادہ نافع ہے خصوصا" ضعفاء کو جمال کا مراقبہ زیادہ چاہیے اس سے محبت بڑھ کر بہت جلد کامیابی ہوتی ہے۔

(۱۸۹) غیر اختیاری عوارض سے ثواب میں کمی نہیں ہوتی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر اختیاری عارض پیش آنے سے عمل کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی یہ ان کی رحمت ہے مثلا" بیماری ہے تو یہ اختیاری تھوڑی ہی ہے۔ ایک غیر اختیاری چیز ہے سو اس کی وجہ سے بظاہر جو اعمال میں کمی ہوتی ہے وہ صورۃ کمی ہے حقیقتہ کمی نہیں ان تشویشات میں نہیں پڑنا چاہیے اس وقت اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی۔

(۱۹۰) اپنے ضعف کا اظہار

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کمزور ہوں ضعیف ہوں۔ میں نے تو اپنے ضعف کی وجہ سے ایسے ایسے مسائل ڈھونڈ رکھے ہیں کہ جن میں کام تو کم کرنا پڑے اور ثواب پورا ملنے کی امید ہو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میرے پاس دلائل بھی ہیں یہ نہیں کہ بلا دلیل کے کہہ رہا ہوں۔

(۱۹۱) صوفیاء اور فقہاء کے کلام میں تعارض نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ اور فقہاء دونوں حکماء ہیں ان کے کلام میں بحمد اللہ باہم تعارض نہیں لیکن سمجھنے کے لئے عقل اور فہم کی ضرورت ہے اگر فہم نہ ہو تو ٹھوکریں ہی کھاتا پھرے گا اور اکثر دو شخصوں میں جو اختلاف ہوتا ہے ان کے غیر محقق ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اگر دونوں محقق ہوں تو اختلاف کچھ بھی نہیں دونوں ایک ہی ہیں۔ جیسے اگر کسی کو ایک چیز کی دو جدا جدا نظر آویں تو اس کی نظر کا قصور ہے جیسے بھینگے کو ایک چیز کے دو نظر آیا کرتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شاہ احوال کرد در راہ خدا   آں دود مساز خدائی را جدا

(۱۹۲) طریق اصلاح کا باب نہایت نازک ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے۔ اس میں طالب کی ہمت بڑھانے کے لئے عنوانات اختیار کئے جاتے ہیں اور اس کی سخت ضرورت ہے مایوسی اور ہراس کو تو کبھی اس طریق میں راہ ہی نہ دیا جائے مگر یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اہل فن کے ہاتھ میں ہاتھ ہو ایسے صاحب فن کو اصلاح میں شیخ کامل بھی کہتے ہیں مراد اس سے ماہر فن ہی ہے کہ طالب کی کوئی بھی حالت ہو اس کو کام میں لگائے رکھے اس کو سمجھادے کہ وہ چلا چلے ادھر ادھر نہ دیکھے۔ مثلاً" اگر کوئی غیر اختیاری حادثہ پیش آئے جیسے بیماری وغیرہ ہے تو اس وقت اس کو بھی سمجھا جائے کہ قلت اعمال کی وجہ سے مایوس نہ ہو وہ ہمارے نزدیک کمی ہے مگر چونکہ امر کے موافق ہے اس لئے ان کے نزدیک وہی کامل ہے۔ سنئے اس پر ایک صاف دلیل یاد آئی حق تعالی فرماتے ہیں فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ کوئی خیر ذرہ سے کم تو نہیں ہوگی اس پر بھی وعدہ ہے اجر کا اور یرہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اجرت عمل سے زیادہ ملے گی کیونکہ اگر ذرہ کے برابر ہوئی تو عادۃً نظر بھی نہ آئے گی اس لئے وہ اس ذرہ ہی کو پہاڑ بنادیں گے وہ قطرہ کو دریا بنادیں گے۔

(۱۹۳) ہمارے بزرگوں کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی شان ہی کچھ اور تھی اور آج کسی میں نہیں پائی جاتی یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوئے تھے ورنہ وہ اپنی شان تحقیق اور کمالات میں غزالی اور رازی سے کم نہ تھے اگر شبہ ہو تو ان حضرات کی تحقیقات اور ملفوظات بھی موجود ہیں

اور ان بزرگوں کے بھی موجود ہیں موازنہ کرلیا جائے معلوم ہو جائے گا۔

(۱۹۴) کثرت مکاتبت سے بھی مناسبت پیدا ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آنے والوں کے لئے ایک اور قید لگادی ہے جب سے ذرا امن ہے مگر پھر بھی بعض بد فہم ستاتے ہیں وہ قید یہ ہے کہ جب تک یہاں قیام رہے خاموش مجلس میں بیٹھا کریں مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کریں۔ جب بصیرت بڑھ جائے وطن واپس پہنچ کر خط و کتابت کریں اور زیادہ کریں کیونکہ کثرت مکاتبت سے مناسبت بھی پیدا ہوتی ہے غرض مجلس میں خاموش رہنا تجربہ سے بے حد مفید ثابت ہوا لوگ اس کی قدر نہیں کرتے یہاں سے وطن واپس جاکر لوگ لکھتے ہیں کہ پہلے تو سمجھ میں نہ آیا تھا مگر اس خاموش رہنے سے جو نفع ہوا دس برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا۔ یہ اس قدر مفید چیز ہے۔

(۱۹۵) حضرت حکیم الامت کی شان کشش

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے گھر میں سے علاج کرانے مظفر نگر گئیں تھیں۔ حافظ سخاوت علی کے مکان پر ٹھہریں ایک عیسائی مس کے زیر علاج تھیں وہ صبح شام دیکھنے آتی تھی میں بطور مزاح کہا کرتا کہ سخاوت مس عیب را کیمیاست۔ سخاوت کا مکان علاج کرانے والی مس۔ اور کیمیا یہ کہ فیس لیتی تھی۔ اس مس کا مقولہ حافظ سخاوت علی نے بیان کیا کہ وہ کہتی تھی کہ میں مردوں کے بڑے بڑے مجمعوں میں جاتی ہوں کبھی کوئی بات محسوس نہیں ہوتی اور آج پیر صاحب کو بیٹھے دیکھ کر میرا پیر نہ اٹھتا تھا یہ اثر محض منجانب اللہ ہے ایک مرتبہ ریاست رام پور میں نواب صاحب نے علماء دیوبند کو قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے مدعو کیا تھا۔ بعض حضرات کے اصرار پر میں بھی چلا گیا تھا۔ ایک خاص وقت سب علماء دربار میں بیٹھے تھے میں بھی نواب صاحب سے بہت دور بیٹھا تھا۔ نواب صاحب نے اپنے ایک مصاحب سے جو انگریزی سب انسپکٹر تھے کہا تھا کہ یہ جو شخص جو ایک طرف کو گردن جھکائے بیٹھا رہتا تھا کون ہے؟ یہ سب کشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت ہے۔

(۱۹۶) فتنہ کازمانہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل برساتی مینڈکوں کی طرح بہت سے مجتہد اور مصنف پیدا ہو گئے۔ بڑے ہی فتنہ کا زمانہ ہے۔ جاہل لوگ قرآن و حدیث میں دخل دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز معانی میں تحریف ہو رہی ہے احکام میں اصلاح دی جارہی ہے۔ ان کی اس اصلاح دین کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص ایک جلد ساز کے پاس قرآن شریف کی جلد بندھوانے کے واسطے لے گئے انکو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ اس کی عادت ہے کہ جو کتاب یا قرآن جلد بندھنے کے لئے ان کے پاس آتا ہے یہ اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کچھ اصلاح کر دیتے ہیں انہوں نے کہا کہ بھائی قرآن شریف کی جلد بندھوانا ہے معلوم ہوا کہ تم ہر کتاب میں اپنی طرف سے کتر بونت کرتے ہو۔ دیکھو یہ اللہ کا کلام ہے اس میں کچھ گڑ بڑ نہ کرنا۔ کہا کہ اب تو میں نے یہ حرکت چھوڑ دی ہے آپ بالکل مطمئن رہیں وہ دے کر چلے گئے۔ اور یہ وعدہ پر قرآن شریف لینے گئے دیکھا کہ جلد بندھ کر تیار ہے انہوں نے دریافت کیا کہ کہو بھائی کوئی کتر بونت تو نہیں کی۔ کہا کہ جی نہیں مگر بعض غلطیاں بہت فاش تھیں ان کو البتہ صحیح کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ غلطیاں کیا تھیں۔ کہا کہ اس میں لکھا تھا خر موسیٰ حالانکہ خر تو عیسیٰ کا تھا۔ میں نے وہاں کاٹ کر لکھ دیا ہے خر عیسیٰ ایک جگہ لکھا ہے عصیٰ ادم۔ عصیٰ موسیٰ کا تھا میں نے وہاں کاٹ کر لکھ دیا ہے عصیٰ موسیٰ ایک جگہ لکھا ہے ولقد ناوانانوح بھلا نوح ناوان تھے میں نے وہاں لکھ دیا ہے ولقد دانا نوح اور ایک بات تو اس میں بہت گڑ بڑ کی تھی وہ یہ کہ اس میں جابجا فرعون ہامان قارون شداد کافروں کے نام تھے میں نے سب کاٹ کر اپنا اور تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا تیرا ناس کرے تو نے تو قرآن شریف ہی کو گڑ بڑ کر دیا۔ بس یہی حالت آج کے مجتہدوں اور مصنفوں کی ہے۔ یہ بھی من گھڑت باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بچائے ایسے خیر خواہان اسلام و ہمدردان اسلام سے۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دوست نما دشمن ہیں بلکہ اپنے بھی دشمن ہیں اپنی عاقبت اور آخرت کو برباد کر رہے ہیں باقی اسلام کی تو وہ شان ہے کہ جس کو فرماتے ہیں۔

چراغے راہ کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

(۱۹۷) خودکشی کے حرام ہونے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جان مفت تھوڑا ہی دی جاسکتی ہے جب تک کہ یہ اطمینان

نہ ہو کہ اپنے محل پر جارہی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جان اپنی ملک نہیں کہ اس میں جو چاہو تصرف کرلو۔ دیکھئے اگر جان اپنی ہوتی تو خود کشی کیوں حرام ہوتی۔ ہاں ہاں یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں جان دینا طاعت ہے تو وہاں کمزور مسلمان بھی قوت ایمان سے بہادر ہو جائے گا کیونکہ شجاعت میں کمی تردد سے ہوتی ہے اور بے موقع بے محل بدوں اذن شرعی کے جان دینا کوئی بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے جیسے خود کشی بہادری نہیں اور اگر یہ بہادری ہے تو ویسی ہی ہے جیسے عورتیں کنوئیں میں گر کر مرجاتی ہیں کیا کوئی عاقل ان کو بہادر کہے گا اور حقیقی شجاعت صرف مسلمان میں ہے۔ اور شجاعت ہی کی کیا تخصیص ہے تمام کمالات کی یہی حالت ہے کہ دنیا کی غیر مسلم اقوام مسلمانوں سے کسی چیز میں نہیں بڑھ سکتیں خواہ علم ہو یا عمل ہو۔ شجاعت ہو یا عقل ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے اندر ایک چیز ہے جس کو ایمان کہتے ہیں اور نور ایمان کے اندر جو چیز نظر آوے گی وہ ظلمت اور اندھیرا میں کہاں نظر آسکتی ہے اس کے موازنہ کی سہل صورت یہ ہے کہ ایک کافر کو لیجئے اور ایک مسلمان کو لیکن وہ دونوں ایک ملک ایک تعلیم ایک سے قویٰ ایک سی وسعت میں شریک ہوں پھر موازنہ کر لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ کون قابل اور کون ناقابل ہے۔

(۱۹۸) تدبیر شجاعت کے خلاف نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شجاعت اور تدبیر ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں دیکھئے شیر جیسا بہادر اور شجاع جانور چھپ کر شکار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں یہ جو عام لوگ کہتے ہیں کہ تدبیر شجاعت کے خلاف ہے محض غلط ہے فرمایا شیر کے ذکر پر اس کی ہیبت کے متعلق یاد آگیا۔ ایک مدراسی طالب علم بیان کرتے تھے کہ ایک پہلوان تھا فربہی کے سبب اس کے ہاتھ کی انگلی میں ایک انگوٹھی پھنس گئی تھی کسی طرح نکلتی نہ تھی۔ ایک مرتبہ چھکڑے میں بیلوں کو ہانکتا ہوا سفر کر رہا تھا جنگل کا موقع تھا سامنے سے شیر آگیا اس کو دیکھ کر انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی۔

(۱۹۹) حضرت حکیم الامت کی شان استغناء

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کل ایک صاحب کا منی آرڈر آیا تھا بندہ خدا نے منی آرڈر تو بھیجا اور یہ نہیں لکھا کہ کس مد کا ہے۔ آخر کوپن میں تو بہت جگہ ہوتی ہے اور وہ ہے

بھی اس ہی لئے تو میں اب کیا کرتا جب کوئی مدہی متعین نہیں۔ میں نے واپس کر دیا۔ میں کیوں گڑبڑ میں پڑوں کیوں الجھن اور خلجان اور پریشانی سر لوں۔ اس کو وصول کر کے پوچھتا پھروں۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کے آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی مجھے دیتا ہے اس کی اور طرح کی خوشی ہوتی ہے اور اگر مجھ کو کسی کار خیر کا واسطہ بناتا ہے اس کی اور طرح کی خوشی ہوتی ہے فطری فرق ہے میں بزرگ نہیں بنتا جو حقیقت ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ مگر یہ خوشی جب ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی بے ڈھنگاپن نہ ہو۔ اپنی آزادی اور اصول میں خلل نہ آوے ورنہ ہزاروں کے لینے سے بھی انقباض ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے چار ہزار اٹھائیس روپیہ یہاں پر مدرسہ کے لئے بھیجنا چاہا وہ ایک صاحب کی وصیت تھی۔ لکھا کہ فلاں صاحب کی وصیت کی بناء پر چار ہزار رپیہ بھیجا جاتا ہے لہٰذا ایک تو رسید بھیج دیں اور ایک یہ کہ اس رسید پر سب رجسٹرار کی تصدیق کرا کر رجسٹری کرا کر بھیج دیں۔ میں نے لکھ دیا کہ نہ یہاں سے رسید بھیجنے کا معمول ہے اور نہ ہم سب رجسٹرار کے پاس جائیں گے۔ دوبارہ لکھا کہ کسی مجسٹریٹ کی ہی تصدیق کرا کر بھیج دیں جو وہاں پر ہوں۔ میں نے لکھا کہ مجسٹریٹ تو ہیں اور ایسے ہیں کہ گھر پر آکر تصدیق کر سکتے ہیں مگر ہم نہ ان کو تکلیف دینا چاہتے ہیں اور نہ خود تکلیف اٹھائیں گے پھر لکھا ہوا آیا کہ پھر کیا ہو میں نے لکھا اس کا فتوی علماء سے حاصل کرلو کہ ایک شخص کی یہ وصیت تھی اور ہم اس وصیت کے موافق ان شرائط سے روپیہ دینا چاہتے ہیں۔ خادمان مدرسہ ان شرائط کو قبول نہیں کرتے اس میں کیا فتوی ہے بس جو فتوی ہو اس پر عمل کر لیا جائے۔ اس پر لکھا ہوا آیا کہ نہ ہم رسید چاہتے ہیں اور نہ تصدیق مذکور صرف دو طالب علموں کی تصدیق کرا دیں اور روپیہ بھیجتے ہیں۔ میں نے منظور کر لیا اتفاق سے اس وقت ہمارے یہاں دو افسر سرکاری ایک جج اور ڈپٹی کلکٹر قیام کئے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کی تصدیق لکھا کر بھیج دی' بھیجنے والے بے حد خوش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ ایک تو ہم کام کریں اور اوپر سے پابندیاں اور نخرے اٹھائیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے اگر ہم پر اعتماد ہے بھیجو۔ نہیں تو مانگتا کون ہے۔ یہاں پر نہ ترغیب ہے نہ تحریک ہے پھر کیوں کسی کا ناز اٹھایا جاوے۔ جی یوں چاہتا ہے کہ دین کی عزت کے لئے اینٹھ مڑور بھی ہو اور دنیا کی مصلحت کے لئے لاکھ کروڑ بھی ہو۔ ابھی استغنا فی القلب تو جس قدر ہونا چاہیے ہے نہیں۔ مگر الحمد للہ استغنا عن القلب ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص ایک ہزار روپیہ لے کر آیا اور خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا کہ آج کل مجھ کو حاجت نہیں کیا کروں گا۔ عرض کیا کہ حضرت کسی مصرف خیر میں صرف فرمادیں۔ فرمایا کہ تمہارا نوکر ہوں۔ منیجر ہوں۔ خزانچی ہوں۔ میاں خود صرف کر دو۔ ان بزرگوں کی کیسی استغناء کی شان تھی۔ اور ہمارے سب بزرگوں کی قریب قریب یہی شان تھی۔ بحمد اللہ سب ایسے ہی گزرے ہیں۔ استغناء کی شان سب میں تھی مگر ان کملات اور مٹائے ہوئے تھے اس وصف میں وہ شان تھی جیسا کسی بزرگ کا الہام ہے۔ حق تعالٰی فرماتے ہیں اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی کا ایک نمونہ ایک حکایت سے پیش کرتا ہوں۔ حضرت حاجی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خط آیا تھا نواب صاحب چھتاری کے نام جب ان کا ارادہ ہجرت کرکے مکہ معظمہ میں عمر گزارنے کا تھا اور عارضی طور پر اپنی ریاست کا انتظام کرنے کے لئے ہندوستان آئے تھے اس وقت حضرت نے ان کو لکھا تھا کہ اس نظام میں اپنے خرچ کے لئے تو ریاست سے روپیہ منگانا تجویز کریں۔ مگر داد و دہش کے لئے منگانے کا انتظام نہ کریں یہ بھی غیر حق کی طرف مشغولی ہے جو عابد مجرد کے لئے تو زیبا ہے مگر عاشق کے لئے زیبا نہیں اور یہ شعر کہا۔

نان دادن خود سخائے صادق است　　　جان دادن خود سخائے عاشق است

اور یہاں مکہ میں رہ کر مشغولی بغیر حق سخت مضر ہے۔ اور اصل بات تو یہ تھی کہ تم اپنے لئے بھی منگانا تجویز نہ کرتے اس لئے کہ کریم کے دروازہ پر کھانا باندھ کر لانا بہت ہی سوء ادب ہے۔ مگر چونکہ تم ابتداء سے اس کے خوگر ہو اس لئے تم اپنے لئے انتظام کر کے لاؤ ورنہ موجب تشویش ہوگا اور تشویش بھی مضر ہے کیا ٹھکانا ہے حضرت کی اس بصیرت کا۔ بزرگوں کے یہاں اس کا ہمیشہ اہتمام رہا کہ مشغولی بغیر حق نہ ہو۔

(۲۰۰) ایک بڑے کام کی بات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ کام کرنے سے کام چلتا ہے۔ ایک بزرگ نے بہت اچھی بات لکھی ہے۔ بڑے کام کی بات ہے کہ اے عزیز بزرگوں کے ملفوظات کے یاد کرنے کا اہتمام نہ کرو بلکہ اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہاری زبان سے بھی وہی نکلنے لگے جو ان کی زبان سے نکلا۔ اس کی ایک مثال ہے کہ ایک

قلعہ ہے اس میں رسد جمع کرنا ہے توپانی کاایک بہت بڑا حوض تیار کرایا اور اس کو بیرونی پانی سے بھر لیا مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنواں اندر کھود لو گو پانی تھوڑا ہو گا مگر آتا رہے گا۔ برابر خرچ کرتے رہو نکالتے رہو۔ کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اپنے اندر کنواں کھود لو۔

(۲۰۱) حقیقی مسرت بچوں کو نصیب ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقی مسرت بچوں کو نصیب ہوتی ہے کہ وہ تکلف سے مسرت ظاہر نہیں کرتے جو کچھ دل میں ہوتا ہے اسی کو ظاہر کرتے ہیں اسی واسطے ان کی ہر ادا محبوب اور پیاری ہوتی ہے۔ حضرت مرزا مظہر جاناں رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود حد درجہ نازک مزاج ہونے کے اور باوجود بچوں کے بے تمیز ہونے کے ان کی ادائیں دیکھنے کے لئے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ میاں تم ان لڑکوں کو ہم کو دکھاؤ یہ سمجھے کہ حضرت نازک مزاج ہیں بچے شوخ ہوتے ہیں کوئی گڑ بڑ کریں گے حضرت کو تکلیف ہوگی اس خیال سے ٹال گئے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میاں تم سے بچوں کے لانے کو کہا تھا۔ اسی طرح کئی دفعہ فرمایا۔ اب یہ سمجھے کہ جان نہ بچے گی۔ بچوں کو خوب تعلیم دے کر اور ان کو خوب مہذب بنا کر ان کو لے کر خدمت میں حاضر ہوئے وہ لڑکے گردن جھکا کر نہایت متانت اور تہذیب سے بیٹھ گئے۔ حضرت نے ان کو بہت چھیڑا مگر وہ کھلے نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم بچوں کو نہیں لائے۔ عرض کیا کہ حضرت یہ تو بیٹھے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بچے ہیں یہ تو تمہارے بھی باوا ہیں۔ بچے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی کودتا کوئی پھاندتا کوئی ہمارے سر سے ٹوپی اتار کر بھاگ جاتا پھر فرمایا دیکھ لیجئے ان حضرات کا عدل کہ بچوں سے وہی بات پسند تھی جو بچوں میں فطری ہوتی ہے یہ حضرات بڑے عادل ہوتے ہیں۔

(۲۰۲) عورتوں کا کمال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے حیدر آباد والے ماموں صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزیں خاص طور پر قابل رحم اور قابل خیال ہیں۔ ایک عورت اور ایک مسجد ان دونوں میں ایک چیز مشترک ہے کہ ان دونوں کا اپنے کو کوئی ذمہ دار نہیں سمجھتا اس لئے ان کے حقوق بہت ہی کم ادا کئے جاتے ہیں حالانکہ اگر عورتیں خاوندوں کو تنگ کرنا چاہیں تو خاوند کچھ نہیں کر سکتے اور جو عورتیں خاوندوں کے قابو میں ہیں اور ان کو پریشان نہیں کرتیں وہ مردوں کا کمال

نہیں عورتوں کا کمال ہے اگر خدا نخواستہ عورتیں بگڑ جائیں تو خاوند ان کا کچھ نہیں کر سکتے۔ مردوں کی یہ تمام اکڑفوں اسی وقت تک ہے جب تک کہ عورت کچھ نہیں بولتی۔

(۲۰۳) خوش خطی کا قحط

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل خوش خطی تو فنا ہی ہو گئی۔ اکثر بہت ہی بھدے خط آتے ہیں۔ ہمارے حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خط نسخ و نستعلیق دونوں قسم کا نہایت پاکیزہ تھا۔ اللہ نے ہر قسم کا حسن دیا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا نہایت خوش نما خط تھا۔ ان حضرات کی تو ہر بات ہی دلکش تھی۔

(۲۰۴) برائی کی جڑ ختم کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص کی ماں بد کار تھی اس نے ماں کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا کیا ان بد معاشوں کو کیوں نہ قتل کیا کہا کہ جڑ تو یہی تھی اس لئے جڑ ہی کو الگ کر دینا چاہیے۔ یہ حکایت اس پر بیان فرمائی کہ ایک صاحب اپنی ملازمت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کر رہے تھے کہ بہت سے کام ایسے ایسے کرنے پڑتے ہیں جن کو بوجہ خلاف دین ہونے کے کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

(۲۰۵) عورت کو مطیع بنانے کی تدبیر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی خاوند کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(۲۰۶) جدید تعلیم یافتہ حضرات کی تعلیمی استعداد

ایک مولوی صاحب یہ ذکر کر رہے تھے کہ جس قدر تعلیم میں وسعت کی جا رہی ہے اور اس پر ہزاروں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اسی قدر قابلیت گھٹتی جاتی ہے حتی کہ ان جدید تعلیم یافتوں کا املاء تک صحیح نہیں ہوتا باوجود اس کے کہ وہ سرکاری عہدوں پر ممتاز ہو جاتے ہیں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا قابلیت کی یہ حالت ہے کہ بھائی اکبر علی

مرحوم کہتے تھے کہ ایک سب جج کے اجلاس پر ان کی شہادت تھی۔ بیان ختم ہونے کے بعد کہا کہ یہ اپنا بیان پڑھ کر دستخط فرمادیجئے اور جہاں کوئی اعتراض ہو درست کر دیجئے۔ اس میں ایک جگہ اعتراض کا لفظ تھا اور وہ (ز) سے لکھا تھا۔ بھائی نے کہا کہ مجھ کو صرف اعتراض پر اعتراض ہے۔ سب جج صاحب کہنے لگے کہ آہا میں بھولا (ظ) کہہ کر اپنی قلعی کھولی اور تھے سب جج۔

(۲۰۷) قناعت کب ممکن ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ انہوں نے مد ختم میں دعاء کرائی تھی بحمد اللہ کامیاب ہو گئے۔ لکھتے ہیں کہ حضور کو اور ذاکرین کو کچھ مٹھائی پہنچانے کا ارادہ ہے اگر اجازت ہو۔ میں نے لکھ دیا کہ معمول کے خلاف ہے اس پر فرمایا کہ غنیمت ہے کہ فہم سے کام لیا اجازت حاصل کی۔ اگر بدوں اجازت ایسا کرتے تو گڑ بڑ ہوتی۔ بس میں یہی چاہتا ہوں کہ ہر معاملہ میں عقل اور فہم سے کچھ کام لو کچھ بھی گڑ بڑ نہ ہو۔ انہوں نے ڈھنگ اور سلیقہ سے ایک بات معلوم کی لطف سے جواب دے دیا گیا۔ کوئی قصہ جھگڑا نہیں ہوا۔ اگر بے ڈھنگا پن اختیار کرتے تو اس طرف سے بھی ویسا ہی روکھا سوکھا جواب ملتا۔ یہی میری بد خلقی سمجھی جاتی۔

(۲۰۸) ہر معاملہ میں عقل سے کام لینے کی ضرورت

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں پر ایک شخص ہیں وہ عرضی نویسی کا کام کرتے ہیں ان کو وعظ کہنے کا شوق ہے اور وہ جمعہ سے پہلے وعظ بیان کرتے ہیں جس سے لوگوں کی سنتوں میں خلل پڑتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے میں نے جواب میں لکھا ہے کہ وہ شخص فتوی دیکھ کر رک جائیں گے اگر یہ امید ہے تو ان سے کہیے کہ وہ خود پوچھیں۔ اس پر فرمایا کہ اس جواب سے فتنہ فساد کا بھی سد باب ہو گیا اور عاقل کے نزدیک حکم بھی ظاہر ہو گیا۔ ورنہ اچھا خاصا جنگ کا سامان ہوتا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ امیر مختار کی شرح فرمایئے۔ میں نے لکھا ہے کہ آپ اس شرح کو لے کر کیا کریں گے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ بعد نماز جنازہ کہا کرتے ہیں کہ قل ھو اللہ پڑھ کر میت کو بخش دو۔ کیا یہ جائز ہے۔ میں نے لکھا کہ آپ کو شبہ کاہے سے پڑا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں رسم ہے کہ مردے کو ایک صندوق میں بند کر کے اس کو دفن کر دیتے ہیں اور قبر اوپر سے خام رہتی ہے مگر چہار طرف سے اس کو پختہ کر دیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے۔ اس سب کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا

جاوے۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ کیا اس رسم کے متعلق آپ کے ذمہ انتظام ہے۔ اور کیا بدوں حوالہ کتب غلط جواب ملنے کا احتمال ہے۔ اب ان جوابات پر جھلائیں گے اس لئے کہ سب ضابطہ کے جواب ہیں۔ ان سب سوالوں کے متعلق یہ فرمایا کہ بعض لوگوں میں مرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے درپے ہوتے ہیں ان کو اپنی فکر ذرا نہیں ہوتی۔ ان سب جوابات کا حاصل یہ ہے کہ اپنی فکر میں لگو چونکہ فہم کا قحط ہے اس لئے ان جوابوں سے کسی نفع کی امید نہیں بلکہ خفا ہو جائیں گے حالانکہ یہ سب اصلاح ہے۔ کہ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

(۲۰۹) تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ غیر مقلد بظاہر تو متبع سنت معلوم ہوتے ہیں فرمایا جی ہاں یہاں تک کہ سنت کے پیچھے بعضے فرائض تک کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں یہ ایسے متبع سنت ہیں۔ اکابر امت کی شان میں گستاخی کرنا کیا یہ فرض کا ترک نہیں۔ بہت ہی بیباک فرقہ ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن القیم جو ان کے بڑے ہیں اور یہ ان کو امام مانتے ہیں اور واقع میں ہیں بھی بڑے درجہ کے مگر جرات سے وہ بھی خالی نہیں۔ اور باوجود اس کے کہ وہ ہمارے اکابر پر بھی جرات کر بیٹھتے ہیں مگر ہماری ہمت ان کے ساتھ گستاخی کرنے کی نہیں ہوتی۔ ان حضرات میں غصہ بہت ہے۔ جب غصہ آتا ہے بے دھڑک لکھتے چلے جاتے ہیں۔ ادب یا احترام کسی کا یاد نہیں رہتا۔ استوی علی العرش کے مسئلہ میں دعوٰے تو سلف ہی کے مسلک پر ہونے کا ہے مگر تقریر میں ایسے غلو کے الفاظ آجاتے ہیں جن سے مشبہ اور مجسمہ کے مذہب کا ایہام ہو جاتا ہے۔

(۲۱۰) ایک بہت ہی بے باک فرقہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھ کو متعارف نرمی کا برتاؤ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ان کا یہ مشورہ حقیقت سے بے خبری کی بناء پر ہے جو دخل در معقولات سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اب میں اپنے تجربات پر عمل کروں یا ان کے مشوروں پر۔ کام تو میرے سپرد اور مشورہ ان کا یہ کیسی بے جوڑ بات ہے۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں حضور اقدس کے دیدار سے مشرف ہو کر دست مبارک پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ کیا ان دونوں کا جمع کرنا لازم ہے یہ بھی لکھا ہے کہ۔

یک زمانے صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

میں نے لکھا کہ یہ معمہ بازی چھوڑ کر ایک جز کو صاف صاف لکھ کر اس کا جواب معلوم کرو جب وہ طے ہو جائے تب دوسری بات لکھو یہ بھی لکھا ہے کہ حضور بیعت فرما کر مشرف فرمائیں اس میں بھی صفائی اور سادگی نہیں اور بات جب تک صاف نہ ہو تلخیص اور تمحیص کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا مطلب ہے کیا۔ اس تمحیص پر مجھ کو لوگ وہمی کہتے ہیں۔ اب تحقیق اور تفتیش پر دیکھ لیجئے کیسے ان کے پرزے کیا معلوم ہوتے ہیں اور کیسی چوری پکڑی جاتی ہے۔ ایک صاحب بیعت پر بے حد مصر تھے انہوں نے بھی لکھا تھا کہ میں ہر حکم کے بجا لانے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے لکھا کہ اچھا ایک حکم یہ ہے کہ بیعت پر اصرار کرنا چھوڑ دو۔ جواب لکھا ہے کہ حضور بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں نے لکھا کہ پھر یہ بات لکھی ہی کیوں تھی۔ یہ ہر حکم کی تعمیل کہاں ہے ان لوگوں کی نبضیں میں ہی خوب پہچانتا ہوں۔ ان میں جو مرض ہے میں اس کو بحمد اللہ خوب سمجھتا ہوں۔

(۲۱۱) بیعت پر اصرار کرنا غلو ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبلیغ وہاں فرض ہے جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو۔ اور جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں اس میں استحباب کا درجہ ہے۔ جیسے ایک شخص کو معلوم نہیں کہ سنکھیا مضر اور سبب ہلاکت کا ہے اس کو تو بتلانا فرض ہے اور جس کو معلوم ہو اس کو بتلانا فرض نہیں ویسے اگر اس کو کھاتے دیکھے اور بتلائے تو تبرع اور احسان ہے۔

(۲۱۲) تبلیغ فرض اور تبلیغ مستحب

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس بڑی ہی بابرکت ذات تھی حضرت کے فیوض باطنی سے ایک عالم منور ہو گیا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر فرما رہے تھے اور ذکر میں درجہ محویت کا تھا مگر ذکر کرتے کرتے دفعتہ" فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے مگر جو بات حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں تھی وہ کسی میں بھی نہیں تھی۔ واقعی حضرت حاجی صاحب عجیب جامع تھے۔ عاشق بھی بے بدل اور عارف بھی بے بدل۔

(۲۱۳) حضرت حاجی صاحب کی جامعیت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر میں ایک خاص کیف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مقبول کی یہی شان ہوتی ہے۔

(۲۱۴) مقبول کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اصلاح کا باب بڑا ہی نازک ہے۔ بدوں مہارت فن کے مشکل ہے کہ کسی کی اصلاح کر سکے۔ ایک صاحب نے اپنے حالات لکھے تھے۔ ان کی چند مرتبہ کی مکاتبت کے بعد میں نے لکھا کہ آپ نے ناتمام جواب دیا ہے یہ تو خیال کا انقلاب ہے۔ میں اعمال کا انقلاب پوچھتا ہوں۔

(۲۱۵) ایک صاحب سے اعمال کے انقلاب کا سوال

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب ہیں نہایت قابل ہیں پہلے وہ بالکل جنٹلمین تھے۔ اب حضرت کے وعظ دیکھتے ہیں۔ بالکل حالت بدل گئی۔ ایک صاحب نے ان سے کہا کہ ہندوستان میں حضرت سے بڑھ کر کوئی نہیں انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ تمام دنیا میں حضرت مولانا سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ فرمایا کہ انہوں نے دنیا دیکھی کہاں ہے جو ان کا یہ کہنا صحیح مانا جائے یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے ہماری ایک تائی صاحبہ تھیں انہوں نے کسی بات پر بھائی اکبر علی مرحوم سے کہا کہ دنیا میں یوں ہی ہوتا ہے۔ بھائی مرحوم نے کہا کہ تمکو دنیا کی کیا خبر۔ میرا گھر تمہارا گھر ہے بس یہ تمہاری دنیا ہے تم نے دنیا دیکھی کہاں ہے۔ اسی طرح ان بے چاروں نے دنیا دیکھی کہاں ہے۔ دوسرے ان بے کار باتوں میں رکھا کیا ہے۔ کام کی باتیں کرنا چاہیے۔ کام میں لگنا چاہیے۔ یہ مسلم ہے کہ وعظ دیکھ کر اپنی اصلاح میں لگے ہوئے ہیں مگر یہ باتیں بے کار ہیں کوئی ایسا دنیا میں ہو یا نہ ہو ان کو اس سے کیا بحث۔

۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(۲۱۶) کام کی باتوں کی ضرورت

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت السنۃ الجلیہ میں وحدۃ الوجود کی بحث ہے یا نہیں فرمایا کہ السنۃ الجلیہ میں بزرگوں کی چیزوں کی تحقیق ہے جن سے لوگ تمسک کرتے ہیں مثلاً

سماع ہے کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا تھا ہم نہیں سنیں گے مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ حسین بن منصور نے انا الحق کہا تھا ہم بھی کہیں گے اس لئے وحدۃ الوجود کے مسئلہ کا اس میں کوئی جوڑ نہ تھا۔

(۲۱۷) السنۃ الجلیہ کے مضامین

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنی رائے سے کسی قسم کا مراقبہ وغیرہ کرنا بدوں مصلح کی اجازت کے مناسب نہیں بلکہ بعض اوقات بجائے نفع کے مضرت کا اندیشہ ہے کبھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے مریض کا اپنی رائے سے کوئی دوا کھانا۔

(۲۱۸) مصلح کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا مراقبہ مناسب نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ السنۃ الجلیہ فی الجشتیۃ العلیہ جو بزرگان دین کی نصرت میں میں نے لکھا ہے اس رسالہ میں تین باب ہیں اول میں ان حضرات کے وہ اقوال جن میں انہوں نے اتباع شریعت کی تاکید فرمائی ہے ثانی میں ان کے بعض وہ افعال جن سے خود ان کا شدت کے ساتھ متبع شریعت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ثالث میں بعض ایسے اقوال یا افعال کی توجیہ جو خلاف ظاہر حالت غلبہ میں یا کسی مخفی عارض سے ان سے صادر ہو گئے ایسے امور متعدد ہیں مگر ان میں سے ایک خاص اشکال کے متعلق جو کثیر الوقوع اور کثیر التذکرہ ہے نمونہ کے طور پر عرض کرتا ہوں اور وہ سماع کے متعلق ہے اس میں مختصر تفصیل یہ ہے کہ مزامیر کو تو ان بزرگوں نے بڑی سختی سے منع کیا ہے خود سلطان جی کا ارشاد بھی ان کے ملفوظات فوائد الفواد میں چھپا ہوا موجود ہے اور بے مزامیر بھی آج کل کا سا سماع نہ تھا جیسے کہ بریلی میں ایک مجلس سماع میں کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہ دونوں یورپین تھے مدعو کیا گیا اور بوقت سماع ان پر بھی وجد کی سی کیفیت ہونے لگی تھی۔ کیا یہ حالت محمودہ تھی جس میں ایمان بھی شرط نہیں۔ پھر اس کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا گیا اس غلو کی کوئی حد ہے بڑا ہی دھوکہ ہے اور اس پر لوگوں کے فعل سے استدلال کرنا سخت جہل ہے اور علاوہ اس کے کیا ایک ہی چیز میں ان کا اتباع یا ان کے قول و فعل سے استدلال کرنا رہ گیا۔ اور ان کے طاعات و مجاہدات میں ان کا اتباع نہیں کیا جاتا چنانچہ خود ان ہی کتابوں میں ان کے حالات کتاب و سنت پر عمل کرنے کے بھی تو لکھے ہیں ان کو کیوں نہیں اختیار کرتے۔ سنۃ جلیہ کے لکھنے کے وقت میرے پاس ان حضرات

کے حالات معلوم کرنے کے لئے زیادہ کتابیں نہ تھیں اور نہ اس کی ضرورت تھی مجھ کو تو نمونہ پیش کرنا تھا سو وہ بحمد اللہ جمع ہو گیا علاوہ اعمال اختیاریہ کے اللہ تعالیٰ نے ان کو کمالات و کرامات بھی تو عطا فرمائے تھے سو تم کس کس بات میں ان کے مساوات کرو گے چنانچہ حضرت قطب صاحب سماع سن رہے تھے اس وقت بہت کم عمر تھے کہ داڑھی بھی نہ نکلی تھی چند علماء جمع ہو کر اعتراض کرنے کے لئے آئے اور قطب صاحب سے کہا کہ سماع کی بہت سی شرائط ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ امرد شریک نہ ہو اور آپ خود امرد ہیں ایسی حالت میں کہاں جائز ہے اپ نے منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا لو دیکھ لو یہ داڑھی ہے چنانچہ داڑھی ظاہر ہو گئی۔ علماء قدموں پر گر گئے اور معافی چاہی۔ اور حقیقت مشترکہ سب عذروں کی یہ ہے کہ یہ لوگ عشاق تھے اور عاشق اپنے خاص حالات میں معذور ہوتا ہے جو کچھ ان سے ہوا اکثر غلبہ حال میں ہوا۔

(۲۱۹) السنۃ الجلیہ کے تین ابواب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو آج کل یہ مرض ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے ادھر کی ادھر کی ہانکا کرتے ہیں۔ یا دل ہی دل میں فضول مسودے گانٹھا کرتے ہیں حتیٰ کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی ان وساوس میں آلودہ رہتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا اول ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ معلوم نہیں عند اللہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا۔ حضرت اس خطرہ پر مطلع ہو گئے فرمایا میاں تم کو اس سے کیا بحث بادل کا ہر ٹکڑا سیراب کرنے کے لئے تو کافی ہے پھر تم کو اس کی کیا فکر کہ ان میں کون سا ٹکڑا بڑا ہے کون چھوٹا۔

(۲۲۰) لوگوں کا ایک مرض

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن بزرگوں پر اعتراض ہے کہ متبع شریعت نہ تھے محض غلط ہے یہ حضرات سلف کے طریق پر تھے ان میں خشیت تھی۔ اور بعضی خلاف ظاہر باتوں کا جو ان سے صدور ہوا وہ اس وجہ سے کہ بعض حضرات پر شورش کا غلبہ تھا اس میں معذور تھے اور بھلا احکام شریعت میں تو کیا کوتاہی کرتے۔ ان حضرات نے تو حقوق طریق تک پورے ادا کئے ہیں۔ دیکھئے ایک قصہ عرض کرتا ہوں اس سے حقوق طریق کی کس قدر رعایت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت سلطان جی مرید ہیں حضرت شیخ شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ سے۔ ایک بار فصوص کا ذکر آگیا شیخ فرید ؒ کی زبان سے نکلا کہ فصوص کے نسخے اکثر غلط ہیں۔ سلطان جی کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت فلاں شخص کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جی ہاں واقعی بدوں صحیح نسخہ کے مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ جب سلطان جی مجلس سے اٹھے حضرت شیخ کے صاحبزادہ نے کہا خبر بھی ہے حضرت شیخ نے کیا فرمایا وہ خالی الذہن تھے کہنے لگے میں تو کچھ نہیں سمجھا صاحبزادہ نے کہا حضرت شیخ نے اپنی ناراضی ظاہر کی گویا تم نے حضرت شیخ کی استعداد علمی پر حملہ کیا کہ بدوں صحیح نسخہ کے وہ کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے صحیح نسخہ کا پتہ بتلایا گیا۔ اتنا سننا تھا کہ سلطان جی دم بخود رہ گئے اور حاضر ہو کر معافی چاہی شیخ راضی نہیں ہوئے۔ صاحبزادہ نے سفارش کی تب راضی ہوئے۔ لوگ آج کل تشدد تشدد گاتے پھرتے ہیں ان حضرات کو دیکھئے یہ تو سب فانی تھے پھر کتنی بعید دلالت پر کیسی تادیب فرمائی۔ حضرت سلطان جی فرماتے ہیں کہ گو حضرت راضی ہو گئے مگر میرے دل میں ساری عمر کانٹا سا کھٹکتا رہا کہ میں نے شیخ سے ایسی بات کیوں کہی جس سے حضرت کو تکلیف پہنچی۔ دیکھا شیخ کے حقوق کی رعایت کا قلب میں کس قدر اہتمام تھا جب شیخ کی یہ عظمت تھی تو یہ حضرات اللہ اور رسول کے حقوق کو تو کیسے فراموش کر سکتے تھے۔

(۲۲۱) بزرگوں کی مختلف شانیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعظیم کو پسند نہیں کرتا البتہ محبت سے جی خوش ہوتا ہے مگر وہ بھی ضروری نہیں بلکہ مناسبت ضروری ہے۔ اور علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہ ہو اور اسے یہ تردد بھی نہ ہو کہ ایسی حالت میں اس سے تعلق رکھوں یا نہ رکھوں اگر اس شان کا اعتراض پیدا ہو تو کسی اور سے تعلق پیدا کر لے اس لئے کہ جب شیخ کی طرف سے کھٹک ہے تو نفع ہرگز نہ ہوگا ہر وقت کھٹک حجاب رہے گی۔ اور مناسبت نفع کے لئے اصل شرط ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز امر کو شیخ کے لیے جائز سمجھے بلکہ باوجود ناجائز سمجھنے کے اعتراض و تردد بقید مذکور نہ ہو۔

(۲۲۲) شیخ سے مناسبت کی ایک علامت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے طالبین کے بڑے بڑے سخت امتحان لئے

ہیں۔ ایک بزرگ سے ایک شخص مرید ہونے آیا غضب کا امتحان لیا کہا کہ میں ایک بلا میں مبتلا ہو گیا ہوں اور مریدوں سے کہہ نہیں سکتا اعتقاد جاتا رہے گا اور تم ابھی مرید نہیں ہوئے محض دوست ہو اس لئے تم پر ظاہر کرتا ہوں اس میں تمہاری امداد کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہوں بہت سی سعی اور کوشش کے بعد اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک شب کے لئے میرے پاس آجائے۔ لہٰذا آج وہ آئے گی اس کے مکان کا یہ پتہ ہے اور مشورہ سے ایک خاص آواز تجویز ہو گئی ہے کہ ایسے آواز پر وہ میرے فرستادہ کے ساتھ چلی آئے گی لہٰذا تم ایسی آواز دے کر اس کو اپنی ہمراہ لے آنا۔ اور یہ بزرگ یہ سمجھے کہ یہ اب میرے پاس نہیں آئے گا اور یہ خیال کرے گا کہ یہ شیخ کدھر سے ہے یہ تو زانی ہے مگر وہ اس بی بی کو لے کر آگیا اب یہ سمجھے کہ صبح کو نظر نہ آئے گا مگر صبح کو دیکھا کہ گھڑے کے نیچے چولہے میں پانی گرم کرنے کے لئے آگ جلا رہا ہے۔ پوچھا کہ کیا کرتا ہے کہا غسل کے لئے پانی گرم کر رہا ہوں۔ یہ عورت شیخ کی بیوی تھی کوئی غیر محرم عورت نہ تھی۔ مگر کمال ہی کیا امتحان کی بھی حد ہو گئی۔

(۲۲۳) ایک بزرگ کا مرید سے بڑا امتحان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کا طرز عمل اور مسلک اصلاح کے باب میں دیکھ لیا جائے کہ کیسے کیسے امتحانات طالبین کے لئے ہیں اور وہ لوگ کس قدر ثابت رہے ایک رسالہ ہے اداب الشیخ والمرید یہ شیخ اکبر کا رسالہ ہے عربی میں تھا اب اس کا ترجمہ اردو میں ہو گیا اس کے دیکھنے سے حقیقت معلوم ہو گی کہ طالب کے لئے کیا شرائط لکھے ہیں۔ یہ تو اس زمانہ کے شیخ نہیں سلف میں سے ہیں جن کا مسلک حجت ہے اور میرا انتظام وہاں تک پہنچا ہوا بھی نہیں مگر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے سخت بتلایا جاتا ہے حالانکہ میں نے کبھی امتحان کا قصد بھی نہیں کیا۔ شروع ہی سے تعلیم شروع کر دیتا ہوں۔ امتحان سے تو میں خود ہی ڈرتا ہوں۔ مگر بزرگان سلف نے تو ہمیشہ قصداً" امتحان لیا ہے۔ ایک شخص ایک بزرگ سے اسم اعظم معلوم کرنا چاہتا تھا ان بزرگ نے معلوم کیا کہ اس میں ضبط کا مادہ نہیں معلوم نہیں کس کس کو سکھلا دے گا اس لئے یہ اس کا اہل نہیں۔ عرض کیا کہ حضرت کبھی حکم کے خلاف نہ کروں گا یہ لوگ بڑے ظرف کے ہوتے ہیں فرمایا اچھا ٹھہرو یہ ٹھہر گیا۔ دو چار روز کے بعد دو پلیٹ بند لا کر اس شخص کو دیں اور فرمایا کہ فلاں مسجد میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان کو یہ پہنچا آؤ مگر راستہ میں کھول کر

نہ دیکھنا۔ یہ شخص لے کر چلا اب راستہ میں اس پر کشمکش کا غلبہ ہوا کہ اس میں ہے کیا۔ اگر شیخ یہ نہ فرماتے کہ کھول کر نہ دیکھنا تو شاید اس قدر ہیجان نہ بھی ہوتا مگر وہ کہہ دینا غضب ہو گیا۔ سوچتا ہے کہ اس میں ایسی کیا چیز ہے کہ جس کے دیکھنے کی ممانعت کی ہے۔ پھر خیال کیا کہ شائد کوئی چیز کھانے کی ہو۔ اور شیخ نے اس لئے منع کر دیا ہو کہ کہیں کھانہ لے سو میں نہیں کھاؤں گا اس لئے کھول کر دیکھنا چاہیے بس جیسے ہی اوپر کی پلیٹ کو اٹھایا اس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا اب یہ سخت پریشان چیز ایسی کہ آسانی سے ہاتھ نہیں آسکتی۔ غرض یہ کہ خالی پلیٹ لے کر ان مرسل الیہ بزرگ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے کوئی درخواست کی ہوگی شیخ نے تیرا امتحان کیا۔ یہ شخص نہایت شرمندگی کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ بس اب تو درخواست نہ کرے گا جب تو معمولی چیز کی حفاظت نہیں کر سکا اس امانت کی حفاظت کی تو تجھ سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ ایک اور بزرگ کے پاس جو شخص مرید ہونے آتا شیخ خادم کے ہاتھ کھانا بھیج کر فرماتے کہ یہ شخص جب کھانا کھا چکے تو بچی ہوئی روٹی سالن ہم کو دکھانا۔ ایسا ہی ہوتا شیخ اس کو ملاحظہ فرماتے اور یہ دیکھتے کہ روٹی سالن تناسب سے بچایا یا نہیں اگر تناسب سے نہ بچتا تو فرمادیتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم میں مادہ انتظام کا نہیں لہٰذا تم کو ہم سے مناسبت نہیں ہم تم کو مرید نہ کریں گے۔

(۲۲۴) بزرگان سلف طالبین کا قصداً" امتحان لیتے تھے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر ایک شیخ سے مناسبت نہ ہو دوسرے سے تعلق پیدا کر لے وہاں بھی نہ ہو تو تیسرے سے کر لے اگر کسی سے بھی نہ ہو تو سب کو چھوڑ دے۔

قرآن ہے۔ حدیث ہے فقہ ہے ان پر خلوص سے عمل کرے اور ہدایت و استقامت کی دعا کرتا رہے بس کافی ہے خوانخواستہ کاملین میں یہ احتمال تھوڑا ہی ہے کہ جس سے ان کو انقباض ہو اس کے دوزخ میں جانے کی تمنا کریں پھر آخرت میں یہ انقباض بھی جاتا رہے گا وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ایک صاحب تھے ان کو مناسبت ہی نہ تھی بلکہ اور اوپر سے ان میں اعتراض کا مادہ بھی تھا اور انہوں نے اپنی کج فہمی سے طریق کا خلاصہ یہ نکالا تھا کہ بس پیر پرستی کرو یہ خود رائی خود اس کی دلیل ہے کہ اس شخص

کا دماغ خراب ہے میں نے خدا کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت سے طریق کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے منجملہ اور مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصول صحیحہ کا اتباع تم بھی کرو اور شیخ بھی کرے مراد اصول صحیحہ سے اصول شریعہ و مسائل شرعیہ ہیں پیر پرستی شیخ پرستی تو مخلوق پرستی ہے۔ اس کو چھوڑو خدا پرستی اختیار کرو۔ اور میں نعوذ باللہ مخلوق پرستی کو تو کیا گوارا کرتا آنے والوں سے خدمت لینے تک کو پسند نہیں کرتا۔

(۲۲۵) کسی شیخ سے مناسبت نہ ہونے پر لائحہ عمل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا شیخ کی تعلیم پر ذرا چوں و چرا نہ کرے ورنہ محروم رہے گا وہ جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے جیسے طبیب حاذق جو مناسب سمجھتا ہے تشخیص کے بعد تجویز کرتا ہے ہاں طالب کو اس کا بیشک حق ہے کہ اس شیخ کو چھوڑ دے مگر یہ حق نہیں کہ تعلق رکھ کر پھر اس کی تجویز میں چوں و چرا کرے یا دخل دے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت میں مشغول ہونے کی اجازت نہیں فرمائی تھی اور فرمایا کہ میں ایسی شریعت لایا ہوں اس کے سامنے کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب حضور کے سامنے توریت پڑھنے سے یہ تھا کہ سامنے پیش کردوں گا تو اصل معلوم ہو جائے گی مگر پھر بھی اجازت نہیں دی گئی حقیقت یہ ہے کہ ہم تمام انبیاء علیہم السلام کے غلام ہیں مگر کریں گے وہی جو حضور حکم فرمائیں دوسری طرف بلا ضرورت توجہ بھی نہ کریں گے جیسے ایک شخص کا کوئی غلام ہے تو وہ غلام اس شخص کے بھائی کا حکم تھوڑا ہی مانے گا حکم تو اس کا ہی مانے گا جس کا غلام ہے۔ البتہ بھائی ہونے کے دوسرے جو حقوق ہیں وہ ادا کرے گا۔ اسی طرح شیخ کی تعلیم ہوتے ہوئے دوسری تعلیم کی طرف توجہ مضر ہے ہاں تعظیم و ادب و اعتقاد سب شیوخ کا ضروری ہے۔

(۲۲۶) امت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کی عجیب مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض باتیں صورۃ دین ہوتی ہیں مگر حقیقت میں دین نہیں ہوتیں نفسانیت سے ان کو دین سمجھ بیٹھتا ہے۔ میرے متعلقین میں ایک شخص تھے لکھے پڑھے مولوی۔ ان کو اس مسئلہ میں عملاً" غلو ہو گیا تھا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ مسئلہ تو احناف کے مسلک کے موافق صحیح ہے۔ جو علماء ان کے مقابل تھے ان پر احتجاج کے لئے انہوں نے

ایک فتوی مرتب کر کے اس پر تمام ہندوستان کے مشاہیر علماء کے جن کو وہ جانتے تھے دستخط کرائے۔ جہاں جاتے اس فتوی کو ساتھ رکھتے۔ چنانچہ یہاں پر بھی اس کو ساتھ لائے۔ معلوم ہوا کہ ڈیڑھ دو سال سے اسی میں منہمک ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اس اہتمام کو دین سمجھ رہے ہونگے حالانکہ کھلی دنیا ہے اس لئے اس میں نفس کی آمیزش ہے دوسروں کی تو آپ کو فکر ہے مگر اپنی فکر نہیں کہ نفسانیت سے دین تباہ ہو رہا ہے۔ غرض میں نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان سب کاغذات کو جلوایا۔ ایسے ہی اوراق ناشی عن النفس کے حق میں کہا گیا ہے۔

جملہ اوراق و کتب در نار کن　　سینہ را از نور حق گلزار کن

مجھ سے تو نہیں کہا مگر اور لوگوں سے کہا کہ جس وقت سے وہ ذخیرہ جلا ہے قلب ہلکا اور صاف ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑی اندھیری اور ظلمت سے میں روشنی میں آ گیا۔

ہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آنحرف وچہ ایمان
ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا

(۲۲۷) نفسانیت سے دین تباہ ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا میں اس درجہ بدفہمی بڑھ گئی ہے اور پھر اس کے ساتھ نفس کی شرارت و چالاکی بھی کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں۔ ہیں تو بدفہم بدعقل اور سمجھتے ہیں اپنے کو عاقل۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ اگر کسی عورت کو اس نیت سے دیکھے کہ اگر اس سے نکاح ہو گیا تو اسی طرح دیکھو گا تو کیسا ہے۔ ذرا یہ شیطانی اور نفسانی تدبیر ملاحظہ ہو۔ میں نے لکھا کہ اگر کسی عورت سے زنا کرے اس نیت سے کہ اگر اس سے نکاح ہو گیا تو اسی طرح صحبت کیا کروں گا تو کیسا ہے۔ بس رہ گئے اور سمجھ گئے۔ دیکھا نفس کا کید ایسی ایسی سوجھاتا ہے بڑا ہی چالاک اور مکار ہے۔ شیطان کو تو اسی نفس نے مردود کرایا۔ بڑا ہی خطرناک ہے۔ عارف ہی اس کی چالاکیوں اور مکاریوں سے خود بھی بچ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی بچا سکتا ہے ورنہ ہزاروں کو اس نے خراب اور برباد کر دیا اور خاص کر جب اس کی مدح کی جائے اور اس کی خواہشات کو پورا کیا جائے تب تو یہ اور ہی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

نفس از بس مدحہا فرعون شد　　کن ذلیل النفس ہونا" لاتسد

ہر وقت اور ہر لمحہ ایک نئی شاطرانہ چال نکال کھڑی کرتا ہے۔ البتہ جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل

ہے وہی بچ سکتے ہیں۔ دین کو آلہ بنانا معصیت کا یہ اسی کا کام ہے۔ جس سے اندیشہ کفر کا ہے۔

(۲۲۸) نفس کی شرارت اور چالاکی

ایک مولوی صاحب کے کسی فضول سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے کار الجھنوں میں پڑنا وقت کا خراب کرنا ہے۔ ان لفظی تحقیقات میں کیا رکھا ہے۔ اس سے تو اتنا بھی نفع نہیں کہ آدمی کو فن ہی سے مناسبت ہو جائے۔ اصل چیز وہی ہے اس کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور اسی کے مواقف کام میں لگنا چاہیے۔ اگر انسان کام میں لگے تو ایسی تحقیقات سے بہتر اس کو ایک دولت نصیب ہوگی وہ یہ کہ اپنی آنکھوں سے حقیقت دیکھ لے گا۔ یہ ثمرہ ہوگا اتباع وحی کا اس لئے علاوہ وحی کے دوسرے زوائد کو چھوڑ دینا چاہیے۔ ہاں اصول اور قواعد شرعیہ کے ماتحت اگر کسی علم کا وحی سے استنباط ہوتا ہو تو اس کو اس کے درجہ میں رکھ کر اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں وہ من وجہ مدلول وحی میں داخل ہے۔ جیسے مجتہدین ظاہری یا باطنی کے علوم۔

(۲۲۹) اتباع وحی کا ثمرہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو سخت گیر بتلاتے ہیں۔ حالانکہ میں دعوی سے تو نہیں کہتا مگر واقعہ ہے کہ میں بہت نرم ہوں۔ خورجہ میں ایک ولایتی بزرگ تھے۔ میں ان سے ملا ہوں انہوں نے میری نسبت ایک شخص سے کہا کہ بہت اچھے آدمی ہیں مگر مزاج میں قدرے مداہنت ہے بتلایئے ان کی یہ رائے تھی گویا میں اتنا نرم ہوں کہ ان کو مجھ پر شبہ مداہنت کا ہوا۔ بات یہ ہے کہ سمجھنے کے لئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ معترضین سمجھتے نہیں میں بتلاتا ہوں ایک صورت تو یہ ہے کہ خود اصول اور قواعد سخت ہوں وہ بے شک سختی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اصول اور قواعد تو نہایت نرم اور راحت کے ہیں مگر ان کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے سو اس میں تشدد کہاں ہوا بلکہ یہ تو راحت اور نرمی ہی کی تقویت ہے۔ دیکھئے نماز کس قدر سہل چیز ہے مگر اس کی پابندی کس سختی سے کرائی جاتی ہے اور اس کے ترک پر کس قدر سخت سزا ہے گو اس سزا میں اختلاف ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس پر سزا سخت ہے بعض نے قتل تک کا فتوی دیا ہے تو دیکھئے نماز تو سہل مگر اس کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے تو کیا نماز کو سخت کہہ دیں گے۔ سختی یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ پندرہ گھنٹے نماز میں کھڑے رہو یہ سختی تھی اب تو یہ ہے کہ الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ ہی پڑھ کر قیام کو ختم کر دو۔ اور اگر کسی کو یہ

بھی یاد نہ ہو تو جب تک یاد نہ ہو تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ۔

(۲۳۰) نماز کس قدر سہل چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری نظر احتمالات پر بہت جاتی ہے اور یہ خدا کی نعمت ہے کہ مضر احتمالوں کو روکتا ہوں۔ جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے اس روک ٹوک کو لوگ بد اخلاقی سمجھتے ہیں اس کے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ میری بد اخلاقی کا منشا خوش اخلاقی ہے کہ سب کو راحت پہنچانا چاہتا ہوں اور کلفت کے اسباب کو روکتا ہوں۔

(۲۳۱) مضر احتمالات سے روکنا اللہ کی بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو جیسے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام کرتا ہوں الحمد للہ اپنے سے بھی غافل نہیں ہوں ہر وقت اپنی اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں اور یہ تو راہ ہی ایسی ہے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش　　تادم آخر دمے فارغ مباش

(۲۳۲) حضرت اپنی فکر اصلاح سے غافل نہیں تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میں خود کسی پر اپنی طرف سے بار ڈالنا نہیں چاہتا آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ اوروں پر تو کیا بار ڈالتا اپنے گھر والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے ان پر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو۔ تنخواہ دار ملازموں تک کے ساتھ یہی برتاؤ ہے اور یہ میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر بیان کرتا ہوں کہنا تو نہیں چاہیے تھا مگر مصلحت تعلیم سے کچھ حرج بھی نہیں شاید اور کوئی اس پر عمل کر لے۔ میری وجہ سے گھر والے ہوں یا تنخواہ دار ملازم ہوں یا دین کا تعلق رکھنے والے ہوں یا نووارد آنے والے ہوں بحمد للہ تعالیٰ کسی کو کوئی گرانی یا بار نہیں ہوا اور مسلمان کا تو مذہب یہی ہونا چاہیے۔

بہشت آنجاکہ آزارے نباشد　　کسے راباکسے کارے نباشد

مثلاً عرض کرتا ہوں کہ میں چھینک کر الحمد للہ زور سے نہیں کہتا تاکہ دوسروں کو اس کے جواب کا اہتمام نہ کرنا پڑے پھر اگر ایسے شخص کو دوسروں کی موذی حرکت پر تغیر ہو جاوے کہ ہم تو ان کی راحت کا اتنا خیال کرتے ہیں انہوں نے ہماری راحت کا کیوں نہیں خیال کیا تو اس کو

اس شکایت کا حق ہے مگر میں تو اس پر بھی صبر کرتا ہوں اور کبھی اس نیت سے مواخذہ نہیں کرتا کہ مجھ کو ستایا ہے بلکہ پھر بھی ان ہی کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ کسی طرح ان کی اصلاح ہو جاوے اور بظاہر گو میں کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت سے تکلیف اور اذیت پہنچی مگر اکثر اس کا منشا بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ دوسروں کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچائیں۔

(۲۳۳) حضرت حکیم الامت کا دوسروں کی راحت کا خیال رکھنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو خدا کی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر نہیں ادا کر سکتا یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ قلب کے اندر عدل رکھا ہے ایک شخص کے واقعہ سے دوسرے کے معاملہ پر اثر نہیں ہوتا یہ کیا ان کا تھوڑا فضل ہے۔

(۲۳۴) قلب میں عدل کا ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک نعمت ہو تو ذکر کروں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں الحمد للہ مجھ میں رحم دلی اس قدر ہے کہ اگر کوئی بچہ کو مارتا ہو اور وہ اسی کا بچہ ہو اور میرا اس شخص سے تعلق ہو تو اس کو ڈانٹتا ہوں کہ میرے سامنے مت مارو دل دکھتا ہے۔ نیز میں سوتے ہوئے شخص کو نہیں اٹھاتا حالانکہ ثواب ہے کہ سوتے ہوئے کو نماز کے لئے اٹھایا جائے مگر اپنے ثواب کی وجہ سے اس کو اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سونے والے کو تو کوئی گناہ نہیں کہ اس پر ایک غیر اختیاری چیز مسلط ہے اور اٹھانے سے ممکن ہے کہ تکلیف ہو۔ البتہ اگر محل وجوب کا شرعی فتویٰ ہو تو اس وقت رعایت نہیں کرتا۔ ایک اور واقعہ ترحم و رعایت کا یاد آیا۔ میں ایک روز نماز کو آرہا تھا چند بچے راستے میں چپٹ گئے کوئی دامن کھینچ رہا تھا کوئی آستین وہ اپنے محلہ میں لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی اس حرکت پر اس قدر قلب خوش اور مسرور تھا کہ میں کیا بیان کروں اس لئے کہ بچوں کی جو بات بھی ہوتی ہے بے ساختہ ہوتی ہے اور وہ حقیقت ہی ہوتی ہے اس میں تصنع نہیں ہوتا۔ اس بے ساختگی کی محبوبیت پر ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک شخص مجھ سے بیعت تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ ایک فقیر ہمارے گاؤں میں آیا ہے اگر اجازت ہو تو میں اس کا طالب بن جاؤں چونکہ ایک عبث فعل تھا اور کچھ پتہ بھی نہ تھا کہ وہ فقیر کیسا تھا اس لئے میں نے اس کو ڈانٹا کہ کیا واہیات خرافات ہے۔ چند روز بعد پھر ملا میں نے مزاحاً" پوچھا کہو بھائی طالب ہو گئے کہنے لگا بس اب تو تیرا ہی پلہ پکڑ لیا ہے۔ یہ سادگی

سے کہنا ایسا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ یہ یوں ہی کہے جائے یہ اس کا کہنا بہت ہی پیارا ہوتا تھا۔

(۲۳۵) خردماغ اور اسپ دماغ

ایک نووارد شخص انگریزی تعلیم یافتہ کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کو تہذیب کا بڑا دعویٰ ہے اپنے کو مہذب سمجھتے ہو اور دوسروں کو بد تہذیب اور غیر مہذب اپنے کو عاقل دوسروں کو بے وقوف مگر یہ بتلاؤ کیا یہی تہذیب ہے یہی عقل کی بات ہے کہ باوجود خط میں شرط ہونے کے یہاں پر زمانہ قیام میں خاموش بیٹھے رہنا ہوگا مکاتبت مخاطبت کچھ نہ ہوگی پھر اس کے خلاف کیا گیا۔ آخر منشا ایسی حرکت کا ہے کیا۔ کیا کسی کو ستانا اذیت پہنچانا تکلیف دینا تہذیب اور عقل کے خلاف نہیں۔ کیوں تم لوگوں کے دماغوں میں گوبر بھرا ہے عرض کیا کہ غلطی ہوئی حضرت للہ معاف فرمائیں۔ فرمایا معافی کو معافی ہی ہے میں کوئی انتقام خدانخواستہ تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا اس کہنے سے تمہاری حرکت سے جو اذیت پہنچی وہ بھی جاتی رہی اچھا اس وقت مجلس سے اٹھ جاؤ تم کو دیکھ کر اور تغیر ہوتا ہے اور اس بات کا جواب تمہارے ذمہ پر باقی ہے کہ ایسی کھلی ہوئی اور موٹی بات کے خلاف کرنے کا منشا ہے کیا چاہے اس کا جواب اسی وقت دے دو اور چاہے کسی دوسرے وقت دو اور وہ جواب چاہے زبانی ہو یا تحریری۔ اور تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہاں پر دیوار میں ایک لیٹر بکس لگا ہے جو بعد نماز فجر کھلتا ہے اس میں پرچہ ڈال دینا عرض کیا کہ جو حقیقت اور واقعیت ہے میں حضرت سے ابھی عرض کرتا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا فرمائیے۔ عرض کیا کہ اور لوگ مختلف قسم کے سوالات اور مسائل وغیرہ معلوم کر رہے تھے میرے نفس میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر میں خاموش رہوں شاید یہ سمجھیں کہ اس کو کچھ نہیں آتا جاتا اس لئے بولنے کی اجازت چاہی۔ فرمایا کہ بس یہی میں تشخیص کرتا تھا مگر چونکہ تم نے حقیقت اور واقعیت کو ظاہر کر دیا کسی تلبیس اور تاویل سے کام نہیں لیا اس لئے تمام کلفت دور ہو گئی۔ مجلس میں بیٹھئے اور آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھیے۔ اور میرے مواخذہ کا حاصل بھی یہی تھا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ ہماری چوری پکڑنے والا اور ہمارے نفس کی چالاکی اور مکرو فریب کو سمجھنے والا بھی کوئی ہے تاکہ پتہ چلے کہ ہم تو خردماغ ہیں ہی مگر کوئی دوسرا بھی اسپ دماغ ہے۔

(۲۳۶) ہر وقت نیاز کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ہم تو مشین ہیں۔ وہی ہادی ہیں۔ وہی محافظ ہیں کسی کو ناز کس بات پر ہو ہمارا وجود اور ہستی ہی کیا ہے۔ ہر وقت نیاز ہی کی ضرورت ہے۔ ناز کا انجام محض ہلاکت ہے۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد چوں نداری گرد بد خوئی مگرد

(۲۳۷) عرفی تعظیم بھی مضرت سے خالی نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مربی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اس کو اس کی کسی حرکت سے تحقیر کا شبہ نہ ہو اس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ عرفی تعظیم کا بھی شبہ نہ ہو۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو بنا رہا ہے اور یہ بھی مضرت سے خالی نہیں غرض دونوں چیزیں اصلاح اور محبت کے خلاف ہیں۔

(۲۳۸) اصلاح اعمال سے ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذکر و شغل سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اصلاح اعمال سے ہوتی ہے۔ اعمال سے جو چیز قلب میں پیدا ہوتی ہے ذکر و شغل اس کا معین ہوتا ہے مگر آج کل کے جاہل صوفیوں میں احکام کی پابندی یا اہتمام بالکل ہی ندارد۔

(۲۳۹) دور حاضر کی درویشی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے غور کر کے دیکھا کہ آج کل درویشی امتیاز کا نام رہ گیا یعنی اس میں ایسی عجیب بات ہو کہ وہ دوسری جگہ نہ ہو اس ہی لئے دکاندار لوگ آئے دن روزانہ بہروپیوں کے سے روپ بدلتے رہتے ہیں۔ نئی نئی باتیں اور نئی نئی صورتیں اختیار کرتے رہتے ہیں۔

(۲۴۰) ایک لغو اعتراض کا مدلل جواب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مخالفین کا ہمارے بزرگوں پر یہ اعتراض کہ فلاں بزرگ کے بعض متعلقین ایسے ایسے ہیں نہایت ہی لغو اعتراض ہے۔ ہم نے یہ دعوی

کب کیا ہے کہ جتنے لوگ ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب ہیں وہ سب کے سب ولی کامل ہیں خود امتی تمام تر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں مگر ان میں کوئی فاسق ہے کوئی فاجر ہے کوئی بدعتی ہے تو اس میں حضور پر کیا شبہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر ہمارے بزرگ ان مصائب کی تعلیم فرماتے تو شبہ صحیح تھا۔ ہاں پھر بھی یہ بات ضرور ہے کہ ہمارے بزرگوں کے ساتھ نسبت رکھنے والے اور صحبت میں رہنے والے اکثر دیندار اور فکر آخرت رکھنے والے ہیں ۔کیانت اکثر میں ہے۔ اور دوسری جماعت کے بزرگوں سے تعلق رکھنے والوں میں یہ بات اس درجہ نہیں پائی جاتی یہ امر مشاہد ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا جس وقت جی چاہے آزمالو جانچ کر لو معلوم ہو جائے گا۔

۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۲۴۱) قیمت پوچھنا آداب ہدیہ کے خلاف ہے

ایک نو وارد صاحب نے ایک تسبیح سیپ کی جو نہایت خوش نما اور خوبصورت تھی بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ اس کے متعلق آپ سے دو سوال ہیں ایک تو یہ کہ اس قدر قیمتی کیوں خریدی اور پھر مجھ کو کیوں دیتے ہو۔ عرض کیا کہ مجھ کو یہی پسند آئی اور بعد میں یہ خیال ہوا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس پر ایک صاحب نے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ہدیہ پیش کرنے والے صاحب سے تسبیح کی قیمت معلوم کرنا چاہا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ کے وقت قیمت نہیں پوچھا کرتے یہ ہدیہ کے آداب میں سے ہے اس سے مہدی کے دل پر ناگواری کا اثر ہوتا ہے کہ شاید قیمت کی کمی سن کر ہدیہ کو خفیف سمجھیں۔ اور ان مہدی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ چونکہ مجھ کو ضرورت نہیں اس لئے مجھ کو لینے سے انکار ہے اور دوسری وجہ نہ لینے کی یہ ہے کہ میرا معمول ہے کہ میں جب تک بے تکلفی نہ ہو ہدیہ قبول نہیں کرتا اور آپ سے تو یہ پہلی ہی ملاقات ہے۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ میرے یہاں جس قدر اصول اور قواعد اور معمولات ہیں یہ سب تجربات کی بناء پر ہیں۔ اگر میں ان کے اسباب تجویز بیان کروں تو ایک اچھا خاصہ ضخیم رسالہ تیار ہو جائے۔ سو چونکہ یہ سب تجربہ سے تجویز ہوتے ہیں اس لئے میں

کسی کی وجہ سے اپنے ان اصولوں اور معمولات کو بدل نہیں سکتا نہ چھوڑ سکتا ہوں تم بے چارے نووارد ہو تمہیں ابھی خبر نہیں ہاں آئندہ سب معلوم ہو جائے گا۔ اس پر انہوں نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ بہت اچھا جس میں حضرت کو راحت ہو۔ اور معمول کے بھی خلاف نہ ہو میں بھی اسی کو ترجیح دیتا ہوں اس پر حضرت والا نے ان کی اس لجاجت اور اطاعت سے متاثر ہو کر فرمایا کہ لاؤ میں تمہاری دل آزاری کرنا نہیں چاہتا اور قبول فرمالی۔

(۲۴۲) اہمال کا سبب

ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب سمجھ لوں گا تب جواب دوں گا ابھی میں سمجھا نہیں پوری بات کہو۔ عرض کیا کہ اوپر کے اثر کا تعویذ چاہیے۔ دریافت فرمایا کہ پہلے اوپرے اثر کا ذکر کیا تھا یا نام لیا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر کاہے کا تعویذ دیتا جاؤ اب تو جی برا کر دیا کل آنا انشاء اللہ کام ہو جائے گا بشرط یہ کہ آکر پوری بات کہی جاوے۔ یہ سب بے فکری کی باتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم انجان ہیں بالکل غلط۔ خوب جانتے ہیں میں نے ایک دیہاتی شخص سے اس اہمال کا سبب پوچھا تھا اس نے صاف بات کہہ دی کہ جی میں باٹ دیکھوں گا کہ جب پوچھن گے کہہ دوں گا۔ یہ گنوار وبولی ہے باٹ انتظار کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اور میں یہ باٹ دیکھوں گا کہ جب بتلا دے گا تب دے دوں گا۔ تو بھی باٹ میں رہا اور میں بھی باٹ میں۔ کام بارہ باٹ ہو گیا۔

(۲۴۳) تدابیر باطنی بدعت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں۔ خصوص طریق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدابیر کا ہے ان کو بھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا ایک موقع تو ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا بنایا ملتا ہے وہ لا کر استعمال کرے گا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا بنایا نہیں ملتا تو وہ نسخہ اجزاء خرید کر لایا۔ چولہہ بنایا۔ دیگچی لی۔ آگ جلائی اب اگر کوئی اس کو بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادتی کی تو کیا یہ کہنا صحیح ہو گا۔ اسی طرح دین کے متعلق کسی چیز کی ایجاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین۔ اول بدعت ہے اور دوسری قسم چونکہ کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل

کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہٰذا بدعت نہیں سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہیں ورنہ نہیں۔

(۲۴۴) کلام اللہ کا حفظ ہو جانا عطاء خداوندی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً" تمام قرآن شریف حفظ یاد تھا اس میں شبہ کیا ہے حضرت جبریل علیہ السلام سے حضور ﷺ دور بھی فرماتے تھے اور یہ حفظ ہو جانا قرآن مجید کا محض عطاء خداوندی ہے اور بے حد عجیب بات ہے کہ اتنی بڑی کتاب کیسے یاد ہو جاتی ہے اور وہ بھی چھوٹے بچوں کو آخر یہ بات کیا ہے۔ بجز عطاء حق و اعجاز قرآن کے۔ پھر فرمایا کہ قرآن شریف پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ یہاں پر قریب ہی ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ تبرک مشہور ہے اس کے ساتھ ایک حمائل شریف ہے عام طور پر کہتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ ایک رئیس شیعی ہیں جہ نجانہ میں اور قاضی اشتیاق احمد ایک بڑے ذہین ہیں۔ ایک بار ان رئیس کے گھر زیارت ہوئی مگر وہ رئیس زیادہ تر حمائل شریف کی طرف ملتفت تھے چونکہ اس کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف تھی۔ ان سنی صاحب نے ان شیعی سے کہا کہ آپ جس قدر توجہ اس حمائل شریف کی طرف کرتے ہیں جبہ کی طرف اس کا عشر عشیر بھی التفات نہیں ان شیعی نے کہا کہ یہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے۔ ان سنی صاحب نے کہا کہ ہم کو تو یقین نہیں کہا کہ تم بد عقیدہ ہو۔ ان سنی نے کہا کہ کیا آپ کو پورا یقین ہے انہوں نے کہا بیشک مجھ کو یقین ہے ان سنی نے کہا مگر بالکل یقین ہے انہوں نے کہا کہ بالکل یقین ہے دریافت کیا کہ بالکل شک نہیں کہا کہ بالکل شک نہیں وہ شیعی بے چارے خالی الذہن تھے سمجھے نہیں کہ یہ کیا نتیجہ نکالیں گے جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی مجمع کافی تھا ان سنی صاحب نے کہا کہ تو بس آج شیعی اور سنی مذاہب کا کافی فیصلہ ہو گیا اب آپ یہ دیکھ لیں کہ یہ قرآن سینوں کے قرآن سے ملتا جلتا ہے یا نہیں اگر اس کے موافق ہے تو سینوں کا مذہب صحیح ہے ورنہ شیعوں کا وہ شیعی رئیس دم بخود رہ گئے بس اتنا کہا کہ اشتیاق تو بڑا شریر ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تو جو کچھ آپ فرمادیں مجھ کو تسلیم ہے لیکن گفتگو شرارت عدم شرارت پر نہیں گفتگو

تو اس پر ہے کہ یہ حمائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جو آپ کو تسلیم ہے تو اب اگر یہ قرآن سینوں کے قرآن سے ملتا جلتا ہے تو سنی مذہب حق ہے اور اگر نہیں تو شیعی مذہب حق ہے اس کا جواب دیجئے مگر کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

(۲۴۵) وساوس بند ہونے کا کوئی تعویذ نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ فدوی کو نماز میں وسوسے آتے ہیں کوئی تعویذ دے دیجئے۔ دیکھئے مریض ہیں اور طبیب سے اپنی تجویز بیان کرتے ہیں کہ مربا سیب دے دیجئے اس بد فہمی اور کوڑ مغزی کی کوئی حد ہے یہ درخواست کرنا چاہئے کہ کوئی علاج کر دو اب جو مناسب ہو

(۲۴۶) ادب میں غلو کی مذمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض کو تو ادب میں بہت ہی غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اس کے ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دو شنبہ

(۲۴۷) ترتیب تلاوت اور رسم الخط کی حفاظت کے اہتمام کی ضرورت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تلاوت کی ترتیب اور ہے اور نزول کی ترتیب اور ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کے اہتمام میں یہ بھی ہے کہ اس کی ترتیب تلاوت میں بھی کوئی تغیر نہ کیا جائے حتیٰ کہ یہ بھی جائز نہیں کہ رسم خط کے خلاف لکھا جائے اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس سے مواخذہ کریں گے۔

(۲۴۸) کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے دیکھ لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کیا کچھ ہو گئے۔

(۲۴۹) خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیئات و اختلاف کے

سبب
ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور ہی ہوتے ہیں مگر ہیئت و حالات کا اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ حضور آئینہ بھی ہیں۔ ایک شخص نے حضور کو خواب میں حقہ پیتے دیکھا۔ میں نے کہا کہ تم نے اپنی حالت دیکھی حضور آئنہ ہیں۔ اپنی حالت تم کو نظر آئی

(۲۵۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں زیارت کا ایک بڑا انعام

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(۲۵۱) سفر منقطع ہونے میں بڑی راحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سفر منقطع ہونے سے بڑی راحت ملی گو کامل اجتماع خاطر تو اب بھی نہیں وہ تو ذکر اللہ سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ مگر ضروری سکون اور راحت ضروری ہے۔

(۲۵۲) آیات کی باہمی ترتیب بذریعہ وحی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیتوں کی باہم ترتیب یہ بذریعہ وحی کے ہے اس میں کسی اجتہاد کا دخل نہیں اس وجہ سے اس کا بھی قائل ہونا پڑے گا کہ آیات میں مناسبت ضرور ہے ورنہ ترتیب نزول کو نہ بدلا جاتا۔ اب رہا یہ کہ وہ مناسبت کیا ہے سو اس کا بتلانا ہمارے ذمہ نہیں مگر اجمالاً یہ ضرور کہا جاوے گا کہ قرآن شریف کی آیتوں میں تناسب اور تناسق ضرور ہے۔ اب یہ شبہ کہ وہ ربط سمجھ میں نہیں آتا تو سمجھ میں نہ آنا تو مستلزم اس کو نہیں کہ اس میں ربط نہ ہو۔ دوسری بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ جس ربط کو آج کل ربط سمجھا جاتا ہے کہ مسلسل متعارف تصنیفات کا سا رنگ ہو یہ قرآن میں نہیں اس لئے کہ کریم اور رحیم خداوند جل جلالہ کا کلام ہے جو شفقت سے پر ہے اور شفقت کے مخاطبات میں تصنیفات کا سا ربط نہیں ہوتا۔ مثلاً باپ نے بیٹے کو ایک جلسہ میں کئی نصیحتیں کیں تو ان میں ایک گونہ مناسبت ہے مگر تصنیفات کا سا رنگ نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ خود حالات جو مشابہ

ان مخاطبات کے ہیں ان میں بھی تو ویسا جوڑ نہیں ہوتا تو پھر باپ کی نصیحت میں متعارف ربط کیسے ہو۔ جب حالات میں خاص ارتباط نہ ہو تو نصائح میں کیسے ہوگا۔ بلکہ ارتباط کا نہ ہونا ہی خوبی ہے اور دلیل شفقت ہے اس لئے کہ مثلاً پانچ نصیحت کیں اور اتفاق سے چار میں تو ربط تھا اور پانچویں میں نہ تھا۔ تو جو شخص ارتباط متعارف کا اہتمام کرے گا وہ اس وقت پانچویں نصیحت کو ضرور موقوف رکھے گا جو کہ شفقت اور محبت کے منافی ہے اور اس لئے ایسا اہتمام ارتباط کا نقص ہے اور منافی محبت ہے۔

اگر کوئی باپ سے پوچھے کہ تمہاری اس پانچویں نصیحت میں ربط کیا تھا۔ وہ کہے گا کہ ربط کیا ہوتا جو ضرورت دیکھی ظاہر کر دیا۔ غرض قرآن مجید میں تصنیفات کا سا رنگ نہیں اور یہی بڑی شفقت ہے حق تعالیٰ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں مکررات میں یہ تکرار بھی اسی انتہائی شفقت پر مبنی ہے چنانچہ ارشاد ہے ولقد صرفنا فی هذا القران لیذکروا۔ اور کہیں کہیں مکررات کا جو عنوان مختلف ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کیونکہ مخاطب کے حالات بعض اوقات مختلف بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً باپ نے دیکھا بیٹے کو کہ بری صحبت میں بیٹھتا ہے تو ایک وقت کچھ نصیحت کرتا ہے اور کسی طرز سے اور ایک وقت کچھ نصیحت کرتا ہے اور کسی ڈھنگ سے۔ ایک اور نظیر دیکھ لیجئے کہ منادی کرنے والا جو منادی کرتا ہے سو جو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں اس کو ظاہر کرتا ہے ان میں کوئی خاص جوڑ نہیں ہوتا اور یہ خاص جوڑ نہ ہونا اسکی بھی دلیل ہے کہ اس اعلان میں یہ کسی بڑے آزاد مختار کامل حاکم کا مامور ہے اس حاکم نے اس منادی کرنے والے کو جو اعلان بتا دیا ہے یہ منادی کرنے والا اسی طرح اعلان کر رہا ہے اگر وہ خود اپنی رائے سے کرتا تو وہ اتنا مفید نہ ہوتا کہ اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا خواہ اس میں ربط ہو یا نہ ہو بعینہ اعلان کر رہا ہے۔ ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ قرآن شریف میں متعارف مناظرہ کا رنگ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے حاکم کا کلام ہے کیونکہ حاکم کو ایسے مناظرہ کی ضرورت نہیں دیکھئے شیطان نے شرارت کی دلیل کے ساتھ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ اس کا جواب حق تعالیٰ حکیمانہ دے سکتے تھے کہ ان مقدمات کا ابطال فرماتے مگر ایسا نہیں کیا کہ اس میں مناظرہ کا رنگ تھا بلکہ حاکمانہ جواب دیا کہ اخرج منها فانک رجیم خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید جو ہے یہ ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے

کسی مصنف اور ناقص القدرت کا کلام نہیں۔ یہ لاکھوں روپیہ کا نسخہ میں نے بتلادیا ہے
ایک اور بات بھی یاد آئی جس سے خدا کا کلام معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر ہم کسی پر غصہ کریں
اور اس حالت میں کوئی عزیز و اقارب آجاوے تو اس وقت اس سے بھی ایک گونہ برہمی کے
ساتھ ہمارا کلام ہوگا اور حق تعالیٰ جہاں کفار کا ذکر قرآن میں فرماتے ہیں اس کے متصل ہی
مومنین و مطیعین کا بھی فرماتے ہیں جس میں وہ پہلا رنگ ذرا نہیں آتا یہ خدا تعالیٰ ہی کی قدرت
ہے یہ ان ہی کا کام ہے کیونکہ وہ ان افعال سے منزہ ہیں اور اس تقریر کے اکثر اجزاء ذوقی و
فطری ہیں طالبینِ حق اس کے مخاطب ہیں معاندین نہیں۔

(۲۵۳) مکانات اللہ کی بڑی نعمت ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی لاانتہائی نعمتیں ہیں کہاں تک انسان شکر ادا کر
سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اب میں ان میں سے
صرف ایک نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا یعنی اللہ
تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے بیوت سے مسکن بنایا۔ یعنی اللہ نے تم کو ایک ایسی چیز دی جس
میں تم رہتے ہو۔ میں نے شہروں میں دیکھا کہ چھوٹی سی کوٹھڑی تاریک آگے صحن نہیں وہیں
کھانا وہیں ہگنا۔ قصبہ اور گاؤں کے لوگ تو بڑے بڑے مکانات میں رہتے ہیں تو یہ مکانات ان
تنگ و تاریک کوٹھڑیوں کے سامنے کتنی بڑی نعمت ہیں پھر خود کوٹھریاں بھی بالکل نہ ہونے کے
اعتبار سے نعمت ہیں اور ان چھوٹے بڑے بیوت کا نعمت ہونا ان لوگوں سے پوچھئے کہ جن کے
پاس مکان نہ ہو یا اس کرایہ دار سے پوچھئے کہ برسات میں جس سے مکان خالی کرایا جائے
خصوصاً جب کہ اس کے پاس کافی سامان بھی ہو جس کا نقل کرنا بھی مصیبت ہو۔

(۲۵۴) سب اشیاء دراصل ملک خداوندی ہیں

فرمایا ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سب درحقیقت حق تعالیٰ کی ملک ہیں گو وہ ہم کو ہبہ
بھی کردیں کیونکہ اس ہبہ کے بعد بھی پھر ان ہی کی ملک ہے جیسے مالک اپنے غلام کو ہبہ کرلے
تو وہ محض صورت ہے ہبہ کی حقیقت نہیں ہبہ کی۔ مگر اس صورت میں یہ حکمت ہے کہ اس
سے دوسرے کو منع کردینا ہے کہ کسی کا کوئی اچکن نہ اتار سکے کوئی کسی کی ٹوپی نہ اتار سکے کوئی
کسی کی بیوی نہ چھین سکے حاصل یہ ہے کہ دوسرا تصرف نہ کرسکے اگر یہ بات نہ ہوتی تو نظام

عالم درہم برہم ہوجاتا کیونکہ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی ملک ہیں اور سب اس کے بندے ہیں جو چیز جس کے ہاتھ آئے لے سکتا ہے اس لئے یہ صورت ہبہ کی تجویز فرمائی اور اس کا یہ قانون مقرر کیا کہ یہ صورت بھی مانع ہے دوسروں کے تصرف سے اسی قانون کا نام شریعت ہے۔ پس یہ شریعت ہی کے خواص میں سے ہے کہ نظام عالم باقی رہے کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ ورنہ بدوں شریعت کے اگر صرف حقیقت ہی پر عمل ہوتا تو حقیقت تو وہی تھی کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی ملک ہے تو سب سے اول ان ہی شاہ صاحب کی گدڑی اترتی جو شریعت کی نفی کر کے حقیقت بگھار رہے ہیں۔ غرض قانون حقیقت کی بناء پر تو اول شاہ صاحب ہی کا خرقہ اترنا چاہیے تھا۔ سو عالم کا یہ نظم شریعت مقدسہ ہی کی بدولت ہے ورنہ سب درہم برہم ہوتا۔ حاجی صاحب نے اس شعر کی شرح میں یہ مضمون فرمایا تھا۔

سر نہان ست اندر زیر و بم (مراد توحید حقیقی)
فاش اگر گویم جہاں برہم زنم (اسناد الی السبب)

پس ان حکمتوں کی بناء پر شریعت کو ظاہر فرمادیا گیا اور حقیقت کو مستور فرمادیا گیا۔

(۴۵۵) اہل اللہ کی عجیب شان

انہماک تعلقات دنیویہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر انسان اپنی زندگی میں غور کرے تو جس طرح کرایہ پر رہنے والے کو کرایہ کی چیز پر ناز نہیں ہوتا یہ بھی کسی چیز پر ناز نہیں کر سکتا یہی سمجھے گا کہ میرا قیام یہاں عارضی ہے چنانچہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے کہا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو انہوں نے کہا کہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہم یہاں خدا تعالیٰ کے مہمان ہیں اور مہمان کا حق مہمانی تین روز ہوتا ہے اور دن کی مقدار اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ہزار برس کا دن ہوتا ہے پس اس حساب سے تین ہزار برس تک تو یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا اس کے بعد پھر سوال کرنا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ غرض ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ عطاء ہے اور عطاء پر انسان کو ناز نہ کرنا چاہیے جب چاہیں نکال باہر کریں پھر ناز کیسا ہاں شکر کرو اور اہل اللہ کو چونکہ نعمت کی حقیقت زیادہ معلوم ہے اس لئے ان کو نعمت پر شکر زیادہ ہوتا ہے مگر اس کے جس قدر تعلق نعمت سے ہے اس سے زیادہ منعم سے تعلق ہوتا ہے ان کی زیادہ نظر منعم پر ہوتی ہے۔ نیز وہ

ہر نعمت کو اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھتے ہیں اسی لئے وہ موجودہ پر راضی رہتے ہیں مفقود پر نظر نہیں کرتے چنانچہ ایک شخص نے شکایت کی ایک بزرگ سے مجھے افلاس زیادہ ہے۔ فرمایا کہ میاں اگر دل میں امن و اطمینان ہو۔ بدن میں کوئی مرض نہ ہو۔ ایک دن کے کھانے کو ہو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ اسی لئے اہل اللہ کی یہ شان ہے کہ اگر مل گیا تو شکر نہ ملا تو اس کو بھی نعمت سمجھ کر صبر اور عبدیت کی وجہ سے وہ حاجت کی ہر چیز مانگتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس پر بھی راضی رہتے ہیں کہ یہ بھی ہمارے لئے نعمت ہے ایک بزرگ تھے ان کے گھر میں سات کوٹھڑیاں تھیں ایک گری دوسری میں جا بیٹھے دوسری گری تیسری میں جا بیٹھے اسی طرح ساتویں کوٹھڑی میں انتقال ہو گیا۔ بس ان حضرات کی دنیا سے تعلق نہ ہونے کی یہ حالت ہوتی ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب ایسا کریں یہ بتلا دیا کہ یہ بھی اہل اللہ کا ایک رنگ ہے اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کو پسند تو کرو۔ اور ان حضرات کو اگر کسی نعمت کی طلب ہوتی ہے وہ بھی ان ہی کے واسطے کہ جمعیت قلب میسر ہو قلب کو پریشانی نہ ہوتی کہ اطمینان کے ساتھ کام میں لگیں اس لئے ان حضرات کے یہاں جمعیت قلب کا بڑا اہتمام ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا سامان ازواج کو عطا فرما دیتے تھے گو حضور ﷺ کو جمعیت اس پر موقوف نہ تھی مگر حضور ﷺ نے اپنے مذاق مبارک کے خلاف صرف ہماری رعایت کی اور ایسا کر کے اس فعل کو جائز سے آگے بڑھا کر سنت بنا دیا۔ تاکہ میری امت کو دنیا میں بھی دین کا ثواب ملے کیونکہ اتباع سنت تو دین ہے۔ کیا انتہاء ہے اس شفقت کی کہ ہم نالائقوں کی رعایت سے سال بھر کا خود انتظام فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ امت کو ایسے کرنے سے جمعیت قلب حاصل ہو۔ اور حضور ﷺ کے ہر فعل میں یہی شفقت ہے کیا یہ شفقت نہیں کہ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر امت کی سفارش کر رہے ہیں حتی کہ قدم مبارک پر ورم بھی آ گیا۔

(۲۵۶) حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شان تھی۔ عبدیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ کی ہر بات سے شان فنا ٹپکتی تھی چنانچہ باوجود زاہد ہونے کے گھر کی حاجت کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ کوئی ایسا ٹھکانا دے دیجئے جس میں بیٹھ جاؤں اور کوئی یوں نہ کہے کہ یہاں سے اٹھو۔ سو حق تعالیٰ نے ایسا ہی سامان فرما دیا۔

(۲۵۷) سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب کی تواضع

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی غلبہ حضور کی یہ کیفیت تھی حضرت کے ایک خادم خاص کہتے تھے کہ میں نے حضرت کو پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا میں نے پوچھا کہ حضرت کیا آرام ملتا ہوگا۔ فرمایا کہ ارے باؤلے کوئی محبوب کے سامنے پاؤں پھیلایا کرتا ہے۔ حضرت سیاہ زری اور کمخت کا جوتہ نہ پہنتے تھے۔ خادم کے پوچھنے پر فرمایا کہ ارے باؤلے میں نے جب سے خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ دیکھا ہے اور روضہ مبارک پر سبز غلاف دیکھا ہے اس رنگ کو پاؤں میں ڈالنا خلاف ادب سمجھتا ہوں اسی سلسلہ میں ذکر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ کو واقعہ میں دیکھا کہ کچھ دے رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپے تمہارے ہاتھ پر صرف ہوں گے۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں اس کا متحمل نہیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایسا ٹھکانا مل جاوے کہ وہاں سے اٹھائے نہیں جیسا ملفوظ سابق میں مذکور ہوا غرض نعمت کی تحقیر نہیں فرمائی بلکہ ایک نعمت کی خود درخواست کی مگر اپنا ضعف تحمل ظاہر کر کے عذر فرمایا پھر صاحب ملفوظات نے اسی نعمت کی تحقیر نہ کرنے پر خود اپنا معمول بیان فرمایا کہ میری خود یہ حالت ہے کہ میں مال کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس ہاتھ میں جوتا نہیں لیتا جس میں روپیہ ہوتا ہے پھر فرمایا کہ نعمت کی تحقیر کا کسی کو کیا حق ہے نعمت وہ چیز ہے کہ ہمارے یہ سارے لمبے چوڑے دعوے کمالات کے اور سارا طنطنہ جبھی تک ہے جب تک کہ انہوں نے اپنی نعمت سے نواز رکھا ہے ورنہ ایمان کا سنبھالنا بھی مشکل تھا۔

(۲۵۸) علیحدہ گھر بنانے میں حکمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی رحمتہ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا تھا گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے اس کی ضرورت ہے کہ اپنا کوئی جدا ٹھکانا ہو۔

(۲۵۹) پیرومرشد کی دعاؤں کا ثمرہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ سب جو کچھ دیکھتے ہو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی دعاؤں کی برکت ہے ورنہ یہاں کیا رکھا ہے۔

(۲۶۰) حضرت گنگوہیؒ کی اپنے پیرو مرشد سے عقیدت

اپنے شیخ کے ساتھ شدت تعلق کے ذکر میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بھی ہوں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں تو ہم حضرت جنید کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔

(۲۶۱) دوزخ کی دو حیثیتیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ایسے رحیم اور کریم ہیں کہ اگر کوئی مومن دوزخ میں بھی جاوے گا تو وہ دوزخ بھی دوسری نوع کی ہوگی کیونکہ دوزخ میں دو حیثیتیں ہیں وہ دوزخ مسلمانوں کے لئے اور طرح کی ہوگی کفار کے لئے اور طرح کی ہوگی یعنی کفار کے لئے تو جیل خانہ ہے اور مسلمانوں کے لئے حمام ہے اور بعض مومنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پل صراط پر ان کے گزرنے کے وقت آگ کہے گی کہ جز یا مومن فان نورک اطفا ناری یعنی اے مومن جلدی گزر جا تیرے نور ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں اگر تو ذرا ٹھہر گیا تو میں ٹھنڈی ہو جاؤنگی اور بعضے ضعیف الایمان جو دوزخ میں جائیں گے بھی ان کا جانا تزکیہ و تطہیر کے لئے ہوگا چنانچہ کفار کے وعید میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں یزکیھم اور وعید میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ مومن کے لئے دوزخ موجب تزکیہ ہوگا حاصل یہ کہ کفار دوزخ میں تعذیب کے لئے بھیجے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کے لئے یعنی دوزخ میں مومن پاک صاف کرنے کے لئے جائے گا جو اس کے لئے مثل حمام کے ہوگا۔ جب یہ ہے تو تم کیوں میلے کچیلے ہو کر جاتے ہو صاف ہو کر جاؤ پھر حمام کی صورت بھی نہ دیکھنے میں آئے گی۔ نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے یہ کشف شیخ اکبر کا ہے کہ مومن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب میں دیکھیں گے کہ جنت ہے حوریں قصور ہیں اور یہ سونا ایسا ہوگا کہ جیسے کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جاتا ہے اس لئے دوزخ میں مومن کو موت کی سی حالت دے دی جائے گی۔ البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت نہیں بہرحال دوزخ مومن کے لئے مطہر ہے گو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض بدوں صابن لگائے دور نہیں ہوتا اور

بعض بدوں بھٹی پر چڑھائے نہیں جا سکتا۔ ٹھنڈے پانی سے مراد توبہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری و حوادث ہیں۔ صابن سے مراد موت ہے۔ بھٹی سے مراد دوزخ ہے پس مومن کا دوزخ میں جانا میل کچیل داغ دھبے سے پاک صاف ہونا ہے یہاں کی آگ میں تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے دیکھو جیسے گوبر ناپاک مگر جل کر راکھ ہو کر پاک ہو جاتا ہے اسی طرح تم بھی خدا کی محبت اور عشق میں جل کر فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ سوختہ افروختہ ہو جاؤ بس پاک صاف ہو کر پہنچو گے اسی کو فرماتے ہیں۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن   پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

(۲۶۲) نفس ایمان پر دخول جنت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس ایمان پر بھی دخول جنت ہو جاتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ دخول اولی نہ ہو۔

(۲۶۳) اساتذہ کالجز و سکولز کی عقلیں لڑکے چھین لیتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ان اسکولوں اور کالجوں کے مدرسین اور ماسٹروں کی عقلیں لڑکے ہی چھین لیتے ہیں

(۲۶۴) منعم کی طرف توجہ ہونا ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نعمت کے ساتھ تعلق طبعی مذموم نہیں البتہ اس سے زیادہ منعم کی طرف توجہ ہونا ضروری ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی یہ چیزیں جو غیر اللہ ہیں اگر تمہیں اللہ اور رسول سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو کہ تم پر کوئی وبال آئے گا حاصل یہ ہے کہ یہ نعمتیں بھی خدا کی ہیں ان کا تبعاً" محبوب ہونا برا نہیں مگر اللہ رسول سے احب یعنی زیادہ محبوب ہونا برا ہے۔ اللہ رسول کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت فرض ہے اسی کو فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا

عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ الایہ یعنی اگر خودکشی کا یا گھر سے نکلنے کا اللہ اور رسول کا حکم ہوتا تو ایسا ہی کرنا ضروری تھا۔ غرض نعمت کے ساتھ اگر منعم سے زیادہ تعلق حبی نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اوپر کی آیت میں نعمتوں کے ساتھ ترضونھا بھی فرمادیا یعنی ان کو دیکھ کر خوش ہونا اس کی اجازت ہے مگر خوش ہونے کے بھی حدود ہیں ایک ان کی ذات پر اترانا تو ان کے متعلق فرماتے ہیں لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ دیکھو قارون بالذات مال سے خوش ہوتا تھا کیا درگت بنی۔ دوسرے خدا کے فضل اور رحمت ہونے کی حیثیت سے اس پر خوش ہونا اس کے متعلق ارشاد ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ بس ایک فرح بطر ہے ایک فرح شکر ہے تو فرح شکر محمود اور فرح بطر منہی عنہ۔ پس نعمتوں پر شکر کے طور پر خوش ہونا یہ حق ہے منعم کا اور خود ذات نعمت پر ناز کرنا یہ ناشکری ہے منعم کی اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلب میں نعمت کے زوال کے احتمال کا استحضار نہیں رہتا اور استحضار زوال کے بعد جو فرح کی کیفیت قلب میں رہ جاوے گی وہ عین شکر ہے۔ پھر استحضار زوال کے متعلق فرمایا کہ ہماری تو کیا ہستی اور کیا وجود ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ کہ اگر ہم چاہیں تو تمام وحی کے علوم کو محو اور زائل کردیں اور ظاہر ہے کہ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی اس لئے اس کے ساتھ ہی اس شان کا ظہور فرمایا کہ

درد از یارست ودرمان نیز ہم   دل فدائے اوشد و جان نیز ہم

یعنی آگے فوراً سنبھالا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یعنی ایک چیز ہے جو آپ کی محافظ ہے اور اس کے محافظ ہونے کے طرق میں ایک طریق یہ بھی ہے کہ وہ رحمت پروردگار کی ہے۔ حق تعالیٰ اس بقاء علوم کے لئے ایک وظیفہ بتلاتے ہیں کہ آپ یہ دعا کیا کیجئے کہ رب زدنی علما۔ پھر بطور تفریع کے فرمایا جب حضور ﷺ کو ضرورت اس وظیفہ کی ہے تو آج کل جو علوم حاصلہ کو اپنا کمال سمجھ کر اپنے محسن استاد سے بے فکر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب تو یہ علم ہمارے پاس رہے ہی گا یہ سمجھنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ کانپور جامع العلوم میں ایک شاگرد

نے استاد کی بے ادبی کی تھی اس نے خود اقرار کیا کہ تمام علم سلب ہو گیا پس حدوث وبقاء و آثار وبرکات کچھ بھی ہمارے اختیار میں نہیں روز مرہ کا واقعہ دیکھئے جب سوتے ہو تو وہ علم کہاں چلا جاتا ہے اب اس کا نام چاہے اضمحلال رکھ لو یا زوال رکھ لو یا مستوریت خلاصہ یہ ہے کہ رہا تو نہیں پھر جب اٹھے تو سب موجود ہے سو وہ جب چاہیں لے لیں جب چاہیں دے دیں ان ہی کے قبضہ میں ہے ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ یہ ہر وقت کا عدم اور وجود بالکل اس کا مصداق ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

پس جس وقت نعمت پر ناز کا وسوسہ ہو تو اس وقت اس کا مراقبہ کرو کہ اس پر ہماری کیا قدرت ہے تو اس مراقبہ سے فرح بطر جاتا رہے گا فرح شکر باقی رہ جائے گا۔

(۴۶۵) بزرگوں کے افعال کو اپنی طرح سمجھو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات پر جو اعتراض ہوتا ہے اس کا سبب ان کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرنا ہوتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ایک بزرگ کو کسی نے دیکھا کہ مرغ کھا رہے ہیں شبہ ہوا کہ یہ لذات نفس میں مبتلا ہیں۔ بعد نماز جمعہ ان بزرگ نے کئی گھنٹے وعظ کہا اور اس شخص نے پوچھا کہ اب بھی مجھ کو مرغ کھانا جائز ہے یا نہیں یعنی اس مصلحت سے کھایا تھا کہ اس طاعت کی قوت ہو یہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔

(۴۶۶) بے نتیجہ خیالات میں وقت ضائع نہ کرو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ کام میں لگے اور بے نتیجہ فکروں میں نہ پڑے مثلاً" یہ کہ معصیت ہو گئی تھی اس سے توبہ بھی کر لی تھی معلوم نہیں وہ قبول ہوئی یا نہیں آخر اس سے کیا فائدہ اگر کسی وقت زیادہ پریشان ہو تجدید توبہ کرلے اور پھر کام میں لگ جاوے مطلب میرا یہ ہے کہ آگے چلنے کی فکر کرے بے نتیجہ خیالات میں وقت صرف نہ کرے اعمال میں وقت صرف کرے اور راز اس کا یہ ہے کہ انسان مکسوب اور اختیاری اعمال کا مکلف ہے چنانچہ ارشاد ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ

نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ وَسۡئَلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا" ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا کہ آج کل کیا کر رہے ہو- کہا کہ توکل کی مشق کر رہا ہوں- فرمایا کہ میاں ساری عمر پیٹ ہی کے دھندے میں رہو گے یعنی توکل کی مشق کا مقصود یہی ہے کہ پیٹ سے بے فکری ہو جاوے اصل چیز میں کب لگو گے پس توکل اختیار کرو خواہ مشق ہو یا نہ ہو یہ تو مامور بہ نہیں صرف نفس کا مقصود مشق سے یہ ہے کہ مشقت نہ ہو سو مشقت سے بچنے کی کیا ضرورت ہے اسی طرح یہ خیالات مضر ہیں کہ میں کامل ہوا یا نہیں- میں کچھ ہوا یا نہیں غرض بے نتیجہ خیالات اس راہ میں راہزن ہیں کام کرنے والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ ایسی چیزوں کو کب دیکھتے ہیں-

۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(۲۶۷) شرط اور حکم میں فرق

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پہلے ان کا خط آیا تھا اس میں آنے کی اجازت چاہی تھی- میں نے لکھ دیا تھا کہ اگر یہاں پر آکر نہ بولو اور خاموش رہو تو اجازت ہے آج جو خط آیا ہے اس میں میرے اس مضمون کے جواب پر لکھتے ہیں کہ حضور جیسا حکم دیں گے بندہ تعمیل کرے گا اگر حکم بولنے کا دیں گے تو بولوں گا ورنہ خاموش رہوں گا میری کیا مجال ہے کہ حضور کی عدول حکمی کر سکوں- میں نے لکھ دیا کہ نہ بولنے کی شرط کی ہے یا حکم کیا ہے جب تم کو اتنی بھی تمیز نہیں نہ آنا چاہیے آکر اور ستاؤ گے اب اس کو لوگ سختی سمجھتے ہیں اگر خدا عقل اور فہم دے اور سمجھ دے تو سمجھ سکتے ہیں کہ اس سختی پر ہزاروں نرمیاں قربان ہیں اس لئے کہ آنے سے اور تعلق پیدا کرنے سے مقصود تو اصلاح ہے وہ میں نے بدوں آئے شروع کر دی اگر سمجھ ہوئی تو سمجھ جائیں- اگر نہیں تو بد فہموں اور کوڑ مغزوں کی یہاں ضرورت نہیں- ایسوں کو یہاں ایک منٹ ایک سیکنڈ کے لئے بھی جگہ نہیں مل سکتی-

(۲۶۸) ایک صاحب کو دوسروں کی اذیت برداشت کرنے کی نصیحت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ دوسروں کے معتقد ہونے سے تکلیف ہوتی ہے- فرمایا کہ اس تکلیف کو برداشت کیجئے- عرض کیا کہ اپنے کو برا بھلا کہا جاوے تاکہ کسی کو اعتقاد نہ ہو فرمایا

کہ اس سے اور زیادہ اعتقاد ہوگا۔ اور اگر تکلیف بھی ہوتی ہے تو کس کس تکلیف سے بچے گا۔ سر میں درد ہوتا ہے اس کو دفع نہیں کرسکتے بخار ہو جاتا ہے اس کو دفع نہیں کرسکتے۔ اسی طرح اس کو بھی درد سر اور بخار سمجھئے۔

(۲۶۹) متکبروں کا علاج

ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ واقعہ تو اس میں لکھا مگر یہ نہیں لکھا کہ اس میں میرے کرنے کا کیا کام ہے۔ عرض کیا کہ تعویذ دے دیجئے۔ فرمایا کہ اس میں تو نہیں لکھا اگر زبانی کہنا تھا تو ساری ہی بات زبانی کہہ دیتے اور اگر پرچہ دینا تھا تو ساری بات اس میں لکھواتے یہ کیا کہ آدھی بات تحریر میں اور آدھی زبانی۔ ذرا عرضی تو دینا کسی حاکم کے یہاں جس میں آدھی بات لکھی ہوئی ہو اور آدھی زبانی۔ دیکھیں کیسے کام ہو جائے گا۔ عرض کیا کہ میں ابھی جانے والا ہوں۔ فرمایا کہ کیا یہ میری بات کا جواب ہوا۔ یہ اور دوسری تکلیف دینے والی بات کہی نہ معلوم تم اس کام کو کب سے سوچ رہے ہو گے اور نہ معلوم کے روز سے ارادہ کرتے کرتے آج آئے ہو۔ اپنے لئے تو اتنی گنجائش اور یہاں پر دو گھنٹے کی بھی مہلت نہیں۔ ملانوں کو تو غلام سمجھ رکھا ہے جس وقت آگئے اسی وقت حکم کی تعمیل کرو کبھی کسی ضرورت سے عدالت میں حاکم کے یہاں درخواست دے کر بھی کہا ہے کہ ابھی جا رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے میرے اندر تغیر ہونے کی کہ ان لوگوں کے دل میں علم دین اور اہل علم کی وقعت نہیں اس لئے ایسے متکبروں کو میں بھی ٹھیک کرتا ہوں سو اس وقت چلتے بنو۔ جانے سے پہلے مجھ کو مہلت نہیں دی گئی اور تم کو عجلت ہے اپنا حرج مت کرو۔ اب وطن پہنچ کر بذریعہ خط تعویذ منگا لینا۔

(۲۷۰) روزگار ملنے کا وظیفہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت روزگار کے لئے ایک تعویذ دے دیجئے۔ فرمایا کہ روزگار کے لئے تعویذ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ پڑھ سکو تو اللہ کا نام بتلا دوں۔ عرض کیا بتلا دیجئے۔ فرمایا کہ بعد نماز عشاء یا وہاب چودہ تسبیح اور چودہ دانے پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اس شخص نے مری ہوئی زبان سے کہا کہ بہت اچھا۔ اس پر فرمایا کہ طبیعت خوش نہیں ہوئی۔ میں تمہاری نبضیں خوب پہچانتا ہوں۔ تم یہیں آکر ٹھیک ہوتے ہو اور جگہ تو تمہاری

آؤ بھگت ہوتی ہے اسی وجہ سے تمہارے دماغ خراب ہو گئے۔ یہ اعتقاد کی خرابی ہے سمجھتے ہیں کہ تعویذ سے تو نعوذباللہ خدا پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ بھی خلاف نہیں کر سکتے خواہ مشیت ہو یا نہ ہو اور پڑھنے پڑھانے سے یا دعا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ ان کی مرضی پر ہوتا ہے قبول کریں یا نہ کریں۔ ایک شخص حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرا فلاں کام ہے یہ ہو جائے۔ فرمایا اچھا بھائی میں دعاء کرتا ہوں کہا کہ حضرت دعاء تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ اس کام کو کر دیجئے۔ آپ کا مزاج تیز تھا۔ فرمایا دور ہو مردود مشرک ارے ہے کوئی نکالو اس نالائق کو تو عوام کے عقائد کی یہ حالت ہے اور یہ سب عاملوں کے بگاڑے ہوئے ہیں وہ جہلاء اس قسم کی باتیں بھگارتے رہتے ہیں کہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔

(۲۷۱) ہدیہ کی حکمت

ایک ہدیہ قبول فرمانے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اونی کپڑے سے جی خوش نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں کیڑا وغیرہ لگ جاتا ہے اور میرے یہاں حفاظت کا اہتمام نہیں ہو سکتا۔ میں کثیر المشاغل ہوں دوسرے ایسے کاموں میں توجہ اور وقت دونوں صرف ہوتے ہیں اور مجھ کو اس سے گرانی ہوتی ہے۔ اور یہ چیزیں ایک ہی سال میں صرف کر دینے کی ہیں۔ میں نے ایک سندھی پیر کی حکایت سنی ہے کہ ان کے یہاں جس قدر چیزیں آتیں ہیں وہ ضرورت کی ہوں یا بے ضرورت کی ان کا ایک گودام ہے ان کی حفاظت کرنا رکھنا سکھلانا یہ سب اہتمام ہوتا ہے خدا معلوم جی گھبراتا ہو گا مجھ کو تو سن کر تصور سے وحشت ہوتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ضرورت کے لئے سب کچھ پہلے سے دے رکھا ہے۔ اونی بھی غیر اونی بھی۔ اب جو کپڑا آتا ہے وہ اکثر بلا ضرورت ہوتا ہے اس لئے میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ بلا مشورہ کوئی چیز میرے پاس نہ بھیجا کریں اپنی رائے سے بھیجنے میں یہ ہوتا ہے کہ زائد کو فروخت کرنا پڑتا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی زائد چیزیں فروخت کرا دیتے تھے پھر فروخت کرنے میں کبھی اس چیز کی قیمت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مجھ کو خسارہ ہوتا ہے اور کبھی خریدار کو یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب نے بریلی سے لکھا کہ میں آنا چاہتا ہوں اور تین روپیہ کی مٹھائی لانا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ تین روپیہ کی مٹھائی کیا کروں گا مجھ کو ایک قلمتراش کی ضرورت ہے وہ

لیتے آتا لیکن اگر تین سے زائد قیمت ہوگی وہ میں دے دوں گا وہ چاقو لائے جو تین روپیہ چار آنہ کا تھا۔ میں نے وہ زائد چار آنہ بھی خفیف سمجھ کر نہیں دیے وہ خوش ہو گئے۔ ہر چیز اور ہر کام میں رسوم کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق قریب قریب بالکل ہی مٹ ہی گئے۔ کتنا سہل نسخہ ہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ میں ضرورت کی چیز بتلاؤں گا تو دینے والے کی جو نیت ہے کہ اس کو میں ہی استعمال کروں وہ اس صورت میں بالکل محفوظ ہے نہ فروخت کرنے کی ضرورت نہ کچھ۔ ایک حکمت یہ ہے کہ ہدیہ دینے سے مقصود خوش کرنا ہوتا ہے وہ بھی اس صورت میں زیادہ تر قریب ہے کہ جی چاہی چیز آئی۔ اور جو مروجہ صورت ہدیہ دینے کی ہے اس میں تو دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے جو ہدیہ کے مقصود کے خلاف ہے۔ مقصود تو جس کو ہدیہ دیا جائے اس کا خوش کرنا ہے مگر خود ہدیہ لینے والے کو دینے والے کی خوشی کی بھی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ کرے جیسے ایک بزرگ کی حکایت سنی ہے کہ جس زمانہ میں روم روس کی لڑائی ہو رہی تھی اس وقت ایک شخص نے ان بزرگ کو پانچ روپیہ بطور ہدیہ دیئے۔ ان بزرگ نے اس کے سامنے ہی چندہ میں دے دیئے۔ میں اس کو بھی ناپسند کرتا ہوں اس میں اس کی افسردگی ہے۔

(۲۷۲) بے تکلفی نفع باطن کے لیے شرط اعظم ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس قدر الفت اور محبت بڑھتی ہے اسی قدر تکلف جاتا رہتا ہے اور یہ بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے نفع باطن کے لئے مگر اکثر لوگوں کو ان باتوں کی خبر ہی نہیں۔

(۲۷۳) ایک بزرگ کے خشک لکڑیاں ہدیہ میں دینے کی حکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ اکثر ہدایا میں بڑھیا چیز دیتے ہیں مگر میری نظر میں بوجہ آمیزش رسم کے وہ مڑھیا ہوتی ہے۔ دینا محبت اور خلوص سے ہونا چاہیے خواہ وہ کسی درجہ کی چیز ہو خواہ وہ فلوس ہی ہو۔ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملاقات کرنے کے لئے گھر سے چلے پاس کچھ نہ تھا راستہ میں خیال آیا کہ کچھ ہدیہ ضرور چاہیے تو راستہ میں سے کچھ خشک لکڑیاں چن لیں کہ بزرگ کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائے گی لے کر پہنچے اور لکڑیاں پیش کیں ان بزرگ نے اس ہدیہ کی خاص قدر کی اور خادم سے فرمایا کہ ان لکڑیوں کو

حفاظت سے رکھ دو۔ ہمارے انتقال کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان لکڑیوں سے گرم کیا جائے
تاکہ ہماری نجات کا ذریعہ ہو جائے۔ سبحان اللہ ان حضرات کی باتیں بھی بزرگ ہی ہوتی ہیں
دوسرا کیا قدر کر سکتا ہے۔ ایک مقولہ مشہور ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں خالی جائے تو خالی
آئے فرمایا کہ یہ مقولہ جس معنے میں مشہور ہے غلط ہے کیونکہ اس کا مطلب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ
خالی جائے خلوص سے تو خالی آئے فیوض سے۔ یہ دکانداروں پیروں کی اڑائی ہوئی گپ ہے یہ
ایسوں کی اڑائی ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ جس وقت اللہ نے روحوں کو جمع کیا اس وقت یہ حکم دیا
تھا کہ دنیا میں جا کر بنگ بوزہ کی پابندی رکھنا سو ہم تو اول صف میں تھے ہم نے تو صحیح سنا اور یہ
مولوی دور تھے انہوں نے سنا نماز روزہ کس قدر یہ کفریہ کلمہ ہے نعوذ باللہ۔

(۲۷۴) تکلف کی زینت تو عورتوں کے لئے ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب کو تو منع نہیں کرتا مگر ہاں اکثر لوگ قیمتی کپڑا تکلف اور
زینت کی وجہ سے پہنتے ہیں ان کو ضرور منع کیا جائے گا اس کا اثر طبیعت پر برا ہوتا ہے ایسی
تکلف کی زینت تو عورتوں کے لئے ہے نہ مردوں کے لئے۔

(۲۷۵) شریعت میں کفران کی اجازت نہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی چیز کے لینے یا کھانے سے عذر
کر دینا کفران نعمت تو جب ہے جب کہ ضرورت ہو اگر ضرورت ہونے پر ایسا کیا تو یہ ابتلاء ہے
اور اگر ایسا نہیں جیسا ایک شخص کے پاس ملنے گئے اور اس نے دودھ سوئیوں کا پیالہ بھر کر رکھ
دیا اور خواہش ہے نہیں تو کیا کھانے سے عذر کر دینا کفران ہو گا۔ کفران ایسا سستا نہیں کہ چمٹتا
پھرے اور سب معاملات میں تو بڑا معیار تو شریعت ہے۔ اگر فتوے سے عذر کی اجازت ہے تو
پھر کفران کہاں کیوں کفران کی تو اجازت شریعت میں نہیں سو جو کفران کی فرد ہو گی اس میں
شریعت کی ممانعت بھی ہو گی۔ اور یہاں ممانعت ہے نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ کفران بھی
نہیں پس مسلمانوں کے لئے تو بڑا اچھا معیار شریعت ہے مگر فتویٰ ایسی چیزوں میں اسی کا معتبر ہے
جو جامع شریعت و طریقت ہو اس لئے کہ اہل ظاہر بلا ضرورت کہیں جائز کہہ دے گا اور کہیں نا
جائز۔

(۲۷۶) ہر امر میں اسلام کی عجیب تعلیم اور اصول

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو آج کل اہل مدارس دنیا داروں سے چندہ مانگتے ہیں اس مانگنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ رنگون میں ایک بڑے مدرسہ اسلامیہ کی طرف سے رمضان المبارک میں کچھ لوگ چندہ کے لئے گئے تھے ایک شخص مجھ سے روایت کرتے تھے کہ میں امراء کے ایک مجمع میں موجود تھا وہ سب آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ اب تو یہ لوگ آگئے کچھ کرنا ہی پڑے گا اور میرا نام لے کر کہا کہ اس کی سی صفائی کسی میں بھی نہیں۔ ایک صاحب ہماری برادری کے یہاں تھے وہ ایک مسجد کے چندہ کے لئے سفر کرنے کے بعد جب واپس آئے اس وقت خود مجھ سے کہتے تھے کہ میں پہلے خیال کیا کرتا تھا (یعنی میرے متعلق) کہ اگر کسی سے چندہ کے لئے سفارش کر دیں تو کار خیر ہے حرج کیا ہے لیکن اس سفر میں واقعات اور مشاہدات سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت آپ کے یہاں جس قدر اصول اور قواعد ہیں نہایت پاکیزہ ہیں اس سے وہ شبہ جاتا رہا۔

(۲۷۷) اودھ کا تکلف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں سب نے اسلام کے اصول لے لیے ہیں راحت اٹھا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں نے چھوڑ دیئے پریشان ہیں تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اس میں ایک انگریز مسلمان ہوا نماز کے لئے مسجد میں آیا دیکھا کہ نالی میں صفائی نہ تھی اس نے اس پر خادم مسجد سے کہا کہ ذرا صفائی رکھنا چاہیے تو جاہل لوگوں نے کہا کہ بڑا صفائی صفائی گاتا ہے معلوم ہوتا ہے ابھی تو عیسائی ہے گویا مسلمان وہ ہے جس میں صفائی نہ ہو میلا کچیلا رہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لوگوں کو حس نہیں رہا۔ دیکھئے حدیث میں ہے نظفوا افنیتکم یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے اس کو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہوگی۔ پھر کپڑے کی اس سے زیادہ اور جسم کی اس سے زیادہ اور روح کی تو کس قدر مطلوب ہوگی۔ میرے متعلق ایک شخص نے کہا تھا کہ اس کے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں نے کہا کہ کیا لغویات ہے اگر یہ کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں جیسا انتظام ہے تو یہ تو ٹھکانے کی بات بھی ہے کیونکہ انہوں نے یہ سب اسلام سے لیا ہے نہ کہ اس کا عکس میں جب حیدر آباد دکن گیا تھا ایک

مولوی صاحب میرے دوست تھے انہوں نے مدعو کیا تھا رخصت کے قریب بعض احباب نے مشہور چیزوں کی سیر کرائی اس سلسلہ میں دار الضرب بھی دیکھنے گیا وہاں ایک انگریز دکھلانے والا تھا جب سب کچھ دیکھ کر واپسی کے لئے دروازہ پر آئے تو میں نے اس انگریز سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں اس پر وہ تو خوش ہوا کہ ایک مذہبی شخص نے اس کی تعریف کی۔ میرے ساتھ ایک بڑے افسر مسلمان بھی تھے انہوں نے مجھ سے آگے چل کر کہا کہ آپ نے تو غضب ہی کر دیا عجیب و غریب طرز سے تعریف کی۔ بڑھا بھی دیا اور گھٹا بھی دیا وہ تو اس پر خوش ہوا اور بڑا اثر ہوا کہ ایک مذہبی شخص اپنے مذہبی لوگوں کی ساتھ مجھ کو تشبیہ دیتا ہے اور گھٹایوں دیا کہ اخلاق میں مسلمانوں کو کامل اور اس کو ناقص قرار دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے حقیقت کو بیان کیا کہ اپنے اخلاق پر ناز نہ کرنا یہ سب تم نے اسلام سے اور مسلمانوں سے لیا ہے۔ یہ تمہارے گھر کی چیز نہیں بلکہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے۔ اسی طرح ہر امر میں اسلام کی تعلیم اور اصول عجیب ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع حدیث کے لئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے۔ فرمایا لے آؤ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلانے چاہے امام مالک نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا کہ کھانا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔ یہ ترتیب اس وقت کے رسم و تکلف کے خلاف ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اس لئے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ خصوصاً کھانے میں ابتداء کرتا ہوا مہمان شرماتا ہے۔ یہ تجربہ سے معلوم ہوا اس لئے آپ نے مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے یہ ترتیب اختیار فرمائی۔

(۲۷۹) انگریزوں کی ظاہری تہذیب

ایک سلسلہ گفتگو میں اوپر کے ملفوظ کی مناسبت سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ قصبہ کیرانہ گیا تھا وہاں پر جو اس وقت تحصیلدار تھے سندیلہ کے رہنے والے تعلق دار تھے وہ اس خیال سے کہ یہ (یعنی میں) میرے باپ کا ملنے والا ہے محبت کرتے تھے انہوں نے میری دعوت بھی کی مجھ کو کوئی وجہ عذر کی نہ تھی قبول کر لی ان کے یہاں لکھنؤ کا باورچی تھا بہت نفیس نفیس کھانے تیار

کرائے۔ اور غایت تکلف سے کھانے کے وقت وہ مجھ پر مسلط ہو گئے کہ یہ کھایئے وہ کھایئے پہلے تو میں نے برداشت کیا مگر جب وہ تسلط ختم نہ ہوا تب مجبور ہو کر میں نے گنوار پن سے کام لیا اور اس تسلط کے اٹھانے کے لئے عرض کیا مگر نہیں مانا۔ اودھ میں تکلف ختم ہے اس کا اثر تھا بے چاروں پر۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھا سکا اور اودھ کے تکلف پر ایک قصہ یاد آیا کہ دو شخص اودھ کے تھے۔ ریل میں سفر کا ارادہ تھا مگر عین سوار ہونے کے وقت تکلف کی مشق ہو رہی تھی ایک کہتا تھا قبلہ آپ سوار ہوں دوسرا کہتا تھا کہ کعبہ آپ سوار ہوں اسی میں ریل چھوٹ گئی۔ ایسے ہی دو شخص کیچڑ میں گر گئے اب آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ قبلہ آپ اٹھیے کعبہ آپ اٹھیے اودھ کا تکلف مشہور ہے لیکن ادب کو تکلف میں داخل کر کے نہ چھوڑا جائے۔ ادب نہایت ضروری ہے اور ہر امر میں۔ ایک قصہ مہمانی کے ادب کا یاد آیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ایک اعرابی بدوی آپ کے دستر خوان پر کھانا کھا رہا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھا رہا تھا آپ انتظام و نگرانی فرما رہے تھے۔ آپ نے شفقت سے فرمایا کہ بھائی اتنا بڑا لقمہ مت لو بعض دفعہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ وہ بدوی فوراً دستر خوان سے اٹھ گیا اور کہا کہ آپ نگرانی کرتے ہیں مہمانوں کے لقموں کی یہ دستر خوان اس قابل نہیں کہ کوئی بھلا آدمی اس پر کھانا کھائے یہ کہہ کر دستر خوان سے اٹھ کر چل دیا ہر چند حضرت معاویہ نے کوشش کی مگر نہیں رکا چلا گیا۔ مجھ کو تو حیرت ہو گئی کہ بدوی بھی اصولی ہیں جن کا یورپ کے بڑے بڑے مہذب مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جہلا کہتے ہیں کہ اسلام میں انتظام نہیں۔ اسلام میں تو وہ انتظام ہے کہ دوسروں نے بھی اسی سے لیا ہے اسلام کا انتظام اسلام کے اصول تو وہ ہیں کہ آج دنیا کی تمام اقوام کا اقرار ہے کہ ہم نے اسلام ہی سے لئے ہیں۔

(۲۸۰) پڑھے لکھوں کا مکر و فریب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزوں میں ظاہری تہذیب بہت ہے۔ ایک مرتبہ یورپ میں شاہ ایران مہمان ہوئے کھانے کے بعد پیالیوں میں نہایت رنگین اور خوش نما اور خوشبودار صابن ہاتھ صاف کرنے کے لئے آیا یہ سمجھے کہ یہ کوئی کھانے کی چیز ہے یا پینے کی اس کو پی گئے اس کھانے پر جس قدر انگریز تھے سب نے اس کو پیا محض اس خیال سے کہ ان کو کوئی شرمندگی نہ ہو۔ ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ایک نواب زادہ کی حکایت ہے ایک شخص

بیان کرتے تھے کہ یہ نواب زادہ ایک جہاز میں سوار تھے اور ان کے چند دوست احباب بھی ہمراہ تھے۔ ایک انگریز بھی بڑے درجہ کا اس جہاز میں سفر کر رہا تھا اور ان کو رئیس سمجھ کر ان کے پاس ملنے آتا تھا اور انگریزی میں بات چیت کرتا تھا یہ یوں سمجھے کہ یہ اردو نہیں جانتا انہوں نے مذاق میں اس کا نام الو کا بچہ رکھا تھا اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کو نہیں سمجھتا اور وہ باوجود سمجھنے کے کبھی چیں بچیں نہ ہوا۔ جب جہاز سے اتر کر چلنے لگے تو وہ نواب زادہ سے رخصت ہونے کے لئے کہتا ہے کہ الو کا بچہ اداب بجالاتا ہے۔ اودھ کا سا سلام کیا اس وقت معلوم ہوا کہ یہ اردو اعلیٰ درجہ کی جانتے ہیں مگر غضب یہ کیا کہ سارے راستہ ان کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں اس کو سمجھتا ہوں۔ برابر اس کہنے پر بولتا رہا اور کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ نواب زادہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہو گئے اور بے حد محجوب اور شرمندہ ہوئے اور وہ کہہ کر چل دیا اس ضبط کو ملاحظہ فرمایئے یہ ایسی قوم ہے مگر دین نہ ہونے کے سبب یہ سب اخلاق کی نقل ہے اصل نہیں۔

۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(۲۸۱) کفر تمام اخلاق رذیلہ کی جڑ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کفر جڑ ہے تمام اخلاق رذیلہ کی اور اسلام جڑ ہے تمام اخلاق حمیدہ کی اس لئے کفر کے ہوتے ہوئے اتفاق ہونا نہایت عجیب ہے اور اسلام کے ہوتے ہوئے نا اتفاقی ہونا عجب ہے ان دونوں کا سبب کچھ عوارض ہوتے ہیں۔

(۲۸۲)

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو کچھ لکھ پڑھ لیتے ہیں ان کے دماغ سب سے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں۔ کل دو صاحب آئے تھے اہل علم تھے مگر جو بات کی اینچ پیچ ہی کی کی میرے پوچھنے پر بھی صاف بات نہ کی جو لوگ محض جاہل ہیں اکثر وہ بھی صاف بات کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ چند معمولی لوگ ملنے آئے مگر میرے دریافت کرنے پر صاف کہہ دیا کہ بارات میں آئے تھے تم سے بھی ملنے آ گئے مگر معلوم نہیں یہ لکھے پڑھوں میں مکر و فریب کہاں سے آ گئے سیدھی بات تھی جب میں نے پوچھا تھا کہ یہ سفر کس غرض سے ہوا تو صاف

کہہ دیتے کہ فلاں صاحب سے ملنے آئے ہیں آپ سے بھی ملنے آگئے اس میں ایسی کون سی بات تھی جس کو وہ نہ کہہ سکتے تھے خواہ مخواہ جھوٹ بولا ان کے سست لہجے سے سمجھ گیا تھا کہ دل میں کچھ اور ہے مجھ کو راز معلوم کرنا تھا لوگ اس قسم کی چالاکیاں اور مکروفریب کرتے ہیں۔ کہاں تک تاویل کروں۔ وجہ ناگواری کی یہ ہوتی ہے کہ جو شخص تعویذ لینے یا مسئلہ پوچھنے یا فتوی لینے یا ملنے کے لئے آتا ہے تو یہ سب دوستی کے افراد ہیں سو دوستوں سے صبر نہیں ہو سکتا۔ ہاں دشمن سے صبر ہو سکتا ہے۔ فلاں خان صاحب نے ساری عمر گالیاں دیں مگر مجھ پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔

(۲۸۳) ھدیہ دینا سنت ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینا سنت ہے جب سنت ہے تو اس میں برکت کیسے نہ ہوگی نہ ہونے کے کیا معنی لیکن مثل دیگر طاعات کے وہ بھی مناسب شرائط کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ ایک بڑی شرط باہم بے تکلفی ہے۔ بے تکلفی ہی میں ہدیہ کا لطف بھی ہے اور اس مادی ہدیہ سے بھی بڑا ہدیہ یہ ہے کہ محبت سے مل لئے اگر یہ نہیں ہے تو ہدیہ میں کیا رکھا ہے۔

(۲۸۴) بعض آثار طبعیہ فطری ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض آثار طبعیہ فطری ہوتے ہیں وہ زائل نہیں ہوتے گو کمی تو ہو جاتی ہے مگر رہتے ضرور ہیں چنانچہ باوجود اس کے کہ اتنا زمانہ ہدایا قبول کرتے ہوئے ہو گیا مگر اب تک طبیعت میں جھجک ہے اور اجنبی سے تو بالکل ہی طبیعت قبول نہیں کرتی جی شرماتا ہے۔ بے تکلفی کی جگہ بھی جھجک تو ہوتی ہے مگر کم۔ مولوی صدیق صاحب گنگوہی اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب یہ مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے ایک مکان میں کھانا مقرر ہوا۔ جب کھانا لانے کے لئے گئے وہاں پہنچ کر اب چپ کھڑے ہیں زبان نہیں اٹھتی۔ اتفاق سے صاحب خانہ آگئے انہوں نے بڑے احترام سے بٹھایا اور کھانا خود لا کر دیا مگر جاتے جاتے اس خجلت کا کم ہونا شروع ہوا۔ ان چیزوں میں عادت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے مگر جو چیز فطری ہوتی ہے وہ کچھ نہ کچھ رہتی ہے اور فطرت کے ساتھ اگر عادت بھی منضم ہو جاوے تو اگر وہ امر محمود ہے تو نور علی نور ہو جاتا ہے اور اگر امر مذموم ہے تو کریلا اور نیم چڑھا ہو جاتا ہے چنانچہ مجھ پر

عجیب خدا تعالیٰ کی یہ رحمت ہوئی کہ باپ بھی ایسے ملے کہ انہوں نے شیخ کی طرح تربیت کی اور شیخ تو پھر شیخ ہی تھے دونوں کی برکت فطرت کے ساتھ مل کر ارواح ثلثہ ہو گئے والد صاحب کا معمول تھا کہ دعوت میں ہم کو نہ لے جاتے تھے الاناورا" حالانکہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں۔ والد صاحب فرماتے کہ یہ ٹھیک نہیں اس سے بچوں کو عادت ہو جاوے گی پھر انتظار ہونے لگے گا۔ ایسے عاقل تھے ان کی باتیں ایسی تھیں جیسے شیوخ کی ہوتی ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باپ بھی ایسے ملے۔ استاد بھی ایسے ہی شیخ بھی ایسے ہی یہ ان کا بڑا فضل اور رحمت ہے۔

(۲۸۵) ہدیہ لینے میں طبعی انقباض

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ لینے میں بعض اوقات ایک تو طبعی انقباض ہوتا ہے اس کا تو کچھ ذکر نہیں اور ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ تجربہ کی بناء پر ہدیہ قبول کر کے پچھتانا پڑتا ہے اس میں انتظام کی ضرورت ہے۔ یہاں ہماری برادری میں ایک صاحب تھے جن کا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے خادمی کا تعلق تھا اس بناء پر مجھ سے بھی محبت کرتے تھے ان کے یہاں کوئی پھل آیا کوئی اچھا کھانا پکا میرے لئے بھیج دیتے تھے اور یہاں سے بھی جاتا رہتا تھا مگر کم و بیش کا تفاوت تھا۔ اتفاق سے ایک فرائض کا مسئلہ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے بتلا دیا وہ ان کے خلاف تھا اور اس میں ان کے فریق مخالف کا نفع تھا اس پر کہا کہ ہم اتنے زمانہ سے خدمت کرتے ہیں مگر جب ہمارے کام کا وقت آیا تو ہماری کچھ رعایت نہ کی۔ دیکھئے کتنی رنج دہ بات ہے۔ اس وجہ سے بعض ہدیہ میں شبہ ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کا بھی یہی انجام نہ ہو۔ اور ہدیہ دے کر کسی رعایت کی توقع تو نہایت ہی منکر و قبیح ہے۔ مجھ کو تو یہ بھی پسند نہیں کہ ہدیہ دے کر دعاء کے لئے کہا جاوے اس لئے کہ ہدیہ تو محض طیب قلب سے اور تطییب قلب کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں اور اغراض کی یا دوسرے مصالح کی آمیزش کیسی۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھ کر ہدیہ دے رہا ہے لینے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ وہ غریب سمجھ کر دے تو مولانا نے رفع حاجت کی مصلحت کی آمیزش کو پسند نہیں فرمایا اور ایک یہ بھی معمول تھا کہ سفر میں ہدیہ لینا پسند نہ فرماتے تھے بعض اوقات پہلے

سے آمادگی نہیں ہوتی منہ دیکھ کر خیال ہو جاتا ہے تو طیب قلب سے نہ ہوا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ پر غالب حالت مجذوبیت کی تھی مگر کوئی شخص رخصت کے وقت ہدیہ پیش کرتا قبول نہ فرماتے تھے اور جو شخص آتے ہی دیتا لے لیتے تھے جانے کے وقت دینے کے متعلق فرماتے کہ بھٹیارا سمجھا ہے کہ حساب لگا کر دیتا ہے کہ آٹھ آنہ کا کھانا ہو گا لاؤ روپیہ دے دو۔ دیکھئے یہاں بھی ہدیہ میں دوسری مصلحت یعنی ادائے عوض کی مل گئی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ لیتے تھے کم مقدار میں لیتے تھے اور لینے کے وقت بے حد شرماتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی بڑی حیثیت نہیں اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے کہ بھائی زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ دے دو۔ اس میں بھی یہ راز ہے کہ بعض اوقات زیادہ مقدار میں طیب قلب نہیں ہوتا قلیل مقدار سے شرما کر زیادہ دیتا ہے پھر "استغراداً" فرمایا کہ مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف زیادہ کشش ہے دوسرے بزرگوں کے ساتھ تو ان کے کمالات کی بناء پر عقیدت ہے اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے اضطراری طور پر محبت ہے ان کی ہر بات میں ایک محبوبانہ شان معلوم ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم بہت دنوں سے آتے ہو۔ ہم نے تمہیں کبھی کھانا نہیں کھلایا آج تمہاری دعوت ہے۔ دیکھئے اس سے سادگی کی کیسی عجیب و غریب شان مترشح ہوتی ہے جو محبوبانہ انداز کی بڑی فرد ہے۔

۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(۲۸۶) خاصانِ حق کی صحبت میں برکت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں ان کی دعاء میں ان کی نصیحت میں سب میں نور اور برکت ہوتی ہے۔ دہلی میں جو حکیم نابینا ہیں ان کی نباضی مشہور ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت میں نابینا ہوں بجز نبض کے اور علامات کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ نبض شناسی کی دعاء کر دیجئے آپ نے نبض کے لئے دعاء فرمادی جس میں اس کا کمال مشاہد ہے تو یہ اس دعاء کی برکت ہے۔

(۲۸۷) تغیر طبیعت میں عذر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تغیر طبیعت میں معذور ہوں۔ ناگوار بات پر ایک دم تغیر ہونے لگتی ہے۔ اس پر اگر ضبط کرتا ہوں تو تغیر بڑھ جاتی ہے اور حالت شباب میں تو اکثر بخار ہو جاتا تھا۔

(۲۸۸) تحریکات میں عدم شرکت کا سبب

ایک صاحب نے زمانہ تحریکات میں میرا نام لے کر کہا کہ اگر ان کو انگریزوں کی حالت معلوم ہو جائے تو ہم سے زیادہ ان تحریکات کے حامی ہو جائیں۔ میں نے سن کر کہا کہ ہمیں کسی دوسری قوم کے ساتھ دوستی نہیں کہ حالات معلوم ہونے سے بغض ہو جاوے گا۔ اپنی قوم سے دوستی ہے تحریکات کو ان کے لئے مضر سمجھ کر علیحدہ ہوں۔

(۲۸۹) بعض اشیاء کا فروخت کرنا منع ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے ایک پہلو پر تو نظر گئی کہ انگریزوں کو نفع نہ پہنچے ان سے کوئی چیز نہ خریدو اور ہندوں کو اگر نفع پہنچے تو اس کو گوارا کیا جاتا ہے اس لیے کہ تمام تجارتیں ان کے ہاتھ میں ہیں اس لئے تجارت کا نفع ان ہی کو زیادہ پہنچتا ہے۔ اور یہ سب چھوڑیے ہم تو مقلد ہیں کوئی فقہی روایت دکھلائیں کہ کفار سے خریدنا جائز ہے۔ البتہ بعض اشیاء کا فروخت کرنا بے شک ممنوع ہے۔ مثلاً" لوہا ہے خود وہی لوہا کام میں لاسکتے ہیں تو اگر اس کا مسلمانوں کے مقابلہ میں استعمال کریں گے مسلمانوں کو ضرر پہنچے گا۔ اور روپیہ بعینہ کام میں نہیں آتا بواسطہ کام آتا ہے تو اس سے اگر ضرر ہوگا بواسطہ ہوگا جس میں فاعل مختار کا تخلل ہے۔ فقہا نے اس راز کو سمجھا ہے دوسروں کو کیا حق ہے اجتہاد کا کہ خواہ مخواہ احکام میں ٹانگ اڑائیں۔

(۲۹۰) مواخذہ میں حکمت

ایک صاحب نے بوقت رخصت عرض کیا کہ حضرت معاف فرماویں جو کچھ مجھ سے حضرت کو تکلیف پہنچی ہے۔ فرمایا کہ تم نے مجھے کیا تکلیف دی جو معاف کرانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر میرے مواخذہ سے شبہ ہوا تو اس کا سبب میری کسی مصلحت کا فوت ہونا نہیں۔

بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں اس سے آپ لوگوں کی تعلیم اور اصلاح مقصود ہے جو ایذاء رسانی سے سبب ہوتا ہے بلکہ مجھے خود آپ سے معاف کرانا چاہیے کہ میں نے تم کو ستایا۔

(۲۹۱) باطنی تعلقات کے نفع کا مدار بشاشت پر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان باطنی تعلقات کے نفع کا مدار بشاشت پر ہے۔ خصوصاً اگر بیعت کے وقت انقباض ہو تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پھر ساری عمر اس کا اثر رہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ اس وقت اکثر مشائخ اور پیروں نے اس طریق کا ناس کر دیا ان کے اغراض پرستی کے سبب لوگوں کے اخلاق خراب اور برباد ہو گئے۔ اس لئے بے چارے لوگوں کا بھی کوئی قصور نہیں۔ ساری جگہوں میں جب صرف ایک ہی جگہ روک ٹوک ہو محاسبہ ہو تو وہاں تو ضرور ہی گھبرائیں گے۔

(۲۹۲) انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انگریزی دوا باستثناء نادر میں خود تو استعمال نہیں کرتا مگر دوسروں کے لئے برا نہیں سمجھتا کیونکہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے۔

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(۲۹۳) خانقاہ اشرفیہ میں انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے

ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے چادر سے منہ چھپائے چپکے سے آکر مجلس میں بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کون صاحب ہیں۔ عرض کیا کہ مسافر ہوں۔ فرمایا کہ مسافر کے لئے سرائے ہے۔ یہاں کیسے آئے عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کے لئے۔ فرمایا کہ کیا ملاقات کا یہی طریقہ ہے کہ نہ سلام نہ کلام نہ مصافحہ اور اوپر سے یہ عورتوں کا سا گھونگھٹ۔ کیا اہل حال کی سی ہیئت بنا کر مجھ پر اثر ڈالنا چاہتے ہو۔ اپنی بزرگی سے مرغوب کرنا چاہتے ہو۔ کیوں دماغ بگڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی سے مرید ہو کیا یہ صحیح ہے۔ عرض کیا کہ فلاں درویش ہیں ان سے بیعت ہوں۔ دریافت فرمایا کہ میرے پاس جو آئے ہو محض ملاقات ہی مقصود تھی یا کوئی اور کام بھی ہے اگر ہے تو کہہ لو تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو اور طبیعت یک طرف ہو۔ عرض کیا

کہ محض ملاقات مقصود تھی۔ فرمایا کہ منہ کھول کر اچھی طرح جیسے اور بیٹھے ہیں بیٹھو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ آدمی کسی کے پاس اوے تو سلام کلام مصافحہ کچھ تو کرے یہ کیا جانوروں کی طرح آکر بیٹھ گئے۔ افسوس اصلاح کا تو نام و نشان نہیں۔ اب صرف حضرات مشاہدہ کرلیں جو کہا کرتا ہوں کہ بزرگی اور ولایت تو آسان ہے مگر انسانیت آدمیت مشکل ہے صحیح ہے یا نہیں یہ صاحب باوجود درویش ہونے کے انسانیت سے معرا ہیں اسی واسطے میرے یہاں انسانیت آدمیت سکھلائی جاتی ہے اور اس کے دشوار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق مخلوق سے ہے اور اس میں کمی ہونے سے مخلوق پر اثر پہنچتا ہے اور ان کا معاملہ بوجہ حقوق العباد ہونے کے مشکل ہے اور بزرگی ولایت کا تعلق ایک بڑی رحیم کریم ذات سے ہے وہ اگر اپنے حقوق کو معاف فرمادیں کچھ دشوار نہیں۔

(۲۹۴) حضور ﷺ کی عینی زیارت کس طرح ممکن ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواب یا کشف سے جو زیارت حق تعالیٰ کی ہوتی ہے وہ مثالی ہے۔ سو حق تعالیٰ کی رویت کے درجات مختلف ہیں۔ جن لوگوں کو یہاں پر رویت ہوئی وہ مثالی ہوئی۔ اصلی جنت میں ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کبھی عینی بھی ہو سکتی ہے وہ اس طرح کہ یہاں سے حضور ﷺ کے جسد مبارک تک حجابات اٹھ جائیں اور اصلی صورت نظر آجاوے باقی حضرت حق کی رویت دنیا میں عینی نہیں ہو سکتی اور ہر حال میں ان چیزوں کو قرب میں دخل نہیں بلکہ خود قرب کو اس میں دخل ہے مگر بلا لزوم بلکہ بعض اوقات یہ حالات خطرناک ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں بڑوں بڑوں سے غلطیاں ہو گئیں ہیں یعنی ان کے سمجھنے میں۔

(۲۹۵) اعمال معمول بہا طریق ہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مرتبہ فلاں مقام پر تشریف لے گئے تھے اسٹیشن سے دو میل کے فاصلے پر ایک بزرگ مدفون ہیں حضرت نے اسٹیشن ہی پر فرمایا کہ یہاں پر کسی بزرگ کا مرقد ہے کیا یہ بات صحیح ہے فرمایا کہ مجھ کو نہ یہ درجہ حاصل اور نہ یہ میری عادت۔ خلاصہ یہ کہ جو بات طالب علموں میں نہیں ہوتی وہ ہم میں نہیں اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تو ہم درویش ہیں اور اگر کسی اور چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں اور نہ ان

چیزوں کا دوریشی سے کوئی تعلق جیسا عام خیال ہے اور یہ ساری خرابی کہ غلط خیالات میں ابتلا ہو رہا ہے اس کی ہے کہ لوگ طریق سے بے خبر ہیں جن چیزوں کو طریق سمجھتے ہیں وہ حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔ خارجی چیزوں کا بلکہ اکثر تو واہی تباہی باتوں کا نام طریق رکھ چھوڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں اور رضاء حق اس طریق کا مقصود ہے اس سے آگے جو شیخ کامل تجویز کرتا ہے یا سلف کا معمول رہا ہے وہ سب تدابیر کا درجہ ہے فن طب کی طرح اس طریق میں بھی تدابیر ہیں۔

(۲۹۶) اعتراض کرنا آسان ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کرنا کون سا مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے۔ تحقیق کا درجہ مشکل ہے۔ اس ہی لئے محقق پر سینکڑوں اعتراض ہوتے ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی نظر تمام جوانب پر ہوتی ہے اور غیر محقق کی نظر صرف ایک بات پر ہوتی ہے۔ سو مختلف جوانب کو جمع کرنا ظاہر ہے کہ کس قدر مشکل ہے۔ ایک بزرگ کی مجلس میں لفظ زندیق کی لغوی و فقہی تحقیق ہو رہی تھی۔ اسی سلسلہ میں ایک عالم نے کہا کہ زندیق ایسے ہی کو کہتے ہونگے جیسے محی الدین ابن عربی۔ یہ بزرگ کچھ نہیں بولے۔ پھر خاص مجلس میں ایک صاحب نے ان بزرگ سے سوال کیا کہ حضرت آج کل قطب کون ہیں فرمایا محی الدین ابن عربی ہیں۔ عرض کیا گیا حضرت اس مجلس میں ان کو زندیق کہا گیا اور حضرت کچھ نہیں بولے۔ فرمایا کہ وہ مجلس علماء کی تھی وہاں رد و قدح کرنے سے شرع کا نظام مختل ہو تا۔ اب مجلس خاص ہے اور اہل ظاہر چونکہ جامع نہیں ہوتے اس لیے ان کا ہمیشہ یہی مسلک رہا کہ وہ محقق پر معترض رہے حالانکہ کوتاہی اپنی نظر کی ہوتی ہے۔

(۲۹۷) سیپ کی موتی کی تسبیح کا ہدیہ

ایک صاحب نے ایک تسبیح سیپ کی جو خاصی قیمتی تھی بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کی۔ اور مہدی کی دل آزاری کی وجہ سے حضرت والا نے اپنے معمول کے خلاف قبول فرمالی۔ اس تسبیح کو تقریباً چار یوم تک حضرت والا نے استعمال فرمایا اس درمیان میں ایک دانہ اس تسبیح کا ٹوٹ گیا۔ مہدی صاحب ابھی تک قیام کئے ہوئے تھے مجلس میں موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس تسبیح کی حفاظت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک مستقل

شغل ہوگا اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ نے مجھ کو دی تھی اب میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں واپس نہیں کرتا اور مجھے امید ہے کہ جیسے میں نے آپ کی رعایت کرتے ہوئے قبول کرلی تھی آپ میری رعایت کرتے ہوئے قبول کرلیں گے جیسے میں نے آپ کا دل خوش کیا آپ میرا دل قبول کر کے خوش کریں گے۔ اور اگر زیادہ خیال ہے تو اس کے عوض میں میں آپ سے اور کوئی چیز لے لوں گا۔ علاوہ مشغولی کے دوسری بات یہ ہے کہ اگر پھر کوئی دانہ ٹوٹا تو اس دانہ کو دیکھ کر مجھ ناداں کو تکلیف ہوگی اور میں اس کو پڑھ بھی چکا ہوں۔ ان صاحب نے بخوشی قبول کرلیا۔

(۲۹۸) والی کابل امیر عبدالرحمٰن خان کا عدل و فراست کے واقعات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بادشاہ عادل بڑی چیز ہے۔ پہلے سلاطین میں اکثر دین کی پابندی تھی۔ دین کی عظمت اور وقعت تھی اگر کسی کے اندر عمل کی کوئی کوتاہی بھی تھی تب بھی عظمت اور وقعت دین کی ضرور تھی۔ اس سے ان کے قلوب خالی نہ تھے۔ میرے پیر بھائی محمد خان صاحب خواجہ والے ایک واقعہ امیر عبدالرحمن خان والی کابل کا بیان کرتے تھے کہ ان کی بیوی کے ہاتھ سے ایک قتل ہوگیا۔ ایک ملا کو کسی قصور پر ریوالور سے مار ڈالا۔ امیر عبدالرحمن خان سے ملا کے ورثاء نے فریاد کی حکم فرمایا کہ قاضی شرع کی عدالت میں دعوی دائر کردیا جائے اور بعد تحقیق شرعی کے جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ وہاں دعوی دائر ہوا۔ قاضی نے کہلا کر بھیجا کہ مجرم کو حراست کی ضرورت ہے مگر شاہی محل کا معاملہ ہے وہاں تک رسائی کیسے ہو سکتی ہے فوراً فوج کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کے ماتحت کام کریں باضابطہ محل سے گرفتاری ہوئی اور بیانات لئے گئے مقدمہ شروع ہوگیا۔ امیر صاحب کے صاحبزادے امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ والدہ کے متعلق کیا ہوگا۔ فرمایا کہ بیٹا میں اس میں مجبور ہوں جو حکم شرعی ہوگا وہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری تو ماں ہے اس لئے تمہیں اس کا خیال ہے اور میری بیوی ہے اس لئے مجھ کو بھی خیال ہے مگر حکم شرعی کے سامنے چوں و چرا کی کیا گنجائش ہے اور تعجب ہے کہ تم کو اپنی بڑھیا ماں کا تو خیال ہے اور بڈھے باپ کا خیال نہیں کہ رعایت کرنے سے میدان محشر میں خدا کے سامنے گھسا گھسا پھرے گا۔ غرض مقدمہ ہوا اور قاتلہ اقرار سے قتل ثابت ہوگیا۔ قاضی شرع نے حکم قصاص کا صادر کر دیا۔

صاحبزادوں نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ اگر ہم مقتول کے ورثاء کو کچھ دے کر راضی کر لیں اور وہ اپنا حق معاف کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ شریعت میں اس کو دیت کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ طیب خاطر سے اس پر رضامند ہوں۔ کوئی حکومت کا اثر یا دباؤ ان پر نہ ڈالا جائے۔ غرض کہ کوشش کر کے ان کو راضی کیا انہوں نے بخوشی معاف کر دیا۔ تب بیگم صاحبہ کی جان بچی یہ ہے عدل ایسے شخص کو حکومت کرنا جائز ہے۔ اور اگر بادشاہ ہو کر اس میں عدل نہ ہو بلکہ ظلم ہو بے حد قبیح ہے۔

دوسرا واقعہ امیر عبدالرحمن خان کی فراست کا بیان کیا۔ وہی محمد خان راوی ہیں (وہ چند روز امیر صاحب کے مہمان بھی رہے ہیں کہتے تھے کہ میں نے ایک شب میں خلوت میں فلاح ملک کے متعلق کچھ اصلاحی یادداشت بطور نوٹ کے لکھیں تھیں اس خیال سے کہ صبح دربار میں امیر صاحب کو مشورہ دوں گا کہ ان چیزوں کی ملک میں ضرورت ہے۔ وہ یادداشت جیب میں رکھ کر امیر صاحب کے دربار میں گیا۔ موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو وہ اصلاحی نوٹ پیش کر دوں کہ دفعتہً" خود بولے کہ بعض احباب ملک کی اصلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں ملک کی ترقی کے لئے مفید ہیں۔ اور اس کے بعد نمبروار ہر نوٹ کے جوابات دینے شروع کئے۔ کہ اس میں اگر یہ مفاد ہے تو یہ مضرت ہے۔ من جملہ اور نوٹوں کے ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ ملک سے ہوشیار اور سمجھدار نوعمر لوگ منتخب کر کے جرمن وغیرہ بھیجے جائیں تاکہ صنعت و حرفت سیکھ کر آئیں اور پھر دوسرے لوگوں کو ملک میں آکر سکھائیں اس پر فرمایا کہ مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے کہ ایسا ہو مگر طریقہ کار غلط ہے اس لئے کہ جو لوگ یہاں سے بھیجے جائیں گے وہ وہاں جا کر آزاد ہو جائیں گے دوسری جگہ کے جذبات اور خیالات کا ان پر اثر ہوگا۔ پھر جب ملک میں آئیں گے تو ان کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اوروں کے اندر بھی وہی جذبات اور خیالات پیدا ہو جائیں گے اس لئے اس کی دوسری مفید صورت یہ ہے کہ اہل کمال لوگوں کو صنعت و حرفت میں ماہرین کو باہر سے بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے یہاں کے لوگوں کو سکھلایا جائے تو چونکہ وہ محکوم ہونگے اور ہر قسم کی ان کی نگرانی ہوگی اس سے وہ اندیشہ نہ ہوگا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ نوٹ لکھ کر لایا ہے اور اس ترتیب سے نوٹ ہیں یہ کہتے تھے کہ میں نے دربار برخاست

ہونے پر امیر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو کشف ہوتا ہے یہ تو میں لکھ کرلایا تھا اور کسی کو اطلاع نہ تھی۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے میں ایک گنہگار شخص مجھ کو کیا کشف ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے عقل عطاء فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک کشف کی رسائی ہوتی ہے وہیں تک عقل کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اور اس پر ایک مثال بیان فرمائی کہ دیکھو دو چیزیں ہیں ایک ٹیلی فون اور ایک ٹیلی گراف سو کشف ٹیلی فون کے مشابہ ہے جس میں صاف صاف گفتگو ہوتی ہے اور عقل ٹیلیگراف ہے اس میں کچھ اشارات ہوتے ہیں قدرے خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ عجیب تحقیق بیان کی۔ یہی تو ہے مومن کی فراست جو ایک نور ہے اور عطاء خداوندی ہے اور یہ اکثر پیدا ہوتا ہے تقوے طہارت سے۔

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(۲۹۹) نیند سے بشاشت اور اسودگی نصیب ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نیند کی کمی سے بحمد للہ دماغ پر ایسا تعب نہیں ہوتا کہ مضامین کی آمد میں یا ترتیب و تہذیب میں کوئی فرق آجاوے۔ ہاں نیند سے جو ایک قسم کی آسودگی اور بشاشت ہوتی ہے وہ نہیں ہوتی۔

(۳۰۰) طریقت میں اصل چیز تعلیم ہے

ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام مسنون اور مصافحہ کے دور جا بیٹھے۔ حضرت والا نے کچھ انتظار کے بعد دریافت فرمایا کہ آپ تو دور جا بیٹھے یہ نہیں بتلایا کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔ آنے کی غرض کیا ہے کیا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں۔ عرض کیا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں یہ میرا نام ہے۔ حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ سوائے زیارت کے اور تو کوئی کام نہیں اگر ہو کہہ لو۔ عرض کیا کہ مرید بھی ہوں گا۔ فرمایا کہ میں اتنی جلدی مرید نہیں کیا کرتا۔ دوسرے یہ امور بشاشت پر موقوف ہیں اور آپ کی اس حرکت سے انقباض ہو گیا تو اب کوئی نفع نہ ہوگا۔ اجل یعنی ثواب نہ عاجل یعنی اصلاح۔ ثواب تو اس لئے نہ ہوگا کہ آتے ہی ستایا اور اصلاح اس لئے نہ ہو گی کہ انقباض ہو گیا۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ مرید ہونے سے کیا مقصود ہے۔ عرض کیا کہ نفع ہو۔ نفع سے کیا مراد ہے۔ عرض کیا کہ اللہ

کا راستہ معلوم ہو جائے۔ فرمایا کہ اگر بدوں مرید ہوئے ہی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو پھر مرید ہونے پر تو مصر نہ ہوگے۔ عرض کیا کہ مرید ہونا تو ضرور ہے۔ فرمایا کہ تمہارا یہی خیال مجھے معلوم کرنا تھا سو معلوم ہو گیا اچھا چلو یہاں سے میں مرید نہ کروں گا۔ اس بارے میں لوگوں کے عقائد بہت ہی خراب ہیں۔ مرید ہونے کو فرض وواجب سمجھتے ہیں اور جو اصل چیز ہے یعنی تعلیم اس کا نام ونشان بھی نہیں۔ یہ سب دکاندار پیروں کی بدولت خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اب وطن واپس جا کر خط وکتابت سے معاملہ طے کرنا۔ یہاں پر رہتے ہوئے خاموش مجلس میں بیٹھے رہنا۔ عرض کیا بہت اچھا۔

(۳۰۱) ایک صاحب کی بدفہمی پر مواخذہ

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تم آتے ہو ایسا جانا تو بت پرستوں کے یہاں ہوتا ہے کہ بت کو تو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی اور بت پرست اپنا حساب لگا لیتا ہے تو ایسے آنے سے کیا نفع اچھا اگر نفع نہ ہوا تو کیا آپ ٹھہریں گے۔ عرض کیا کہ جی۔ فرمایا کہ جب مقصود حاصل نہ ہوا اور نفع نہ ہوا تو ٹھہرنے سے مطلب۔ تم بہت ہی بدفہم معلوم ہوتے ہو۔ میری مجلس میں مت بیٹھو تمہاری صورت دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے اور یہ بتلاؤ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ وجہ سے کہہ رہا ہوں یا بلاوجہ۔ کیا آپ کی حرکت سے تکلیف نہیں ہوئی۔ عرض کیا کہ ہوئی۔ فرمایا تو کیا تکلیف ہی دینے آئے تھے۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ عرض کیا کہ بلا سوچے جواب عرض کر دیا تھا جو صحیح نہ تھا فرمایا کہ یہ اور بھی اذیت کی بات ہے کہ ایک مسلمان کو ایسا جواب دیا جس میں دھوکا تھا اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں اور ملنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس میں ایسا کون سا باریک فلسفہ تھا پھر اوپر سے تاویلیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ معافی چاہنے کے الفاظ کہہ دیتے مگر یہ کیسے کہیں اس میں تو شان گھٹتی ہے آن ٹوٹتی ہے تاویلیں جتنی چاہو کرا لو مگر کام کی ایک بات نہیں۔

(۳۰۲) نسبت حقیقی کے حصول کا طریق

ایک صاحب نے عرض کیا کہ پیر مرید کو ولی بنا سکتا ہے۔ فرمایا کہ ولی مقبول کو کہتے ہیں یہ کسی کے قبضہ میں نہیں کہ کوئی کسی کو مقبول بنا سکے ہاں جس کو کیفیت باطنی اور عوام نسبت بھی کہتے ہیں وہ حاصل ہو جاتی ہے مگر وہ نسبت حقیقی کہ بندہ کو خدا کے ساتھ عشق کا سا تعلق

ہو جائے اور حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ رضا کا تعلق ہو جاوے یہ موقوف ہے دوام طاعت اور کثرت ذکر پر یہ بدوں اس کے نصیب نہیں ہو سکتی اور یہی نسبت مطلوب ہے باقی جو نسبت بمعنی کیفیت ہے وہ مطلوب نہیں۔

(۳۰۳) بے فکری کی خرابی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاشرت تو لوگوں کی بالکل ہی خراب اور برباد ہو گئی۔ ایک صاحب نے میرے پاس خط بھیجا ہے ایک پرچہ دوسرے صاحب کے نام اس میں رکھ دیا ہے میں نے ان صاحب سے پوچھ کر جواب تو لکھ دیا ہے مگر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میرے خط میں دوسرے کے نام کا پرچہ مت رکھا کرو مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے میں کہاں پہنچاتا پھروں یا جواب کا انتظام کیا کروں۔ اگر کفایت کا خیال ہے تو اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ان کے نام خط لکھا کروں اور میرے نام کا پرچہ اس میں رکھ دیا کرو وہ مجھ کو دیا کریں ایسی باتوں کا خیال لوگوں کو مطلق نہیں ہوتا کہ ہمارے اس فعل سے دوسرے پر کیا اثر ہو گا جو جی میں آیا کر لیا غور اور فکر سے کوئی کام نہیں کرتے۔ یہ سب اسی بے فکری کی خرابی ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں نہ دنیا ہی کی فکر ہے نہ آخرت کی بڑا افسوس ہے۔

(۳۰۴) اپنے آخری وقت کا استحضار

ایک صاحب نے بعض جسمانی شکایتیں حضرت والا کی ضبط کیں تھیں اس لئے کہ دہلی کے مشہور اطباء سے مشورہ کر کے تدابیر کی جاویں۔ اس پر انہوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ ارادہ تو یہ تھا کہ جمعہ کے روز جاؤں گا مگر جمعہ کے روز جانے میں پھر اگلے جمعہ کو مشورہ کی نوبت آئے گی (شاید ان طبیب کے یہاں مشورہ کے لئے جمعہ ہی کا دن مقرر ہو مصلح کو واقعہ یاد نہیں) اس لئے ارادہ یہ ہے کہ کل بروز پنج شنبہ کو دہلی پہنچ جاؤں فرمایا جب چاہو جاؤ مجھ کو کچھ ایسی عجلت نہیں میری گاڑی چل ہی رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی جلد اٹکنے والی نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں ایک بڑی بی تھیں وہ کہنے لگیں کہ ہمارا وقت تو قریب ہے۔ میں نے کہا ہمارا تمہارا دونوں ہی کا قریب ہے اس پر گھر کی مستورات پر اثر ہوا اور یہ کہا کہ ہمارے سر پر تو کوئی بھی نہیں اس اثر کو محسوس کر کے میں پھر کبھی ایسا لفظ مجمع کے سامنے زبان پر نہیں لاتا کہ دوسروں کی تکلیف کا سبب ہوتا ہے۔ باقی الحمد للہ الحمد للہ

الحمدللہ مجھ کو اپنے وقت کا کافی استحضار ہے لیکن زبان پر اس لئے نہیں لاتا کہ دوستوں کو رنج ہو گا۔

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنج شنبہ

(۳۰۵) مسلمانوں کی دینی فلاح کے لئے انجمن کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کی صورت اسی میں ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کی خبر گیری کر سکے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جیسے دنیا کے کاموں کے لئے پنچایت کرتے ہیں ایسے ہی دین کے لئے اور اپنے بھائیوں کی حفاظت کے لئے بھی پنچایتیں قائم کریں مگر مشکل تو یہ ہے کہ دنیا کی باتوں کو تو ضروری سمجھتے ہیں اور ان مقاصد کو ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ بیحد ضروری ہیں۔

(۳۰۶) استغناء میں صاحب واقعہ کی بے فکری

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی سالی سے بدفعلی کی تو اس کی بیوی نکاح میں رہی یا نہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ نکاح کو تو پوچھا اور یہ نہ پوچھا کہ اس نالائق حرکت پر جو گناہ ہوا اس سے نجات کی کیا صورت ہے اگر وہ اس طرح سوال کرے کے ایک شخص سے یہ حرکت ہوئی اس کے متعلق دو سوال ہیں کہ اس حرکت کا کیا تدارک ہے اور نکاح رہا یا نہیں تو اس طرح کا سوال جواب کے قابل ہوتا۔ باقی اور جگہ سے تو یہی فتویٰ جاتا کہ نکاح نہیں ٹوٹا جس کا اثر یہ ہوتا کہ صاحب واقعہ بالکل بے فکر ہو جاتا۔

(۳۰۷) نیچریوں کی نبض شناسی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے کہا تھا کہ اللہ نے نیچریوں کی نبض شناسی مجھ کو عطاء فرمائی ہے ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ اس شناخت کا کیا طریقہ ہے۔ میں نے کہا کیا بتلادوں ہر بات کے بیان پر قدرت نہیں ہوتی۔

(۳۰۸) منکر رسالت کافر ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص نے حضرت کے پاس ایک سوال بھیجا

تھا کہ ایک شخص ہے وہ تمام نیک کام کرتا ہے صرف رسالت کو تسلیم نہیں کرتا اس کے متعلق کیا حکم ہے حضرت نے جواب میں لکھا تھا کہ قرآن پاک میں ہے محمد رسول اللہ تو یہ شخص خدا کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھتا ہے اس لئے کافر ہے اور کوئی عمل اور نیکی مقبول نہیں۔

(۳۰۹) تصدیق کے دو درجے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب لکھے پڑھے اس خبط میں مبتلا تھے کہ گاندہی موحد تو ہے ہی باقی رسالت تو اس کے متعلق سوال کرنے پر اس نے یہ کہا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو کیا گاندہی کو مسلمان کہا جاوے گا۔ میں نے کہا کہ تم کس خبط میں پڑے وہ یہی تو کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں یعنی تصدیق کرتا ہوں۔ سو تصدیق کے دو درجے ہیں۔ ایک اختیاری اور ایک اضطراری سو ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ اختیاری ہوتا ہے۔ اور اضطراری میں اکتساب و اختیار کا دخل نہیں اس لئے وہ ایمان نہیں بلکہ جو تصدیق اختیاری ہو وہ ایمان ہے اور اختیاری یہ ہے کہ اس پر اپنے جی کو جمانا سمجھانا۔ غرض ایمان وہ تصدیق ہے جو اختیاری ہو اور گاندھی کو تصدیق اضطراری حاصل ہے ورنہ نماز پڑھا کرے یہ نہ سہی مگر کم از کم اس کو فرض ہی سمجھے اس کو ایک دوسرے سہل عنوان سے سمجھو کہ ایک ہے جاننا اور ایک ہے ماننا جیسے قیصر ولیم جارج کو بادشاہ جانتا ہے اور جارج قیصر ولیم کو بادشاہ جانتا ہے مگر ایک کو ایک مانتا نہیں دونوں کی فوجیں لڑتی ہیں تو جیسے یہاں فقط جاننے سے اطاعت کا حکم نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی گاندھی جانتا ہے مانتا نہیں اس سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اب میں اس سے آگے کہتا ہوں کہ ماننے کے بھی دو طریقے ہیں ایک یہ کہ حکیمانہ طریق پر کسی بات کو مانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حاکمانہ طریق پر مانتا ہے یعنی جس کی مانتا ہے اس کو اپنے اوپر حاکم مانتا ہے۔ سو بعض لوگ حکیمانہ طریق پر اسلام کی بعض باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں مگر وہ بھی ایمان نہیں۔ ایمان کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ حاکمانہ طریق پر مانے۔ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک یورپین عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم کو نماز اچھی اور پیاری معلوم ہوتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پر حاکم نہیں سمجھتی تو اس سے ایمان اور اسلام تھوڑا ہی ثابت ہو سکتا ہے یہ تو ایک حکیمانہ طرز پر تسلیم کرنا ہے جو ایمان کے لئے کافی نہیں حاصل یہ کہ ہر ماننا اسلام نہیں۔

(۳۱۰) طاعات میں لذت نہ ہونے کی مثال

طاعات میں لذت ہونے نہ ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ ایک لذت ہوتی ہے اور ایک ضرورت ہوتی ہے مثلاً" دوا میں لذت نہیں ہوتی ضرورت کے لئے مستعمل ہوتی ہے۔ سو طاعات بعض طبائع کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے جس میں لذت نہیں ہوتی اور بعض طبائع کے اعتبار سے غذا ہوتی ہے جس میں لذت بھی ہوتی ہے بعض طالب شکایت کرتے ہیں کہ ذکر میں لذت نہیں آتی جی نہیں لگتا وسوسے آتے ہیں تو وہ سمجھ لیں ذکر لذت کے لئے یا جی لگنے کے لئے موضوع نہیں۔ نہ اس واسطے کہ وسوسے نہ آئیں دوا ہی سمجھ کر کئے جاؤ تب بھی نفع ہوگا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے مزاحاً" کہا کہ مزا تو مذی میں آیا کرتا ہے۔ یہاں ذکر میں مزا کہاں ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اس لئے ان غلطیوں میں لبتلا ہو رہا ہے۔

(۳۱۱) ادھورے علم سے شبہات پیدا ہوتے ہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قرآن شریف جو یاد کرنا شروع کرلے اور کامیاب نہ ہو تو کیا بروز قیامت اندھا اٹھے گا۔ فرمایا کہ اگر یہ وعید ثابت ہے تو اندھا وہ اٹھے گا جو کوشش چھوڑ دے یہ شبہات ادھورے علم سے ہوتے ہیں اور جو کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اس وعید کا مستحق نہیں وہ ایسا ہی اٹھے گا جیسے یاد والے اٹھیں گے۔

(۳۱۲) طعنوں سے بچنا ناممکن ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگوں سے اگر کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو طعنے دیتے ہیں فرمایا کہ تم طعنے سے بچنا چاہتے ہو یا گناہ سے۔ طعنے تو نبیوں کو بھی دیتے ہیں۔ اللہ کو دیتے ہیں۔ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کو دیتے ہیں۔ تم بے چارے تو کیا ہو۔ اور تم جو طاعنین کے اقوال نقل کرتے ہو سو دوسروں کے اقوال کیوں نقل کرتے ہو۔ کل کو کہنا کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں عرض کیا کہ مولویوں کی حافظوں کی کوئی وقعت نہیں کرتے فرمایا کہ تو اس سے ضرر کیا ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت دنیا کی عزت کی بھی تو ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ طبیب صحت کی تدبیر کرتا ہے یہ نہیں کہ کشتی

گری کا بھی ذمہ دار ہے کہ ایسا علاج کروں گا کہ تو کسی سے مار نہ کھائے گا۔

(۳۱۳) شیطان کے بھگانے کی تدبیر

ایک صاحب کے جو مبتلائے وساوس تھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیطان کے بھگانے کی تدبیر یہ ہے کہ ہمت سے اس کا مقابلہ کرو اور مقابلہ یہی ہے کہ اس کی طرف التفات مت کرو جیسے کٹ کھنا کتا بھونکتا ہے بھونکنے دو۔ بھگانے سے اور زیادہ بھونکے گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک یہ عرض ہے کہ حضور کے پاس دو چار روز رہوں اور باتیں سنا کروں۔ فرمایا کہ رہو۔ پانی پڑھا ہوا لیا کرو اور حکیم کے پاس بھی بھیج دوں گا۔ اور جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔ دیکھو پھر شیطان کہاں بھاگتا ہے عرض کیا کہ پہلے بے ہودہ خیالات میں اور بری صحبت میں پھنس گیا تھا۔ فرمایا کہ اب تو کسی سے عشق نہیں عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا پچھلی باتوں کا خیال چھوڑ دو۔ تم تو سب سے اچھے ہو جاؤ گے بشرطیکہ میرا کہنا مانتے رہے۔ اس پر فرمایا کہ لوگ مجھ کو کہتے ہیں کہ سخت مزاج ہے جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں۔ یہاں ضرورت تھی اس کی کہ تسلی کی جاوے ہمت بڑھائی جاوے اور جو تمرد اور سرکشی کرتا ہے اس کے ساتھ اور برتاؤ کرتا ہوں۔ ایک صاحب کل آئے تھے گڑبڑ کی ویسا ہی میں نے برتاؤ کیا ایک شخص رجسٹری کرانے عدالت میں جاتا ہے اور ایک ڈاکو پکڑا ہوا عدالت میں آتا ہے تو کیا دونوں کو پھانسی دی جائے گی۔ میں بحمد اللہ مصالح پر نظر کر کے اختیار اور قصد کے ساتھ مواخذہ کرتا ہوں اضطرار سے نہیں کرتا۔

(۳۱۴) زمانہ تحریکات بڑا پر فتن تھا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریک خلافت کا زمانہ بھی بڑا پر فتن اور پر آشوب زمانہ تھا۔ ایک عجب ہڑبونگ مچا ہوا تھا۔ نہ حدود شرعیہ کی رعایت تھی نہ حق و باطل میں امتیاز تھا نہ اپنے نفع نقصان پر نظر تھی۔ اسی زمانہ میں سہارنپور میں چند علماء کا مجمع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور مولانا سے میری نسبت کہا کہ اب تو اس پر چڑھائی کرنا چاہئے اور ہر ممکن ذریعہ سے اس کو مجبور کرنا چاہیے۔ مولانا بے حد محبت فرماتے تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ کوئی بات خلاف نہ کرنا چاہئے مگر ان لوگوں پر جنون سوار تھا کچھ اثر نہیں ہوا اور یہاں اسی جوش میں بھرے ہوئے پہنچے۔ اس کے بہت قبل مولانا

ایک خاص آدمی بوجہ محبت کے میرے پاس بھیج چکے تھے اور یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ کا زمانہ ہے جس میں اندیشہ جان کا بھی ہے۔ ایسے وقت کے لئے فقہاء نے مسئلہ اکراہ کو رکھا ہے اگر اس پر عمل کرتے ہوئے بظاہر تھوڑی سی شرکت فرمائی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز یہ کہ اپنی جان کی حفاظت کا بھی انتظام رکھا جائے میں نے جواب میں لکھ کر بھیجا کہ جس مسئلہ کو میں نہیں سمجھا اس میں شرکت کرنے کو میں منافقت سمجھتا ہوں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ میں اس کے لئے بالکل تیار نہیں کہ بدون سمجھے ایک انچ آگے قدم رکھوں میں اس کے خلاف پر قادر نہیں۔ رہا اکراہ کا مسئلہ فقہا کا یہ اس کے لئے ہے جس پر کسی قادر کا تسلط ہو۔ اور میں ان لوگوں کو ایسا قادر نہیں سمجھتا۔ باقی جان کی حفاظت سو جنہوں نے اب تک حفاظت فرمائی وہی آئندہ بھی فرمائیں گے اور اگر وقت ہی آگیا تو گھر بیٹھے دولت شہادت کی نصیب ہو گی۔ غرض یہاں پر جلسہ کی تاریخ متعین ہوئی اور حضرت مولانا کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی حضرت نے فرمایا کہ وہ (یعنی میں) وہاں پر موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہو گی اس لئے میں شرکت سے معذور ہوں۔ جو صاحب بانی جلسہ تھے وہ اس ہی قصبہ کے باشندہ تھے۔ خانقاہ والوں کو لوگوں نے جتلانا شروع کیا کہ اب تم ٹھیک بنائے جاؤ گے۔ میں نے سب کو سمجھا دیا کہ خبردار جو کچھ جواب دیا یا کوئی کارروائی کی۔ ایک مولوی صاحب نے اس جلسہ سے کئی روز قبل آکر خبر دی کہ مکان کے سامنے ایک ایک مجذوب آلئے ہیں ممکن ہے کہ انتظام اور حفاظت کے لئے ان کا تقرر ہوا ہو۔ میں نے کہا میاں ہماری نظر تو جاذب پر ہے ہمیں مجذوب سے کیا لینا۔ غرض تاریخ جلسہ کا دن آگیا۔ علماء کی آمد شروع ہوئی کچھ سہارنپور کی طرف سے آئے اور کچھ دہلی کی طرف سے قبل از نماز مغرب سب میں مشورہ ہوا کہ چلو پہلے اس سے مل آئیں۔ سب اپنی فرودگاہ پر رہے اور سب نے ملکر ایک مولوی صاحب رامپوری کو میرے پاس بھیجا۔ اس وقت خانقاہ میں سناٹا تھا سوائے میرے کوئی شخص خانقاہ میں نظر نہ آتا تھا۔ آکر کہا کہ ہم لوگ بغرض زیارت حاضر ہونا چاہتے ہیں مگر بلا اجازت آتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اگر اجازت ہو تو سب حاضر ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ میں تو وہی ہوں جو پہلے تھا ویسا ہی نیاز مند ہوں جیسے پہلے تھا۔ آپ حضرات تشریف لے آویں آپ کا گھر ہے وہ واپس ہو گئے اور میں بھی گھر چلا گیا۔ نماز میں کچھ دیر تھی۔ میں جس وقت آیا اذان ہو چکی

تھی۔ دیکھا سب مجمع موجود ہے۔ میں اس وقت کسی سے نہیں ملا۔ نماز پڑھائی بعد نماز مسجد ہی میں بیٹھ گیا۔ سب نے آکر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور بہت ہی نیاز مندانہ برتاؤ کیا۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے میری کیا ہستی اور کیا وجود اور اپنے بزرگوں کی دعاء قصبہ والے بھی جمع ہو گئے اور یہ منظر دیکھ کر سخت حیرت زدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ لائے تو ہم اور سب آکر یہاں گھس گئے۔ نماز عشاء تک سب بیٹھے رہے لطف کی گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد سب نے اجازت رخصت کی چاہی میں نے کہا کہ جی تو نہیں چاہتا کہ آپ دوسری جگہ قیام فرمائیں مگر چونکہ داعی دوسرے لوگ ہیں وہ کہیں گے کہ بلایا ہم نے اور چھین لیا اس نے اس لئے روکنا مناسب نہیں۔ سب حضرات رخصت ہو گئے۔ شب کو جلسہ ہوا وعظ میں میرے ساتھ اپنا تعلق اعتقاد بیان کیا۔ پھر یہاں سے یہ لوگ کاندھلہ پہنچے وہاں وعظ ہوئے ان میں بھی ایسے ہی مضامین بیان کئے الحمدللہ اب تک تو یہی رہا خدا کے فضل سے سب مغلوب ہی رہے اگر کوئی اور ہوتا تو حکام سے مدد لیتا اپنے لوگوں کی حفاظت کے لئے متعین کر دیتا دور دور خطوط لکھ دیتا اس لئے کہ بڑی ہی شورش کا زمانہ تھا مگر خدا پر نظر تھی کہ جب وہ محافظ ہیں کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر ایک شخص تھا ہندو راج پوت پرانا آدمی تھا۔ میں صبح کو جنگل میں آرہا تھا وہ مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہو رہی ہیں اکیلے مت پھرا کرو۔ میں نے کہا کہ جس چیز کی تم کو خبر ہے مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں پوچھا وہ کیا میں نے کہا وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا کہ پھر تو جہاں چاہو پھرو۔ تمہیں کچھ جو کھم (یعنی اندیشہ) نہیں دیکھئے ایک ہندو کا خیال کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(۳۱۵) امداد مدرسہ کے لئے سفارشی مضمون

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے اپنے مدرسہ کے لئے مجھ سے کسی مالدار سے سفارش چاہی تھی میں نے بجائے ترغیب ان کو یہ لکھ دیا کہ یہ شخص بہت بڑے متدین ہیں۔ اگر کوئی مدرسہ میں کچھ دے گا یہ مدرسہ میں پہنچا دیں گے باقی ہی ترغیب دینا یہ تو آج کل مانگنا ہے مجھ کو اس سے بھی غیرت معلوم ہوتی ہے۔

(۳۱۶) انگریزی کلکٹروں سے بھی اصول و قواعد کا استعمال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو یہاں تک معاملہ صاف رکھتا ہوں کہ زمانہ تحریکات میں بعض انگریز کلکٹروں نے یہاں سے کچھ کتابیں تحریک کے متعلق منگائیں۔ میں نے لکھ دیا کہ کتابیں سوداگروں سے طلب کیجئے یہاں تجارت نہیں ہوتی۔ الحمدللہ اصول کے خلاف وہاں بھی نہیں کیا صاف لکھ دیا۔

(۳۱۷) کیا سب قصور بہکانے والے کا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا میری مجلس میں دو مولوی صاحبوں میں گفتگو ہوئی ایک مولوی صاحب نے ہندوستان کے متعلق کچھ شکایت کی دوسرے مولوی صاحب نے جو انگریزوں کے زیادہ شاکی تھے جواب میں یہ کہا کہ یہ بھی انگریزوں کے بہکائے ہوئے ہیں۔ ان مولوی صاحب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو انگریز شیطان کے بہکائے ہوئے ہیں تو انگریزوں کو بھی کچھ مت کہو شیطان کو کہو جو کچھ کہنا ہے کہو۔ وہ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

(۳۱۸) حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا عدم کتمان حق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وقت میں کانگریس کے خلاف ایک تازہ فتوی دیا تھا۔ اس سے بعض لوگوں کو تکدر زیادہ ہو گیا۔ خیر ہوا کرے میں کتمان حق نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا بھی کہ اس کو خفا میں رکھا جائے۔ میں کسی کے خفا ہونے کی وجہ سے خفا نہیں کر سکتا۔ ایک مولوی صاحب ہیں وہ مرید تو دوسرے صاحب سے ہیں مگر یہاں پر بکثرت آتے ہیں۔ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی طبیعت پر میری وجہ سے کوئی بار یا گرانی نہ ہو اور معاشرت کے متعلق میری تمام تعلیم کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ سو ان مولوی صاحب نے ایک بار یہاں آنے کو لکھا اور صرف محبت کی وجہ سے آنا چاہتے تھے اور اس سے قبل بھی آیا کرتے تھے مگر اس زمانہ میں وہ فتوی مذکور لکھا گیا تھا میں نے بوجہ اس کے کہ وہ فتوی ان کے پیر صاحب کی مرضی کے بھی خلاف تھا ان کو لکھ دیا کہ پیر صاحب سے آنے کی اجازت ضرور حاصل کر لیں اس لئے کہ ہمارے ان کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور چونکہ وہ تمہارے پیر ہیں ان کی رعایت ضروری ہے میری رعایت مناسب نہیں۔ انہوں نے لکھا کہ میں ایسے اختلافات سے متاثر نہیں۔ میں نے لکھ دیا کہ ممکن ہے کہ آپ پر اثر نہ ہو مگر آپ کے پیر صاحب پر اثر ہو۔ لکھا کہ وہ بھی ایسے نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ اگر یہ

ہے تو پھر اجازت لینے میں حرج کیا ہے۔ انہوں نے وہاں لکھا اور پھر مجھ کو لکھا کہ جو توقع تھی وہی جواب آیا۔ میں نے لکھا کہ صرف مبہم عنوان سے اجازت لینا کافی نہیں جس طرح میں کہوں اس طرح لکھو۔ یعنی یہ لکھو کہ اشرف علی نے ایسا فتویٰ لکھا ہے بعض کا خیال ہے کہ اس سے انگریزوں کو مدد پہنچی سو ایسی حالت میں اس سے ملنا مضر تو نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح بھی لکھا مگر کوئی بات خلاف نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے لکھا اب آ سکتے ہیں۔

(۳۱۹) دور حاضر کی اغراض پرستی کی گرم بازاری

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں اچھے برے کی تو کوئی تمیز ہی نہ تھی۔ اغراض پرستی نفس پرستی ہوا پرستی دنیا پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایک شخص نے ایک حامی تحریک سے کہا تھا کہ شراب پر تو پکٹنگ اور پہرہ لگاتے ہو مگر رنڈیوں پر بھی پکٹنگ اور پہرہ لگاؤ یہ بھی تو برا کام ہے اور یہ کہا کہ اگر دین کی وجہ سے برے کاموں کو روکتے ہو تو جو بھی برے کام ہیں سب کو بند کرو بلکہ شراب کے پینے سے تو زنا اشد ہے چنانچہ شراب کے نہ پینے پر اگر ظالم حاکم وغیرہ قتل کی دھمکی دے شراب کا پی لینا ایسے وقت میں جائز ہے اور اگر کوئی زنا پر قتل کی ایسی ہی دھمکی دے تو ایسے وقت میں زنا کرنا جائز نہیں تو زنا جو کہ شراب کے پینے سے بھی زیادہ اشد چیز ہے۔ آپ لوگوں نے زنا کو کیوں نہیں روکا نہ اس پر پکٹنگ ہوا نہ پہرہ لگایا اس کی کیا وجہ۔ بس معلوم ہوا اور بعض نے اس کی تصریح بھی کی کہ یہ دین اس کا سبب تھوڑا ہی تھا بلکہ سبب اس کا صرف انگریزوں سے دشمنی تھی اس لئے کہ شراب کی آمدنی انگریزوں کو پہنچتی ہے اور رنڈیوں کی آمدنی انگریزوں کو نہیں پہنچتی بس یہ دین ہے جس میں دوسروں کو شرکت کرنے کے لئے دوسروں پر زور دیا جاتا تھا اور شرکت نہ کرنے والوں پر لعن طعن سب و شتم کیا جاتا تھا قسم قسم کے الزامات اور بہتان کا نشانہ بنایا جاتا تھا نہ کچھ اصول تھے نہ حدود۔

(۳۲۰) مقابلہ دشمن کی مختلف تدابیر

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ دشمن کے مقابلہ کی ایک ہی تدبیر ہو۔ مثلاً ایک کتا ہے وہ حملہ کرتا ہے تو ایک علاج تو یہ ہے کہ اس کے لاٹھی مارے اور ایک یہ ہے کہ اس کے سامنے روغنی روٹی ڈال دے بعض کتا لکڑی دکھلانے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا ہے اس کا علاج روغنی روٹی ہے مگر نفس بعض اوقات کسی معین تدبیر کو

کو اس لئے ترجیح دیتا ہے کہ اس میں شہرت اور فخر زیادہ ہے۔

(۳۲۱) ہر ڈرنا شریعت میں مذموم ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معترضین یہ بھی کہتے ہیں کہ انگریزوں سے ڈرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تم تو کسی سے ڈرتے ہی نہیں۔ صاحب ہم تو واقعی بھیڑیے سے بھی ڈرتے ہیں سانپ سے بھی ڈرتے ہیں بچھو سے بھی حتی کہ کھٹل سے بھی اور موذی سے تو سب ہی ڈرتے ہیں پھر جن کے ہاتھ میں توپ ہیں بندوقیں ہیں مشین گنیں ہیں کیا ان سے نہ ڈریں آخر کیا ہر ڈرنا شریعت میں مذموم ہے۔ اور تم واقعی بالکل نڈر ہو تمہاری حالت بالکل اس کے مصداق ہے کہ جیسے ایک جاہل قوم کے ایک بزرگ جنگل میں رہتے تھے ان کی بزرگی نے ان کے مشتعل کرنے کو ان سے کہا کہ آپ تنہا جنگل میں رہتے ہیں اور یہاں بھیڑیے شیر وغیرہ ہیں آپ کو تو بہت ڈر معلوم ہوتا ہوگا تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم شیر بھیڑیوں سے ڈرنے کو کہتے ہو۔ میں تو خدا سے ہی نہیں ڈرتا یہ حدود شریعہ سے تجاوز کرنا اس کی بین دلیل ہے کہ تم واقعی کامل نڈر ہو تم خدا تعالیٰ سے بھی نہیں ڈرتے پھر جب خدا ہی سے نہیں ڈرتے جو خالق اور مالک ہیں اور جن کے قبضہ قدرت میں تمام عالم ہے تو انگریزوں کا تم کو کیا خوف ہوتا اچھا یہ بتلاؤ کہ جب تم ایسے بہادر ہو تو پھر ہندوؤں سے کیسا ملاپ اور کیسا اتحاد اور کیسا دوستانہ یہ آئندہ کس خوف کا پیش خیمہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض مواقع پر اگر کوئی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اور حق کا اظہار ہوتا ہے تو کہتے ہو کہ اس سے ہندو ناراض ہو جائیں گے اور اتحاد میں ٹھیس لگ جائے گی یہ بھی تو خوف ہی کی ایک فرد ہے سو یہ متضاد باتیں کیسی جن کی قوت اپنی قوت سے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے حکومت بھی ان کی ہے ہر قسم کے آلات حرب بھی ان کے پاس ہیں ان سے تو ڈرتے نہیں اور جو برابر کی قوت رکھتے ہیں حکومت بھی ان کی نہیں ان سے ڈریں ان سے ڈر کر کتمان حق کریں۔ احکام شریعہ کو پامال کریں پھر اگر بقول تمہارے ہر ڈرنا مذموم ہے تو موسیٰ علیہ السلام بھی تو جس وقت عصاء اژدھا بنا تھا ڈرے تھے جس کے متعلق قرآن شریف میں ہے لا تخف سو یہ ڈر تو امر طبعی ہے بلکہ جس وقت ضرورت دینیہ ہوتی ہے اس وقت بھی طبعی اثر ہوتا ہے مگر عمل عقلی اقتضاء پر ہوگا اس وقت خدا کے فضل سے ڈرنے والے نڈر ہو جائیں گے اور سب سے آگے ہونگے اس لئے

ان کا ہر کام خدا کے واسطے ہوتا ہے ان ہی کی محبت اور خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۳۲۲) بد فہمی کا زمانہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بہت لوگ وہ ہیں جو مجھ سے خفا ہیں اس لئے کہ میں کوئی کام اور بات خفا میں نہیں رکھتا بہت کم ایسے ہیں جو خوش ہیں اور جو خفا ہیں وہ میرے اخلاق کو مذموم کہتے ہیں اور میں ان کے اخلاق کو مذموم کہتا ہوں۔ زمانہ بد فہمی کا ہے رسم کا غلبہ ہے حقائق مٹ گئے اور یہ سب جاہل دکاندار پیروں کی بدولت لوگوں کے دماغ اور اخلاق خراب ہوئے مگر جو یہاں آپھنستا ہے الحمدللہ اس کا تو دماغ درست ہو جاتا ہے۔

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(۳۲۳) دیہاتی لوگوں کی بے حسی

ایک دیہاتی شخص نے آکر عرض کیا کہ مولوی جی ایک تعویذ دے دو یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ۔ حضرت والا نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس لئے کہ پوری بات نہیں کہی عرض کیا کہ اجی تمہارے سامنے بولا نہیں جاتا۔ فرمایا کہ یہ گاؤں کے لوگ بڑے استاد ہوتے ہیں کیا بات بنائی مگر ان سے کوئی یہ پوچھے کہ یہاں آکر تو ادھوری بات کہتے ہیں مگر اسٹیشن پر جا کر یہ کبھی نہیں کہتے کہ بابو ٹکٹ دے دو بلکہ یہ کہیں گے کہ فلاں جگہ کا ٹکٹ دے دو۔ بازار میں جا کر یہ نہ کہیں گے کہ سودا دے دو بلکہ یہ کہیں گے کہ نمک دے دو۔ مرچ دے دو یہیں آکر بھولنے کی جگہ ہے ملانے ہی تختہ مشق بنانے کو رہ گئے ہیں۔ اب کہاں تک تاویل کروں آخر گھر سے جس کام کے لئے چلا تھا کہ فلاں کام کا تعویذ لانا ہے اس کا نام تو لینا چاہیے تھا بدوں بتلائے میں کس چیز کا تعویذ دیتا اپنی غلطی پر جو ندامت ہونی چاہیے وہ بھی نہیں ہوتی سمجھتے ہیں کہ ہم بے قصور ہیں یہی وجہ ہے کہ شرمندگی جس کا نام ہے وہ نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے اپنی غلطی کو ثقیل نہیں سمجھتے۔ کیا اچھا عذر ہے کہ آپ کے سامنے بولا نہیں جاتا اور جتنا بولے ہو یہ کس طرح بولے یہ بھی نہ بولے ہوتے کچھ نہیں یہ سب بے فکری کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نہ اپنی راحت کا خیال نہ کوئی اصول ہے نہ کوئی قاعدہ بیلوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نہ اپنی راحت کا خیال نہ

دوسروں کی یہ بھی حس نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے کو اذیت ہوگی۔ پھر ایک نہیں دو نہیں جس کو دیکھو ہر ایک کا ایک نیا رنگ نیا ڈھنگ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بھی قاعدہ نہیں سب بے قاعدہ۔ آخر کہاں تک صبر کروں لوگ تو سمجھتے ہیں کہ تحمل نہیں اور میں جس قدر تحمل کرتا ہوں دوسرا نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کسی کو حس ہی نہ ہو وہ میرا مخاطب ہی نہیں۔ بہت لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جس نے ہاتھ میں تسبیح لے لی وہ بے حس ہو جاتا ہے فنافی اللہ ہوتا ہے اسے ان باتوں کی کیا خبر اس کو کسی چیز سے ناگواری نہیں ہوتی اس لئے اس کے ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو۔ تو گویا وہ بت ہے چاہے اس کے کوئی جوتے مارے تب خبر نہیں اور اگر کوئی اس کو سجدہ کرے تب خبر نہیں۔

(۳۲۴) حضرت حکیم الامت کی نزاکت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس سے زیادہ طبیعت پریشان ہوتی ہے کہ اپنی غلطی کو بھی نہیں سمجھتے ہم تو محنت کر کے سمجھا دیں ان کو پروا بھی نہ ہو پھر اعتراض کرتے ہیں کہ ذرا سی بات پر تغیر ہو گیا مگر میں کیا کروں میری فطرت ہی ایسی ہے۔ اسی تازہ واقعہ میں پہلے اچھی خاصی طبیعت تھی ان کی حرکت سے اس وقت سے دماغ پر تبخیر ہے اب طبیعت متلی کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ محض حرارت کی وجہ سے۔

(۳۲۵) دعا کو حکم سمجھنے کی کوڑ مغزی

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اس سے پہلے خط میں لکھا تھا کہ میں قرآن شریف حفظ کرنا چاہتا ہوں دعاء فرما دیجئے۔ میں نے لکھ دیا کہ میں دعاء کرتا ہوں آج جو خط آیا ہے پہلا خط بھی ہمراہ ہے لکھا ہے کہ آپ کے حکم کے موافق قرآن شریف شروع کر دیا ہے اب بتلائے اس کوڑ مغزی کا کیا علاج ہے دعاء کو حکم سے تعبیر کیا۔ میں نے جواب میں صرف یہ لکھا کہ میرا وہ حکم دکھلاؤ کونسا حکم ہے۔

(۳۲۶) ایک صاحب کے عربی میں خط لکھنے کا منشاء

فرمایا کہ ایک صاحب کا آج اور ایک خط آیا ہے عربی میں لکھا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ آپ زبان اردو پر اگر قادر ہیں تو پھر عربی میں خط لکھنے کی کیا مصلحت ہے اور اگر قادر نہیں تو

عذر لکھنا چاہیے تھا۔ اس پر فرمایا کہ محض اظہار قابلیت مقصود ہے۔ لوگوں کو بجز فخر اور بڑائی کے دوسری فکر ہی نہیں رہی اور یہ مرض اس قدر عام ہوا ہے کہ اس میں سب ہی جتلا ہیں الا ماشاء اللہ۔ ایک صاحب نے اسی طرح عربی میں مجھ کو خط لکھا۔ میں نے پوچھا کہ عربی میں خط کیوں لکھا جب کہ اردو میں لکھ سکتے تھے۔ جواب میں لکھتے ہیں کہ جنتیوں کی زبان عربی ہی ہوگی اس لئے برکت کے لئے عربی میں لکھا۔ میں نے لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اگر تم کبھی یہاں پر آئے تو کیا عربی میں گفتگو کرو گے اس لئے کہ جیسے عربی تحریر میں برکت ہے ایسے ہی عربی تقریر میں بھی برکت ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایسا جواب دیا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تفاخر بڑائی۔ اظہار علم و قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ عاجزی انکسار پستی شکستگی رہی ہی نہیں۔

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(۳۲۷) دیکھنے کی چیز قلب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز ہے قلب کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کس قدر ہے۔ بدوی ہیں گنوار لوگ ہیں مگر ان کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور زیادہ ضرورت اسی کی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو عظمت ہو۔

(۳۲۸) خرافات سے بچنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا جو شخص مشغول ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خدام کے ساتھ جا رہے تھے۔ ایک شخص راستہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا پھر واپسی اسی راستے سے ہوئی وہی شخص پھر بیٹھا تھا اور زمین کرید رہا تھا ان بزرگ نے اس کو سلام کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو پہلے سلام نہیں کیا اور اب کیا۔ فرمایا کہ پہلے بے کار بیٹھا تھا اس لئے اس کے قلب میں شیطان تصرف کر رہا تھا اور اب مشغول ہے گو بے کار فعل ہی سہی جو معصیت بھی نہیں اس لئے شیطان اس سے دور ہے۔

(۳۲۹) شیر پنجاب وغیرہ القاب خرافات ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے تو صرف آدمیوں کے نام رکھے جاتے تھے اب بکثرت مکانوں کے نام بھی رکھے جاتے ہیں۔ عشرت منزل۔ فلاں منزل۔ قصبہ کیرانہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کا نام مدرسہ دارالفیض رکھا گیا تھا۔ مدرسہ دیوبند اس قدر بڑا مدرسہ اور بزرگوں کے وقت میں اس کا کچھ بھی نام نہیں تھا۔ ایک نئی رسم یہ نکلی ہے کہ آدمیوں کے نام جانوروں کے ناموں پر رکھے جانے لگے۔ بلبل ہند۔ طوطی ہند۔ شیر پنجاب۔ پرندے درندے بننے لگے۔ اللہ نے تو آدمی بنایا تھا یہ جانور بننے لگے۔ اب گاؤ ہند۔ خرہند گرگ ہند خرگوش ہند اور بنتا باقی ہیں کیا خرافات ہیں

(۳۳۰) محسن کشی کا مرض عام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محسن کشی آج کل مرض عام ہو گیا ہے بڑا ہی نازک زمانہ ہے یہ سب بددینی کی بدولت ہو رہا ہے لوگوں میں دین نہیں رہا۔

(۳۳۱) حضرت حکیم الامت کو کوڑ مغزوں اور بدفہموں سے واسطہ

ایک شخص نے پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا اس قسم کے تعویذ گنڈے مجھے نہیں آتے۔ عرض کیا کہ میں تو دس کوس سے چل کر آیا ہوں۔ فرمایا یہ میری بات کا جواب ہوا یہ میں نے کب پوچھا ہے کہ کے کوس سے چل کر آئے ہو کیا میری بات سنی نہیں۔ عرض کیا کہ سنی تو ہے فرمایا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ چاہے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو مگر لکھ دو تو کیا بڑھاپے میں تمہاری ضرورت سے کہیں جا کر سیکھ کر آؤں گا جو میں نے کہا ہے۔ اس کا جواب دو۔ میں چاہتا ہوں کہ صفائی کے ساتھ بات ختم ہو جائے اور تم لوگ اس کو الجھاتے ہو۔ ایک شخص صبح آئے تھے میں اپنا کام چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوا کہ بھائی کچھ کہنا ہو تو کہہ لو جواب میں کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے۔ میں بڑی حیرت میں گیا کہ یہ بات کیا ہوئی۔ میں نے کہا کہ اس سے میں کیا سمجھوں اتنا بڑا علم اور قابلیت تو مجھ میں نہیں میں نے بہت ہی کھود کرید کی تب کہا کہ مرید ہونے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ نکل موذی یہاں سے مگر بیٹھا رہا۔ میں نے کہا کہ نہیں اٹھا تب بھی بیٹھا رہا۔ میں نے ڈنڈا اٹھایا اور اس کی طرف لے کر چلا جب اس نے دیکھا کہ

اب یہ مارے گا تب بھاگا۔ تو ایسے ایسے کوڑ مغز اور بد فہموں سے واسطہ پڑتا ہے یہ لوگ تو کہتے ہونگے کہ کس قصائی سے پالا پڑا ہے میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا ہے اسی طرح یہ شخص ستارہا ہے بات کو صاف نہیں کرتا۔ جب میری بات سن چکا کہ اس قسم کے تعویذ گنڈے نہیں جانتا تو اس کا جواب دیتا ہے کہ میں دس کوس سے چل کر آیا ہوں آیا ہو گا چل چلتا بن بد فہم بد عقل میں اب تعویذ گنڈے سیکھتا پھروں گا بے ہودہ کہیں کا۔

(۳۳۲) ہم لوگوں کے خواب دراصل خواب نہیں

ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے خواب دیکھا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں۔ یہ سب پیر جیوں کے یہاں کی باتیں ہیں۔ تعویذ گنڈے خواب میں ان سے ہمیں مناسبت نہیں ہم تو طالب علم ہیں طالب علموں والی باتیں جانتے ہیں وہی آکر ہم سے پوچھنا چاہیے۔ اور یہ باتیں پیر جیوں کے یہاں جاکر کرنا چاہیے۔ عرض کیا کہ حضور کے پاس تو خزانے ہیں فرمایا اتنا اور بھی کہہ دو کہ ہر چیز کے تو کل کو ایک چارپائی لے آنا کہ اس کو بن دو اس لئے کہ آپ کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ اور اب میں اصلی بات کہتا ہوں اب تک تو اضع ہی تھی کہ ہم لوگوں کو خواب خواب ہی نہیں ہوتے جس کی تعبیر ہو۔ خواب ہوتے ہیں انبیاء کے صحابہ کے اولیاء کے ہم جیسوں کے بھی کوئی خواب ہیں۔ پریشان خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے پھر ان کی تعبیر ہی کیا ہو۔ عرض کیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور کے پاس خزانے ہیں۔ فرمایا میں بھی تو کہہ رہا ہوں کہ کل کو ایک چارپائی لے آنا کہ اس کو بن دو۔ تمہارے پاس سب خزانے ہیں۔ اگر تمہارے پاس معقول جواب نہیں تو کیا بولنے کا جواب دینے کا کچھ شوق ہے خاموش بیٹھے رہو کیوں خواہ مخواہ بک بک لگتے ہو جو میں کہہ رہا ہوں وہ جھوٹ ہے اور جو لوگ سمجھتے ہیں وہ سچ ہے کیا تم لوگوں کو یہی مشغلہ رہ گیا ہے کہ بے کار باتوں میں وقت کو خراب اور برباد کرتے ہو اور خواب میں رکھا کیا ہے۔ بیدار بنو۔ بیداری کی باتیں کرو میں تو اکثر ایسے خطوط کے جواب میں لکھ دیتا ہوں اور یہی میرا معمول ہے اور میں جھوٹ نہیں بولتا نہ تصنع کرتا ہوں بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں۔ اور اگر کچھ ہے بھی تو اکثر لوگوں کے خواب خواب ہی نہیں ہوتے جن کی تعبیر دی جائے۔

(۳۳۳) اللہ کا نام آخرت کے لیے پڑھا جاتا ہے

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں وظائف پڑھتا ہوں ان کے نام بھی لکھے ہیں ہفت ہیکل شش قفل خدا معلوم یہ کیا چیزیں ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اتنے وظائف پڑھتا ہوں مگر افلاس پھر بھی نہیں گیا میری زبان میں (عثر) اثر نہیں رہا عین سے اثر لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ میری قسمت۔ پھر لکھا ہے کہ اگر آپ فرمائیں تو ان وظائف کو چھوڑ دوں۔ میں نے لکھ دیا کہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا نام آخرت کے لئے پڑھا جاتا ہے نہ دنیا کے لئے۔ تم بھی دنیا کے لئے نہ پڑھو۔

(۳۴۴) جوابی سادہ لفافہ بھیجنے کی بے فکری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ جواب کے لئے لفافہ نہیں بھیجتے صرف ٹکٹ بھیج دیتے ہیں بعضے لفافہ بھیجتے ہیں مگر اس پر پتہ نہیں لکھتے ایسے خط کے لئے میں اس کی کوشش کرتا ہوں کہ ان کے ہی خط میں ان کا پتہ کاٹ کر چسپاں کر دیتا ہوں تاکہ اس کے پہنچنے نہ پہنچنے کا وہی ذمہ دار رہے میں ذمہ دار نہ بنوں۔ ان کی کوتاہیوں کا سبب زیادہ بے فکری ہے بدفہمی زیادہ سبب نہیں۔ (نوٹ اس کے بعد معمول بدل گیا کہ سادہ لفافہ لکھے ہوئے پتہ کی محاذاۃ سے کاٹ کر خط رکھ دیا جاتا ہے اور حفاظت کے لئے سی دیا جاتا ہے)

(۳۴۵) ایک صاحب کو حضرت حکیم الامت کی خدمت میں خاموش بیٹھنے کا نفع

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے یہ ایک ہفتہ یہاں پر رہ بھی گئے ہیں لکھا ہے کہ خاموش مجلس میں بیٹھے رہنے سے وہ نفع ہوا کہ بارہ برس گھر پر رہ کر کام کرنے سے بھی وہ نفع نہ ہوتا لکھا ہے کہ اصلاح اور تعلق مع اللہ اس قدر میسر ہوا کہ جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے کہ رخصت کے وقت جی چاہتا تھا کہ قدم چوموں مگر چونکہ حضور کی اجازت مکاتیت مخاطبت کی بھی نہ تھی ڈر کی وجہ سے نہ چوم سکا۔ یہ خاموش بیٹھا رہنا بے حد مفید ثابت ہوا۔

(۳۴۶) تقسیم عمل نظام عالم کا جزو ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقسیم عمل نظام عالم ایک جزو ہے کہ جس کا جو کام ہے اس سے وہی کام لینا چاہیے۔ کام سے انکار نہیں مگر جو کام جس کے کرنے کا ہے وہی تو کر سکتا ہے۔

اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص سونا لے کر لوہار کے پاس جاوے کہ اس کے جھومکے اور کرن پھول بنادے یا لوہا لے کر سنار کے پاس جاوے کہ اس کا کھرپا اور ارہ بنادے تو ایسا شخص نرا کھرپا ہی ہوگا اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا جھومکے اور کرن پھول بن جائیں گے یا کھرپا اور ارہ تیار ہو جائے گا ایسے ہی جو کام علماء کا ہے علماء سے لو جو کام لیڈروں کا ہے ان سے لو۔

(۳۴۷) رشتہ کے معاملہ میں بزرگوں سے صرف دعا کرانا چاہیے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اپنی لڑکی کے رشتہ کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا لکھا ہے۔ یہ بھی وہی مرض ہے جس کا کام ہے اس سے وہ کام تو نہیں لیا جاتا اور دوسرے کاموں کی اس سے امید اور توقع کی جاتی ہے۔ بھلا مجھ کو رشتوں کے معاملات سے کیا تعلق ہاں دعاء وغیرہ کے لئے جو لکھا جائے اس کا مضائقہ نہیں۔ یہ خرابیاں بھی پیر جیوں کی بدولت پیدا ہوئیں۔ پیر جی کیا ہیں مرید کے ہر کام ہر بات کے ٹھیکیدار ہیں۔ ہر چیز میں مرید کے دخیل ہوتے ہیں۔ رشتہ ناتوں تک میں دخل جوڑ توڑ لگاتے رہتے ہیں۔ ایسے بڑے ٹھیکیدار ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ خصوصاً شادی بیاہ کے کاموں میں تو اپنے عزیزوں کے بھی نہ پڑنا چاہیے۔ بڑا ہی واہیات قصہ ہے بھائی منشی اکبر علی مرحوم کی چند لڑکیاں ہیں ان کے رشتوں وغیرہ میں میں نے کبھی دخل نہیں دیا۔ اکثر لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے ہیں یہ سمجھ کر کہ خاندان میں بڑا ہے۔ میں جواب میں یہ شعر لکھ دیا کرتا تھا۔

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم دستار نداریم غم پیچ نداریم

مسلمانوں کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے۔ کہ باستثناء ضرورت شدیدہ ایک ہی کی طرف مشغول رہے اور یہ حالت رہے۔

ما قصہ سکندر ودارا نہ خواندہ ایم از ما بجز حکایت مہرووفا مپرس

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ان سے ملے ان بزرگ نے زیادہ التفات نہیں کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو آپ نے پہچانا نہیں۔ کہا کہ خدا ہی کے پہچاننے سے مجھ کو فرصت نہیں گو دنیوی یا دینی ضرورت سے کسی سے تعلق یا توجہ کرنا شغل مع اللہ کے منافی نہیں مگر بعض اوقات اس تعلق کا اثر ضرورت پر غالب ہوتا ہے۔

(۳۴۸) ہر گاؤں میں ایک قطب ہوتا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر ہر گاؤں میں قطب ہوتا ہے چاہے چھوٹی ہی آبادی ہو لیکن اصل یہی ہے کہ ان باتوں ہی میں نہ پڑنا چاہیے کوئی قطب ہو تو کیا اور غوث ہو تو کیا سب زائد باتیں ہیں آخرت کی فکر میں لگنا چاہیے۔

(۳۳۹) تقدیر کا مسئلہ ہمت بڑھانے کے لیے فرمایا گیا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف میں یہ قصہ آیا ہے کہ دو شخصوں میں مقدمہ ہوا۔ ایک ہار گیا اور ایک جیت گیا۔ تو ہارنے والے نے کہا حسبی اللہ ونعم الوکیل جس کے معنی باعتبار محاورہ کے یہ ہیں کہ اللہ کی یہی مشیت تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتے۔ اول کوشش کرو جب بالکل عاجز ہو جاؤ تب کہو حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ اس میں حضور نے تعلیم فرمادیا کہ تدابیر اور رضا بتقدیر میں منافات نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں مسئلہ تقدیر کی حکمت فرمائی ہے کہ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ۔ اس میں یہ بھی بتلادیا کہ تقدیر کا مسئلہ اس لئے تعلیم کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ناکامی پر حسرت نہ ہو اور حسرت میں ہمت نہ گھٹے تو یہ مسئلہ ہمت بڑھانے کو سکھایا گیا تھا نہ کہ گھٹانے کو۔ اب لوگ الٹی سمجھ گئے کہ کچھ نہ کرو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ یہ سب کمی علم کی بدولت گڑبڑ ہو رہی ہے۔

(۳۴۰) سب میں سہل اور پیارا نام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب میں سہل یہ نام مبارک ہے یعنی اللہ حتیٰ کہ اگر کوئی بہت ہی چھوٹے بچے کو بھی سکھلادے اللہ اللہ تو بسہولت سیکھ سکتا ہے مسمی تو اتنے بڑی شان کے کہ وہاں تک رسائی مشکل اور نام اتنا سہل کہ بچے بھی اس کے بولنے پر قادر ہیں۔ کیا برکت والا نام ہے اور کیسا پیارا سبحان اللہ۔

۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(۳۴۱) ہدیہ تکلف سے کلفت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ تکلف کی چیزیں ہدیہ میں لاتے ہیں ان سے اور خصوصاً" اونی کپڑوں کے لانے سے مجھے بڑی کلفت ہوتی ہے اس لئے کہ اکثر ایسی چیزیں بلا ضرورت کے آجاتی ہیں اور اونی کپڑا صاحب دل شکنی کی وجہ سے قبول کرلیتا ہوں مگر جی خوش نہیں ہوتا کیونکہ ان کی حفاظت کا خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے جو ایک اچھا خاصا مستقل مشغلہ ہے۔ پھر کرم لگ جانے پر اور رنج ہوتا ہے۔ یہ بھی ہدایا کے باب میں ایک رسم پر عمل ہے ورنہ اس کی قرین مصلحت دو صورتیں ہیں افضل اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ نقد دے دے اس لئے کہ جو ضرورت ہوگی اس میں صرف کرلیا جاوے گا اور اگر چیز ہی دینا ہو تو مہدی الیہ سے معلوم کرلے یہ دوسرا درجہ ہے مگر رسم کے غلبہ سے کسی بات میں بھی اصول اور حدود کی رعایت نہیں رہی۔ ہدیہ کی اصل مقصود دوسرے کا جی خوش کرنا ہے۔ مگر آج کل اپنا جی خوش کرنے کو مقصود سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں اس کو بھی ایک رسم مروج سمجھتا ہوں۔

(۳۴۲) فکر بھی عجیب چیز ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ یہ کچھ روز یہاں پر قیام بھی کر گئے ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہیں۔ آدمی تو برے نہیں اچھے ہیں لیکن اس تعلیم کا اثر ان پر ضرور ہے انہوں نے وطن پہنچ کر یہاں کے زمانہ قیام کے نفع اور اپنی مناسبت کو لکھا تھا اور اظہار عقیدت کیا تھا اور یہ بھی پوچھا تھا کہ غالباً" آپ مجھ کو پہچان گئے ہوں گے میں نے یہاں ان کے قیام کے زمانہ میں دیکھا تھا کہ دن بھر میں وہ کئی قسم کا لباس جس کی وضع قطع بھی جدا جدا ہوتی تھی بدلتے رہتے تھے۔ اس پر میں نے دوسری معاملات کے متعلق مناسب جواب لکھ کر پہچان کے متعلق لکھا تھا کہ میں نے آپ کو خوب پہچان لیا آپ وہ ہیں جو تبدیل لباس میں اس شان کے مظہر تھے۔

گہے درکسوت لیلی فروشد گہے در صورت مجنون برآمد

اس پر جواب آیا اور اپنی اس حرکت کی معذرت چاہی اور آئندہ کے لئے اس طرز عمل سے بچنے کا وعدہ کیا اور لکھا کہ میں بے حد شرمندہ ہوں اور محجوب ہوں کہ مجھ سے ایسی حرکت کا کیوں صدور ہوا۔ اب برابر خط و کتابت ہے پوچھتے رہتے ہیں فکر بھی عجیب چیز ہے۔

(۳۴۳) مفتیوں کو فضول سوال کا جواب نہ دینا چاہیے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعضے علماء کا خصوصاً" مفتیوں کا یہ طرز نہایت برا ہے

کہ سائل کے تابع بن جاتے ہیں خواہ ان کا سوال فضول ہو یا ان کے فہم سے بالا تر ہو جواب ضروری سمجھتے ہیں اس لئے میں منتیوں کو تعلیم کرتا ہوں کہ ان سب امور کو سوچ سمجھ کر جواب دیا کریں یہ نہیں کہ بالکل سائل کے تابع بن جائیں بلکہ سائل کو بھی اس کی غلطی پر متنبہ کر دیا کریں۔

(۳۴۴) حضرت حکیم الامت کی لوگوں کی بے دار مغزی سے باخبری

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ بڑے ہی چالاکی اور ہوشیاری و بیدار مغزی سے سوالات کرتے ہیں۔ بڑی بڑی تمہیدیں اور بندشیں لگاتے ہیں لیکن میرے جوابوں کو بحمد اللہ وہ آلہ نزاع نہیں بنا سکتے ورنہ آج کل تو شغل ہو گیا ہے کہ مولویوں کو تختہ مشق بنا رکھا ہے گویا کہ فساد اور جھگڑوں میں یہ ان کے آلہ کار ہیں۔ میں بحمد اللہ ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھ سے خوش نہیں میرے جوابات پر جھلاتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ دوسروں کو اپنا تابع بنا کر اپنے اغراض اور کام نکالنا چاہتے ہیں۔ یہاں سے کوئی بات ہاتھ نہیں لگتی اس لئے خفا ہیں۔

(۳۴۵) ایک بی بی کو اپنی فکر اصلاح

فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا تھا میرے یہاں معمول ہے کہ اگر عورت کا خط آئے تو اس پر شوہر کے یا شوہر نہ ہو تو گھر کے کسی محرم کے دستخط ضرور ہوں اس میں بڑی مصلحتیں ہیں اور سب سے بڑی مصلحت تو دین کی ہے۔ یہ بی بی اپنے باپ کے گھر گئی ہوئیں تھیں وہاں پر کوئی لکھنے والا نہیں ملا اس لئے کوئی خط نہیں بھیج سکیں۔ جب شوہر کے گھر آئیں تو خط آیا لکھا تھا کہ کوئی ایسا عمل بتلادوں کہ میں کرتی پڑھتی رہوں تاکہ میری حالت درست رہے۔ میں بہشتی زیور پڑھتی رہتی ہوں میں نے لکھ دیا کہ علم تمہارے سامنے عمل تمہارے ہاتھ میں آج پھر خط آیا ہے کہ کچھ اپنے امراض باطنی کے متعلق لکھا ہے۔ فکر بھی عجیب چیز ہے۔

(۳۴۶) ایک طویل تحریر کا مختصر جواب

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے جس میں بصورت سوال ایک طویل تحریر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہتمام کے ساتھ جلسہ و جلوس کا منعقد کرنا۔ مثلاً" جھنڈے اور جھنڈیوں کا ہونا بازاروں میں آواز ملا کر نعرہ لگانا مسجدوں میں شور برپا کرنا سیاسی قیدیوں کو بازاروں میں گھماتے

پھرنا حاجی لوگ جب وہ حج کو جائیں ان کے گلوں میں پھول ڈالنا وغیرہ وغیرہ یہ امور زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہیں۔ یا لزروئے کتب فقہ و حدیث ایسے امورات جائز ہیں یا ناجائز۔

(جواب) حاجت مشاطہ نیست روئے دلا رام را۔

(۳۴۷) بغیر اخلاص کے عمل کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو عمل خلوص اور محبت سے خالی ہوگا وہ بے مغز کا بادام ہے۔ اور بے رس کا آم ہے اس کے پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور جب تک نہ ہو اس وقت تک اس نقالی کو بھی بے کار نہیں سمجھنا چاہیے اس لئے کہ صورت بھی کبھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے۔ تعمیر الظاہر والباطن کی ضرورت ہے اگر اجتماعاً" نہ ہو تعاقباً" ہی سہی۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عمل ریا سے بھی ہو اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے کرتا رہے اس لئے کہ ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت۔

(۳۴۸) اختلاف فطری

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو خیال ہی خیال ہے کہ جوش نہ ہونے کو نقص سمجھتے ہیں بعض کو محبت ہوتی ہے عمل میں خلوص بھی ہوتا ہے مگر جوش نہ ہونے کی وجہ سے اس کا احساس نہیں ہوتا مگر جوش کوئی مقصود چیز نہیں یہ اختلاف فطری ہے بعض میں ضبط ہوتا ہے اور بعض میں جوش و خروش۔

(۳۴۹) فضیلت کی حقیقت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی صفت میں اپنے کو دوسرے سے اکمل سمجھنا جائز ہے کیونکہ وہ حسی چیز ہے افضل سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ غیبی چیز ہے فضیلت کی حقیقت ہے کثرت ثواب عنداللہ جس کا حاصل مقبولیت ہے۔ مثلاً" ایک شخص کی ایک آنکھ ہے اور دوسرے کے دو ہیں تو دو والے کو یہ سمجھنا کہ میں اکمل ہوں میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمت ہے یہ جائز ہے اور اس سے افضل سمجھنا یہ ناجائز ہے کیونکہ آنکھ کو قرب عنداللہ میں کوئی دخل نہیں۔ یا ایک شخص عالم ہے اور ایک جاہل تو یہ اکمل تو ہے مگر افضل ہونا

خدا ہی کو معلوم ہے کہ افضل جاہل ہے یا عالم کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عالم کے لئے افضل ہونا بھی لازم ہو ممکن ہے کہ اس جاہل کے قلب میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ علم سے کہیں زیادہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو تو اپنی اکملیت کی بناء پر اپنے کو افضل سمجھنا یہ برا ہے یہی علوم ہیں جو باخبر کی صحبت میں میسر ہوتے ہیں یہ تو علمی تحقیق ہے باقی بعض امور ذوقی ووجدانی ہوتے ہیں وہ بیان میں بھی نہیں آسکتے۔ ایک شخص پر ایک ایسی باطنی حالت غالب تھی کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں فرعون ہوتا تو اس حالت سے بہتر تھا کیونکہ وہ اس بلا میں مبتلا نہ تھا۔ رہا کفر تو وہ حالت کفر کو ایک منٹ میں درست کر لیتا اور اس موجودہ حالت کو درست نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ تھا کہ وہ کافر تھا اور میں مومن اور مومن کافر سے اچھا ہوتا ہے اور یہ ایسی حالت ہے کہ جس کو دیکھ کر اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کو بجائے سمجھانے کے یہی جواب دیا جاوے گا۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانی کہ شمشیر بلا برسر خورند

(۳۵۰) فعل کو برا سمجھنا تکبر نہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر منکر فعل کو ہوتے ہوئے دیکھے تو ہاتھ سے روک دے۔ اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اس کو دل سے برا سمجھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس پر نکیر کرے گا تو اس کو برا اور اپنے کو اس سے اچھا سمجھے گا اور یہی تکبر ہے۔ فرمایا کہ فعل کو برا فرمایا فاعل کو تو نہیں فرمایا۔ مثلاً" نماز کا ترک منکر ہے۔ اور نماز کا پڑھنا معروف تو اس حالت میں اس فعل کو منکر اور اپنے نماز پڑھنے کو معروف تو سمجھیں گے مگر اس سے یہ تو لازم نہیں آیا کہ اس بے نمازی کی ذات سے نمازی کی ذات کو افضل سمجھیں ہاں اس کے اس فعل سے کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اور نمازی کے فعل سے کہ اس نے نماز پڑھی افضل کہیں گے۔

(۳۵۱) کامل بصیرت صحبت شیخ سے میسر ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو بدوں صحبت شیخ کامل بصیرت نہیں ہو سکتی ہاں بصیرت کے بعد پھر خواہ شیخ سے بھی بڑھ جائے یہ ممکن ہے

(۳۵۲) اندرونی کمال کی عجیب مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی میں کوئی بات خداداد ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی کے بنانے سے نہیں بن سکتی گو کسی عارض کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی بظاہر کمی معلوم ہوتی ہو مگر عارض کے ارتفاع ہی سے اصلی چیز نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص حسین ہے مگر اس نے یا اور کسی نے اس کے چہرہ پر سیاہی مل دی اور ایک بد شکل ہے اس نے پوڈر مل لیا کیا اس کے حسن میں یا دوسرے کے قبح میں کوئی فرق آگیا جس وقت وہ سیاہی دھل جائے گی وہ ویسا ہی حسین ہے اور جس وقت دوسرے کا پوڈر دھل جائے گا اس کی قلعی کھل جائے گی۔ دوسری مثال ایک عورت نہایت حسین ایک عورت بد شکل مگر اس بد شکل میں ایسی ادا ہے کہ خاوند کو وہ محبوب ہے تو اس کی وجہ سے اس عورت کا حسن اس کی نظر میں خاک اور گرد ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں میں کوئی ایسی خداداد صفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سامنے دوسروں کے کمالات گرد ہوتے ہیں اس لئے کسی کی کسی کمی کو دیکھ کر اس کو ناقص اور اپنے کو کامل سمجھنا غلطی ہے ممکن ہے اس کا نقص عارضی ہو اسی طرح تمہارا کمال اس عارض کے ارتفاع کے بعد عکس کا ظہور ہو جائے گا تو حتمی فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

(۳۵۳) اللہ تعالیٰ کی شان میں لفظ بے پرواہ کا استعمال گستاخی ہے

فرمایا کہ مجالس تعزیت میں یہ بات دیکھی ہوگی کہ بعض لوگ جو جوان مرجاتے ہیں اس کی تعزیت میں عام طور پر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہائے جوان مرگیا چھوٹے بچے رہ گئے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی۔ ہاں اللہ کی ذات بڑی بے پرواہ ہے سو یہ لفظ بے پرواہ کا نہایت ثقیل ہے یہاں غنی کا ترجمہ نہیں کہ یہ صفت تو منصوص ہے بلکہ یہ بے انتظام کے معنی میں ہے۔ یہ جملہ بڑے بڑے ثقہ لوگوں کی زبان پر ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ کے معنی تو یہ ہیں کہ ان کو کسی کی طرف احتیاج نہیں اور اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اور مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ میں یہ معنی ہیں کہ کسی کی کفر و طاعت سے نہ ان کا کوئی ضرر ہے نہ نفع مگر ان اہل تعزیت کی یہ مراد ہرگز نہیں ان کلمات سے سخت احتیاط چاہیے ممکن بلکہ امید ہے کہ جہل کے سبب معافی ہو جاوے لیکن اگر مواخذہ ہونے لگے تو استحقاق ہے۔ عارفین پر تو

بعید ولالتون پر مواخذہ ہو گیا ہے۔ ایک بزرگ نے یاس کے بعد بارش ہونے پر یہ کہہ دیا تھا کہ آج کیا اچھے موقع پر بارش ہوئی فوراً مواخذہ ہوا کہ بے ادب یہ بتلا کہ بے موقع کب ہوئی تھی۔ یہ ایسا ہے کہ کسی ماہر استاد سے کہو کہ آج کھانا بہت اچھا پکا ہے کیا یہ مطلب نہیں سمجھا جاوے گا کہ پہلے اچھا نہ پکا تھا اور میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ ان اقوال میں تو کچھ قریب یا بعید سوء ادب بھی ہے بندہ کا حق تو یہ ہے کہ جو خالص طاعت بھی ہو اس میں بھی لرزاں ترساں رہے ناز نہ کرے کیونکہ وہ بھی ان کے شان عظیم کے لائق تو نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی عمل یا اپنی کسی حالت پر ناز نہ کرو۔ نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اسی میں خیر ہے اور ایسے ہی ناز کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد　　چوں نداری گرد بد خوئی مگرد

اور کیا کوئی ناز کر سکتا ہے ہمارے اعمال کی حقیقت ہی کیا ہے کہ جس پر ناز کرے اور غور کیا جاوے تو ہم ہر وقت ہی خطاوار ہیں مگر ان کا عفو غالب ہے اس لئے محفوظ ہیں بعض دفعہ تنبیہہ بھی فرما دیتے ہیں اور یہ بھی رحمت ہے چنانچہ ایک عارف کی زبان سے کوئی کلمہ نا مناسبت نکل گیا اس وقت تو مواخذہ نہ ہوا مگر کچھ روز کے بعد اس مواخذہ کا اس طرح ظہور ہوا کہ کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا چاہا مگر زبان سے نہ نکلتا تھا۔ بہت پریشان ہوئے دعاء کی ارشاد ہوا کہ فلاں وقت فلاں کلمہ تمہاری زبان سے نکلا تھا تم نے اب تک توبہ نہیں کی بہت ڈھیل دی آج پکڑ ہے ہمارا ذکر زبان سے نہیں کر سکتے تب توبہ کی تب معافی ظاہر ہوئی۔

(۳۵۴) صراط مستقیم پل صراط کی حقیقت

فرمایا بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ یہ طریق مستقیم شریعت کا جو ہے یہی پل صراط ہے یہی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اس کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ طریق مستقیم کی حقیقت ہے ہر چیز میں اعتدال اور اعتدال کی حقیقت ہے وسط حقیقی اور وسعت حقیقی متجزی نہیں ہوتا تو بال سے باریک ہوا کیونکہ بال عرض میں متجزی ہو سکتا ہے۔ نیز حقیقی وسط پر عمل مشکل بھی ہے اس لئے تلوار سے تیز ہوا پس قیامت میں یہی طریق اپنی ان دو صفتوں کے ساتھ بشکل صراط ظاہر ہو جاوے گا پھر اس دشواری کے آسان ہونے کا طریقہ فرمایا کہ کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ دشواری طے ہو سکتی ہے بدوں رہبر کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے

خالی نہیں۔ جیسا مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرو   بے قلاء وزاندریں صحرا مرو

اور جب حقیقت پل صراط کی یہ صراط مستقیم ہے پس جس صورت سے کوئی شخص اس صراط مستقیم پر چلا ہے اسی طرح وہاں صراط پر چلے گا یعنی کوئی برق کی طرح کوئی گھوڑے کی طرح کوئی پیادہ کی طرح وعلی ہذا غرض جس طرح یہاں پر چل سکتا ہے اسی طرح وہاں پر چل سکے گا کیونکہ وہ چلنا بھی اسی چلنے کا ظہور ہو گا مگر یہ توجیہات ظنی ذوقی ہیں قطعی یا استدلالی نہیں'

(۳۵۵) مدعی سست گواہ چست

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے ایک دوست ہیں وہ ایک عرصہ سے آپ سے بیعت کے متمنی ہیں آپ ان کو بیعت کر لیجئے۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ خط اسی مثل مشہور کا مصداق ہے کہ مدعی سست گواہ چست۔ اس پر فرمایا کہ ان کو طلب ہے تو خود کیوں نہیں لکھتے دوسروں سے کیوں لکھواتے ہیں۔ کبھی عدالت میں بھی کسی دوسرے کی طرف سے درخواست دی ہے کہ فلاں شخص پر بڑا ظلم ہوا ہے اس کی مدد کیجئے باقی وکالت اور چیز ہے اس میں خطاب تو موکل ہی کی طرف سے ہوتا ہے وکیل صرف اعانت کرتا ہے پھر فرمایا کہ لوگ یہ بے ہودگیاں کرتے ہیں۔ اور مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ بد خلق ہے سخت گیر ہے اپنے اخلاق حسنہ پر نظر نہیں فرماتے کہ ہم کیا حرکتیں کرتے ہیں میں تو انتہائے صبر سے کام لیتا ہوں مگر جب حد صبر سے کوئی گزر جائے تو کیا کیا جاوے۔ ایک اور صاحب ہیں عالم شخص ہیں بہت عرصہ سے بیعت پر اصرار کر رہے ہیں۔ میں اس طرح سے بیعت پر اصرار کرنے کو بھی پسند نہیں کرتا مگر صبر اس لیے کرتا ہوں کہ یہ بھی رائے کا اختلاف ہے وہ اپنی رائے سے نہیں ہٹتے میں اپنی رائے سے نہیں ہٹتا مگر اس پر کسی کو سب و شتم بھی نہیں کرتا اس لئے کہ رائے کا اختلاف ہے۔

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۳۵۶) بعض بدفہم لوگوں کی ایذا رسانی

ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور مجھ کو بھی اجازت ہو جائے چلنے کی۔ فرمایا کہ

گول بات سمجھنے کی مجھے عادت نہیں اس پر وہ شخص ہنسا فرمایا کہ یہ بات ہنسنے کی نہیں رونے کی ہے حضرت والا کے بہت زیادہ کھود کرید کرنے پر کہا کہ مرید ہونا چاہتا ہوں اس پر فرمایا کہ کل ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ کہو کیا اللہ کا شکر ہے اب میں کیا سمجھتا بہت کچھ کھود کرید کے بعد کہا کہ بیعت ہونا چاہتا ہوں تب میں نے اس کو ڈانٹا اور نکالا۔ نیز میں نے اس سے مواخذہ کرنے کے وقت جب سوالات کئے تو یہ عذر کیا کہ میں اناڑی ہوں میں نے کہا کہ میں کباڑی ہوں کہ اناڑیوں پر سوالات کا بہت کباڑ لاد دیتا ہوں۔ ان پیر جیوں نے ناس کر دیا لوگوں کے اخلاق کا ان کے یہاں رموز گفتگو ہوتی ہے ان ہی سے ان لوگوں نے رموز سیکھے ہیں مگر وہ رموز خود ایسے مہمل ہیں جیسے ایک مولوی صاحب سے ایک انگریز نے ملاقات کی درخواست کی جب مولوی صاحب ملے تو ملاقات کے بعد وہ انگریز کہتا ہے کہ گنگ۔ یہ بھی بڑے ظریف اور ذہین تھے انہوں نے کہا کہ سنگ ملاقات ختم ہو گئی جو اس ملاقات کا واسطہ بنے تھے وہ اس انگریز کے پیش کار تھے۔ اس نے اس انگریز سے کہا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے جغرافیہ بھی جانتا ہے۔ ہم نے دریافت کیا تھا کہ گنگ دریا کہاں سے نکلا۔ اس نے کہا کہ سنگ یعنی پتھروں سے مراد پہاڑ ہیں۔ پیش کار نے مولوی صاحب سے بیان کیا۔ فرمایا کہ میں نے تو صرف قافیہ ملا دیا تھا بس یہی حالت ہے ان رموز کی ایک شخص ایسے ہی اہل رموز میں سے کانپور آیا اور وعظ میں یہ بیان کیا کہ اللہ تعلیٰ عالم الغیب نہیں پھر کہا کہ آپ لوگوں کو بڑی وحشت ہوئی ہوگی مگر شرح سنو بتلاؤ خدا سے کون سی چیز چھپی ہوئی ہے جب کوئی چیز ان سے غائب نہیں تو عالم الغیب کہاں ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ واہیات خرافات یہ رموز ہیں اور سنئے ایک بات تھوڑا ہی ہے بہت رموز ہیں اور عجیب عجیب ہیں ایک صاحب الرموز کہتے ہیں کہ خدا نے تو ارواح کو فرمایا تھا بنگ بوزہ مولویوں نے نماز روزہ سمجھ لیا ایک جاہل درویش نے والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کا ترجمہ کیا تھا اے نفس تیری یہی سجا (سزا) ایسے ایسے رموز اور حقائق ہیں استغفر اللہ۔

(۳۵۷) شیطانی اور نفسانی تاویلات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو ویسے تو اپنی غلطی کی کچھ خبر نہیں ہوتی جب میں ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں تب اپنی حرکت کو محسوس کرتے ہیں اور ندامت ہوتی ہے۔ کثرت سے

یہ غلطی کرتے ہیں کہ صاف بات نہیں کہتے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ان لوگوں کو تعلیم نہیں ہوئی اور میں کہتا ہوں کہ یہ تکلفات تعلیم ہی کی وجہ سے ہیں مگر تعلیم فاسد ورنہ فطری امر ہے کہ آدمی صاف بات کہہ دے۔ دیکھئے چھوٹے بچے آتے ہیں صاف کہہ دیتے ہیں کہ بخار کا تعویذ دے دو سو ان کو کون سی تعلیم ہوتی ہے بلکہ جن بچوں کو گھر سے پڑھا کر بھیجا جاتا ہے کہ جا کر ادب سے بیٹھنا بولنا مت جو پوچھیں اس کا جواب دینا وہ بھی آکر گڑبڑ کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آج کل کی تعلیم ہی نے فطرت کو برباد کیا ہے۔ بعض ہوشیار آتے ہیں مواخذہ پر کہتے ہیں کہ اجی بولا نہیں جاتا۔ میں کہتا ہوں کہ جس قدر بولے ہو یہ کیوں بولے بلکہ اصل مقصد کے اظہار کرنے پر جس قدر بولتے اس سے زائد بول لیتے ہیں اور کام کی بات کو ادھوری ہی رکھتے ہیں۔ پوری بات کہتے ہوئے سر کٹتا ہے یہ سب شیطانی حرکتیں ہیں شیطانی اور نفسانی تاویلیں ہیں بس یہ رنگ ہو رہا ہے اب وہ شخص بیعت کی درخواست لے کر پھر آیا تھا جس نے کل میری اس اجازت پر کہ جو کہنا ہو کہہ لو یہ کہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے۔ اب بتلایئے میں ایسے مہمل کو کس طرح بیعت کر لیتا۔ یہی صیغہ کافی ہے اس کا اہمال سمجھنے کے لئے طریق میں داخل ہونے کے لئے ادنیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ طلب ہو۔ کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ کا شکر ہے۔ ایسی بات ساری عمر نہیں سنی تھی بڑی جہالت پھیل رہی ہے اکثر تو سمجھانے پر بھی وہی حرکت رہتی ہے اس کی کیا تاویل کی جائے۔

(۳۵۸) مریدوں کی کمی کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ بس جی میری قسمت میں مرید ہی کم ہیں۔ ایسے سخت گیر کا کون مرید ہو اور ان کی یہ رائے ہے بھی ٹھیک اور اس حالت میں وہ تو کہتے ہیں کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا دونوں معذور ہیں۔

(۳۵۹) اشاعت طریق کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے مجھ پر توقف بیعت میں اعتراض کرتے کہ اس طریق کی اشاعت کم ہوتی ہے سو یہ تو ٹھیک ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق پر حریص ہونا چاہیے۔ جیسا بزرگوں نے تصریح کی ہے مگر کیا بیعت کرنے کو اشاعت طریق کہتے ہیں۔ اشاعت کہتے ہیں

اعلان طریق کو تو محض بیعت کرنا اشاعت طریق نہیں یہ تو ان ہی غلطیوں میں سے ہے جن میں لوگوں کو ابتلا ہے اور یہ سب حقیقت کی بے خبری کی بدولت ہے اب میں جو حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہوں میں ہی برا ہوں بیعت متعارفہ تو بعض برکات کے لئے ہے چنانچہ ایک برکت وہ ہے جس کو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں تو اس نیت سے بیعت کرتا ہوں کہ پیر و مرید میں سے اگر ایک کی بھی نجات ہو گئی تو مرحوم اپنے ساتھ مغضوب کو جنت میں لے جائے گا سبحان اللہ۔ ایسی نیت تو سنی ہی نہیں سو بیعت تو مثلاً اس لئے ہے یہ اشاعت طریق نہیں ورنہ بعضے مسلم بزرگ اس میں دیر نہ کرتے چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے یہاں دونوں رنگ ہیں کبھی حاجی صاحب کا اور کبھی حافظ صاحب کا۔ ایک شخص حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار فرمادیا بے حد اصرار کیا رویا پیٹا مگر حضرت انکار ہی فرماتے رہے بعد میں معلوم ہوا کہ خفیہ پولیس کا افسر تھا یہ حضرت کی فراست تھی اور فراست صادقہ کشف سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کشف تو ناز سے بھی ہوتا ہے یعنی اشغال وریاضات سے حرارت اور اس سے لطافت ادراک حاصل ہوتی ہے اور فراست مومن کے نور ہی سے ہوتی ہے حضرت کی فراست کا ایک واقعہ یاد آیا۔ دو شخص آدھی رات کے قریب آپ کی خدمت میں آئے کہ یہ روپیہ ہے اس کو مجاہدین سرحد کے پاس پہنچا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ نکالو ان بے ہودوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دو افسر انگریز تھے۔ امتحان کرنے آئے تھے کہ ان کا کچھ تعلق ان مجاہدین سے ہے یا نہیں حضرت کی ہر بات میں ایک عجیب نور ہوتا تھا۔

(۳۶۰) اسرار باطنی کے اخفاء کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسرار باطنی کے اخفاء کی بڑی زبردست تاکید ہے جیسے اپنی دلہن اغیار کو دکھلانے میں غیرت آتی ہے اسی طرح اس میں غیرت آتی ہے یہ اسرار عرائس باطنی ہیں۔

(۳۶۱) منازل مناجات مقبول بدعت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مناجات مقبول جو سات منزل ہیں یہ روزانہ کی سہولت کے لیے ایسی تعیین میں بدعت کی کیا بات ہے جس پر کھٹک ہو یہ تو سہولت کے لئے ایسا کیا گیا آخر

قرآن شریف کے پارے ہیں اوقاف ہیں اور اس کو مدون کیا گیا ہے یہ کون سی حدیث میں آئے ہیں پس بعض تقییدات کو جو منع کیا جاتا ہے وہاں عوام سہولت کی مصلحت کی حد سے متجاوز ہو کر اعتقاد لزوم تک پہنچ گئے تھے اس کے انسداد کے لئے انتظام کیا گیا اور انتظام میں عادۃ سختی ہو ہی جاتی ہے بدوں سختی کے پورا انتظام مشکل ہو جاتا ہے پھر اس انتظام میں بعض کو ایسا غلو ہو گیا ہے کہ بہت سے مباحات کو اعتقاداً حرام سمجھ گئے۔ غرض جانبین میں افراط تفریط ہو گیا اس لئے تصوف ایک مختلف فیہ چیز بن گئی۔ ورنہ اگر حدود میں اعتدال رہے تو مسائل تصوف میں کوئی منصف کلام نہیں کر سکتا چنانچہ ایک میرے دوست حج کو گئے تھے انہوں نے ابن سعود شاہ نجد و حجاز سے ملاقات کی اور میرا رسالہ الشرف جو تصوف میں ہے ان کے سامنے پیش کیا اس کو پڑھ کر کہا ہذا ایوافقنا میں نے لکھا کہ اب بھی یہ نہ کہا کہ نحن نوافقہ۔

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دو شنبہ

(۳۶۴) اسرار کے درپے ہونا بھی بے ادبی ہے

ایک صاحب نوجوان یہاں پر تشریف لائے تھے عالم آدمی تھے ان کو اس سے انقباض تھا کہ کافروں کو ابد الاباد کے لئے جہنم میں بھیجا جائے گا رحمت اس کو کیسے گوارا کرے گی دیکھئے آج کل ان بے کار چیزوں میں سوچ ہے فکر ہے اور جو کام کی بات ہے وہ ایک بھی نہیں آخر ان تحقیقات میں پڑتے کیوں ہو جو حکم ہے اس کو کرتے رہو اسرار کے درپے ہونا بھی بے ادبی ہے۔ دیکھئے اگر ہمارا کوئی نوکر گھر کے اسرار معلوم کرنا چاہے اور بدوں اسرار بتلائے ہماری تجویزوں کو قبول نہ کرے تو نہ تو خود اس پر جوش آتا ہے کہ اس سے اسرار بیان کریں اور اگر وہ اس کی درخواست بھی کرے تو دو چار تھپڑ تو لگا دیے جائیں گے مگر اسرار نہیں بتلائے جاتے۔ اس طرح سے اپنی راؤں کو دخل دینا یہ سب شیطانی اور نفسانی حرکات ہیں اس نے بھی یہی کہا کہ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ جس کا حاصل یہ تھا کہ اسی حالت میں سجدہ کا حکم کس حکمت سے ہے۔ دیکھو پھر کیا حشر ہوا اگر حق تعالیٰ چاہتے تو حکیمانہ جواب فرما سکتے تھے مگر یہ سمجھ کر کہ مخاطب کو تفتیش حکمت کا کیا منصب ہے حاکمانہ جواب فرمایا اُخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ اور حکمتیں اسرار علل کچھ نہیں بتلائے گئے۔ سو

ایسے فکروں میں انسان کیوں پڑے کہ مثلا "کافر جہنم میں ابد کے لئے کیوں جائیں گے۔ ایسے عبث فکروں میں پڑ کر انسان دوست کی مشغولی رہ جاتا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گرایں مدعی دوست بشناختے   بہ پیکار دشمن نہ پر داختے

مسلمان کا تو مذہب یہ ہونا چاہیے کہ جن سے انکی صلح ہماری بھی صلح جن سے ان کی جنگ ہماری بھی جنگ اس صلح و جنگ کے علل کیوں ڈھونڈتے جاتے ہیں اسی طرح ان امور میں بلکہ خود اپنے متعلق بھی تجویز اور رائے کیوں لگائی جاوے اسی کو فرماتے ہیں۔

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست   کفر ست دری مذہب خود بینی و خود رائی

(۳۶۳) عقل اور اکل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ایک روپیہ ایک عقل دو روپیہ دو عقل تجربہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے۔ تجربہ تو یہ ہے کہ روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہو جاتا ہے اور یہ خود اہل اموال کی اقراری ڈگری ہے وہ اس کے مقر ہیں اور عام طور سے زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشا ہوتا ہے تو اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہوں تو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اور جب ایک چلو شراب میں آدمی الو بن جاتا ہے تو دس بوتلوں میں عقل کہاں اس لئے یہ مقولہ تجربہ کی بناء پر محض غلط ہے عقل سے پیسہ کا کیا تعلق۔ ہاں بجائے عقل کے اگر یوں کہا جائے پیسہ پاس ہونے سے اکل بڑھتا ہے تو بالکل مناسب ہے آج کل عقل کہاں اکل ہے عاقل کہاں آکل ہیں کہ ہر وقت پیٹ کی فکر ہے اس کا نام رکھا ہے کہ عاقل ہیں۔

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(۳۶۴) زمزم شریف کا احترام ضروری ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دم کئے ہوئے پانی کو غسل کے پانی میں ملانا اس سے احترام میں تو کوئی فرق نہ آئے گا۔ فرمایا کہ اس کا احترام اس درجہ ضروری نہیں البتہ جو پانی اپنی ذات میں محترم ہو اس کا احترام ضروری ہے جیسے زمزم شریف اس کا احترام ضروری ہے۔ اس سے استنجاء وغیرہ ممنوع ہے۔

(۳۶۵) فتح و نصرت کا مدار مرضیات الٰہی پر چلنے میں ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فتح و نصرت کا مدار قلت اور کثرت پر نہیں وہ چیز ہی اور ہے۔ مسلمانوں کو صرف اسی ایک چیز کا خیال رکھنا چاہیے یعنی خدا تعالیٰ کی رضاء پھر کام میں لگ جانا چاہیے اگر کامیاب ہوں شکر کریں ناکامیاب ہوں صبر کریں اور مومن تو کبھی حقیقتہً ناکامیاب ہوتا ہی نہیں گو صورۃً ناکام ہو جاوے اس لئے اجر آخرت تو ہر وقت حاصل ہے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ساٹھ ہزار کے مقابلہ کے لئے تیس آدمی تجویز کئے تھے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امت محمدیہ کو ہلاک کراؤ گے تب ساٹھ آدمی تجویز کئے یعنی ایک ہزار کے مقابلہ میں ایک آدمی۔ قلت و کثرت کی طرف ان حضرات کا خیال نہ تھا۔

(۳۶۶) ذہانت بھی عجیب چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب ہے۔ ایک ریاست میں تنخواہ میں روپیہ کی جگہ ملازموں کو صرف چنے ملتے تھے ایک مولوی صاحب جو بڑے شوخ اور ذہین تھے وہ ریاست کی مسجد میں تنخواہ دار امام تھے ان کو بھی چنے ملے انہوں نے کیا کیا کہ سویرے سے نماز پڑھتیں اور بیٹھ جاویں مقتدی آویں اپنی اپنی پڑھ کر چلے جاویں بالآخر لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ کیا ہے آپ وقت مقرر سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں مقتدیوں کو جماعت نہیں ملتی کہا کہ چنے کھانے کی وجہ سے دیر تک وضو نہیں رہتا۔ مقتدیوں نے مل کر نواب صاحب کو عرضی دی کہ مسجد میں جماعت نہیں ہوتی۔ امام صاحب کو یہ عذر ہے کہ ان کو چنے نہ دیے جائیں جب سے ان کو تنخواہ میں نقد روپیہ ملنا شروع ہوا عجیب تدبیر کی۔

(۳۶۷) تنعم میں اکثر حدود محفوظ نہیں رہتیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تنعم اور تعیش کا اکثری خاصہ ہے کہ حدود محفوظ نہیں رہتے۔ ہاں اگر تنعم کے ساتھ دین ہو اور کسی کامل کی صحبت میسر آگئی ہو تب تو حدود کا خیال رہتا ہے اس لئے کہ اس سے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ قلب میں رسوخ ہو جاتا ہے۔

(۳۶۸) حکومت کا اثر سب پر ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین کے اعتبار سے حکومت جس قسم کی ہوتی ہے اس کا اثر

کم و بیش سب پر ہوتا ہے بھوپال میں ایک مسلمان ایک ہندو صراف کے یہاں کوئی زیور خریدنے پہنچے جب معاملہ پر گفتگو ہوئی تو وہ ہندو صراف کہتا ہے کہ میاں یہ صورت بیع کی تو شریعت میں ناجائز ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ یوں کرو حضرت عمر فاروقؓ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید فروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درسگاہ بنادیا تھا اس لئے کہ سب خریداروں کو ان ہی سے سابقہ پڑتا تھا عجیب فراست ہے۔

(۳۶۹) پیر بھائیوں کی محبت کی عجیب مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بھائیوں میں آپس میں زیادہ محبت ہونا چاہیے اس لئے کہ محبت کا مدار ہے بے غرضی پر اور بے غرضی اس طریق والوں میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور یہ سب ہوتا ہے اثر شیخ ہی کا کیونکہ وہ اصل ہے اور اس کے ساتھ وابستگی کی ایسی مثال ہے جیسے جڑ اور شاخوں میں تعلق ہوتا ہے۔

(۳۷۰) بادام اور بے دام

ایک طبیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر بادام کھاویں تو زیادہ مفید ہوں فرمایا کہ بادام بھی اللہ تعالیٰ نے بے دام دے رکھے ہیں۔

(۳۷۱) اصل رعب عظمت سے ہوتا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل رعب وہ ہے جو عظمت سے ہو اور محض غصہ سے جو رعب ہوتا ہے وہ رعب نہیں وحشت ہے۔ اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہ نقصان نہ پہنچادیں اور عظمت کے ساتھ جو رعب ہوتا ہے اس میں ایک محبوبانہ شان ہوتی ہے۔ دلکشی ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے غصہ کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ہم کو غصہ پر پیار آتا ہے

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد ہیبت کی یہ حالت تھی کہ اگر خود کلام میں ابتداء فرماتے تو دوسروں کی ہمت کلام کرنے کی ہو جاتی تھی ورنہ بڑے بڑے ویسے واپس ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمت نہیں ہوئی کلام کرنے کی یہ خداداد بات ہوتی ہے۔ یہ باتیں بنائے نہیں بنتیں سب خدا کی طرف سے ہے اور اصل تو یہ ہے کہ رعب اور ہیبت میں کیا رکھا ہے

بندہ بن کر رہنا چاہیے خواہ رعب ہو یا نہ ہو فرعون بن کر نہیں رہنا چاہیے اگرچہ اس سے رعب ہی ہو۔

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(۳۷۲) ایک نووارد کی بے حسی

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے اور سلام کے بعد مصافحہ کر کے چل دیئے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ جس کو لوگ اپنے نزدیک بزرگ سمجھتے ہیں اس کو بے حس اور بت سمجھتے ہیں۔ یہ کیا حرکت ہے کہ مصافحہ کر کے چل دیئے جیسے کوئی وحشی دیوانہ پاگل ہوتا ہے۔ نئے ادمی کے متعلق طبعی طور پر انتظار ہوتا ہے کہ کون ہیں کہاں سے آئے کچھ نہیں لوگوں کے اخلاق ہی خراب ہو گئے۔ دوسروں کو تو بد خلق کہتے ہیں اور اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہریات اور حرکات سے مطلب ان لوگوں کا یہ ہوتا ہے کہ دوسرا ہمارے تابع ہو کر رہے اگر یہ بتلادیں تو سن لے اگر نہ بتلائیں تو اسی پر راضی رہے۔

(۳۷۳) اپنے کام میں لگنے کی ضرورت

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اپنی معتقد ایک جماعت کی شکایتیں لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ دعاء کر دیجئے کہ یہ لوگ مجھ سے برگشتہ ہو جائیں۔ میں نے لکھ دیا کہ برگشتگی تو تمہارے اختیار میں ہے اپنی برگشتگی عملاً" ظاہر کر دو وہ خود برگشتہ ہو جائیں گے پھر فرمایا کہ یہ فکر بھی عبث اور لا حاصل ہے۔ نہ اس کی فکر چاہیے کہ کوئی اپنا بنے اور نہ اس کی کہ کوئی بے تعلق رہے۔ اپنے کام میں مشغول رہے۔

(۳۷۴) ایک صاحب کے قلب و دماغ ماؤف ہونے کا شبہ

ایک صاحب کی طویل تحریر آئی جس میں اپنے قلبی حالات اور کیفیت لکھی تھی جس سے شبہ قلب و دماغ کے ماؤف ہونے کا ہوتا تھا اس پر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ پہلے اپنی نبض اور قارورہ کسی طبیب کو دکھلادو اگر وہ دیکھ کر کہہ دے بلکہ لکھ دے کہ تمہارا قلب اور دماغ سالم ہے تو پھر اپنے حالات لکھو جب جواب ملے گا۔ اس پر فرمایا کہ وہ ان کیفیات سے

سمجھے ہونگے کہ ولایت مل گئی کبھی دماغ کی یا قلب کی خرابی سے بھی ایسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سب باتیں تجربہ پر موقوف ہیں۔

(۳۷۵) بیداری کی حالت درست کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ عبث اور فضول میں زیادہ مبتلا ہیں آج کل خوابوں کی اس قدر بھرمار ہے کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ مجھ سے جب کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا ہے اکثر شعر لکھ دیتا ہوں کہ۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم　　چو غلام آفتابم ہم زآفتاب گویم

بیداری کی حالت درست ہونی چاہیے خواب میں کیا رکھا ہے۔

(۳۷۶) حضرات چشتیہ کی عشقی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیہ حضرات کی شان عشقی ہے ایک آگ ہے ان کے اندر جلتے بھنتے رہتے ہیں گو بظاہر ہنستے بولتے ہیں میں تو ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسے توا ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر دیکھو پتہ لگ جائے گا کیسا ہنستا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ چشتیہ کی کیفیت جیسے شراب کا نشہ اور نقشبندیہ کی کیفیت جیسے افیون کا نشہ۔ شراب حار ہے افیون بارد عجیب مثال ہے'

(۳۷۷) جی لگنے کا انتظار عبث ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کام ضروری ہیں ان کو کرنا چاہیے خواہ جی لگے یا نہ لگے یہ تو حالت ہی بری ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جاوے۔ کیا اپنے جی کی پرستش کرتے ہو اپنے جی کے بندہ ہو۔

(۳۷۸) الٹے پاؤں چلنے کی مذمت

ایک صاحب مجلس میں سے اٹھ کر پچھلے پیروں ہٹ کر چلے اس پر فرمایا کہ میاں آدمی کی طرح چلو یہ ریل کی طرح آگے پیچھے کیوں ہو رہے ہو۔ اس پر فرمایا کہ جو لوگ پچھلے پیروں ہٹتے ہیں مجھ کو تو اس حرکت سے اس قدر گرانی ہوتی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا نہ معلوم قبلہ سمجھتے ہیں یا کیا یہ سب پیرزادوں کی بگاڑی ہوئی رسمیں ہیں ایسی حرکت سے بڑی ہی جی الجھتا

ہے

(۳۷۹) بات کرنے کا ادب

ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا۔ فرمایا کہ ادھوری بات سمجھ میں نہیں آئی دوبارہ پھر تعویذ کو کہا اور نام نہیں لیا کہ کس چیز کا تعویذ۔ تیسری مرتبہ کہا کہ اوپرا اثر کا تعویذ دے دو دریافت فرمایا کہ جب تعویذ لکھا تھا تو اوپرے اثر کا نام لیا تھا۔ پھر میں کس چیز کا تعویذ دیتا یہ تعلیم کا اثر ہے مطلب تو تعلیم کرنے والے کا یہ تھا کہ فضول بات مت کرو۔ ادھوری بات نہ کہو پوری بات کہو۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ضروری بات بھی نہ کہو یہی ادب ہے ایک بات ہو تو اصلاح کی جائے۔

(۳۸۰) شیخ کا تعلق بھی نازک ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے۔ ایسا ہی شیخ کا تعلق بھی نازک ہے کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے بدوں مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا یہ اعظم شرائط ہے اور یہی مناسبت پل صراط ہے۔ ایک صاحب نے بہت عرصہ تک خط و کتابت کی اور ہر خط میں بیعت کی درخواست کی مگر میرا جی قبول نہ کرتا تھا آخر بہت سی کھود کرید کے بعد چور نکلا ایک خط میں لکھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے مزاج میں سختی ہے کیا اس خیال کے ساتھ نفع ہو سکتا ہے اب بتلایئے میں مرید کر لیتا اور اس کے بعد یہ خط آتا کتنا رنج ہوتا۔ بعض چیزیں ذوقی اور وجدانی ہوتی ہیں پہلے سے انقباض کی دلیل کیا بیان کی جاوے اس کا کوئی کیا انتظام کر سکتا ہے۔ میں نے لکھ دیا کہ کہیں اور جگہ اصلاح کا تعلق پیدا کر لو مجھ سے تو تم کو نفع نہ ہو گا۔ اعتراض اور نفع دونوں متضاد چیزیں ہیں۔

۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(۳۸۱) شاہ لال والی مسجد کی مرمت کا قصہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاہ لال والی مسجد میں لکڑیوں کی چھت ہے جو بوسیدہ حالت میں ہے اس کے سو روپیہ جمع ہیں اب ڈاٹ کا ارادہ ہے حضرت کی اجازت کی ضرورت ہے فرمایا کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں متولی نہیں منتظم نہیں میں اجازت کے معنی نہیں سمجھا۔ عرض

کیا کہ ضرورت تو ہے۔ فرمایا جو بات دل میں ہے صاف کہو۔ عرض کیا کہ برکت کے لئے اجازت کی ضرورت ہے' فرمایا کہ اس کو اجازت کیوں کہتے ہو دعاء کہو مگر بات اب بھی صاف نہیں ہوئی میں دعاء کروں گا لیکن آپ کو جو دلی مقصود ہے وہ اب بھی صاف ظاہر نہ ہوا صاف بات کہیے ایسی گول مول بات سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے کیا صبح ہی صبح تکلیف دینے آئے ہو عرض کیا کہ جتنا مادہ یعنی سلیقہ تھا عرض کر دیا۔ فرمایا کہ اب تو بتلا دیا کہ دعاء اور چیز ہے اور اجازت اور چیز ہے۔ دعاء کرنے کا وعدہ کرتا ہوں اس کے علاوہ تو کوئی اور رہتا نہیں۔ عرض کیا گیا اگر ان سو روپیہ میں ڈاٹ نہ لگی یا پوری نہ ہو سکی تو حضرت بھی اس میں امداد فرما دیں۔ فرمایا کہ اب بتلایا کہ اس گول بات کا مطلب کیا تھا کہ اجازت دے دیجئے اگر کمی رہتی تو آکر کہتے کہ آپ ہی نے تو اجازت دی تھی اس میں پچاس روپے کی کمی ہے اور ایک گول بات کہہ کر ایک مسلمان کو دھوکا دینا ہے اور اس کو تکلیف میں ڈالنا ہے اگر میں کھود کرید نہ کرتا تو کیا یہ مطلب معلوم ہو سکتا تھا جو اس وقت ظاہر ہوا کہ جب کمی رہتی میرے سر پر جن کی طرح آکھڑے ہوتے کہ لاؤ یہ کمی ہے کیا یہ دھوکا نہیں ہے لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں اس واقعہ کو دیکھیں اور فیصلہ کریں تب حقیقت معلوم ہو کیا مجھ کو علم غیب ہے۔ اس حماقت کی کوئی حد ہے دھوکا دے کر اجازت لینا علاوہ کمی خرچ کے کل کوئی اور بات تعمیر کے متعلق ہو جاتی بعض مرتبہ جھگڑے وغیرہ ہو جاتے ہیں ان کے پاس تو کہنے کو یہ بات ہو جاتی ہے کہ آپ نے ہی تو اجازت دی تھی اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو فوراً احتمالات مستحضر ہو جاتے ہیں ورنہ نہ معلوم یہ لوگ کیا گڑ بڑ کریں اگر مادہ اور سلیقہ نہ تھا تو یہ چالاکی کی ترکیب کیوں بنا کر لائے تھے کیا مجھ کو خدانخواستہ دینی خدمت سے انکار ہے اور کون مسلمان ایسا ہے جس کو انکار ہو۔ مگر بات صاف تو ہو۔ ابھی ایک مسجد کے لئے کہا گیا میں نے کہنے والے سے پرچہ لے کر یادداشت میں رکھ لیا اب فکر ہے کہ اگر گنجائش ہو تو امداد کر دوں گا مگر یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ صاف بات رہی ہی نہیں۔ ہر چیز میں مکاری اور چالاکی پیدا ہو گئی ہے۔ دوسرے شخص کو گدھا اور بے وقوف بنانا چاہتے ہیں اللہ کے فضل سے انہیں ہی ٹھیک بنا کر نہ چھوڑوں یہ بھی کیا یاد رکھیں گے۔ ان کی نبضیں میں بحمد اللہ خوب پہچانتا ہوں۔ مجھ کو اللہ نے ان کی نبض شناسی عطاء فرمائی ہے۔ خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کی تو اچھی طرح سے خدمت کی جاتی ہے یہاں آکر تمام ڈگریاں کافور ہو جاتی ہیں

اور تمام بے دار مغزیاں اور لسانی ختم ہو جاتی ہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں میرا جی تو یوں چاہتا ہے کہ تمام قصبہ کی مسجدوں کی از سر نو مرمت کرادوں۔ مگر میرا معمول یہ ہے کہ میں اپنے ذمہ تو کوئی کام رکھتا نہیں نہ دوسرے کے بھروسہ دیتا ہوں مگر فکر ذمہ داروں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

۷ا جمادی الثانی ا۵۳اھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(۳۸۲) ایک حجام کی بے اصولی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کل ایک نائی گنگوہ سے آیا تھا ایسی بے ہودگیاں لوگ کرتے ہیں وہ پشت کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کون صاحب ہیں تب سامنے آیا اور ایک پرچہ دیا اس وقت تک میں نماز سے بھی فارغ نہ ہوا تھا۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا اس وقت لالٹین بھی روشن نہ تھی پھر یہ بھی نہیں بتلایا کہ مجھ کو فلاں شخص نے بھیجا ہے۔ بہت لوگ آتے ہیں پرچہ لاتے ہیں ان کی اپنی حاجت ہوتی ہے اس لئے اس میں دوسرے وقت آنے کو کہہ دیتا ہوں مگر میں نے کہا کہ اب تمہارے لئے لالٹین جلاؤں پھر پڑھواؤں کیونکہ اس وقت کا جلانا محض اسی کی ہی ضرورت سے ہوتا ہے پھر یہ سلسلہ لامتناہی بھی تو ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی آجائے پھر جلاؤں بس میں اسی کا ہو رہا غرض وہ شخص بے بتلائے چلا گیا اور پھر صبح بھی نہیں ملا ایسے ایسے کوڑ مغز اور بد فہم لوگ دنیا میں آباد ہیں۔ خدا معلوم عقلیں کیا ہوئیں نہ کوئی اصول ہیں نہ قاعدہ۔ سب ایک ہی مرض کے شکار ہو رہے ہیں نہ معلوم وہ مدرسہ ہے کہاں جہاں یہ بے اصولی کی تعلیم پا کر آتے ہیں۔

(۳۸۳) اپنی نسبت عالی خاندان کی طرف کرنا حب جاہ ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو بعض لوگوں کا خیال فاسد ہے کہ خواہ مخواہ متعارف شریفوں پر شبہ کرتے ہیں کہ یہ چھوٹی قوموں کے لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ یہ تو ظاہری الزام محض کہنے کے لئے ہے باقی اصل بات اور ہے وہ یہ ہے کہ یہ الزام دینے والے خود مرض جاہ میں مبتلا ہیں۔ اسی لئے اپنے اصلی نسب سے اعراض کر کے اونچی قوموں میں شریک ہونا چاہتے ہیں پھر باتیں جس قدر کرتے ہیں سب متضاد۔ ایک طرف تو کہتے

ہیں کہ حسب نسب کوئی چیز نہیں سب نسل آدم سے ہیں دوسری طرف عالی خاندان بننے کی کوشش ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حسب نسب کوئی چیز نہیں تو پھر علونسب کی کوشش کے لئے یہ شور غل کیسا۔ بس رہو جو ہو پھر تم اس طرف کیوں آنا چاہتے ہو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ بعضی صدیقی بن گئے بعضے انصاری بن گئے بعضے زبیری بن گئے۔ بعضے قریشی بن گئے۔ بعضے کہتے ہیں کہ ہم حسین بن منصور حلاج کی اولاد سے ہیں۔ کیا خبط سوار ہوا ہے اور اگر شرف نسب کوئی چیز ہے تو پھر سب قوموں کی مساواۃ کا دعوی کیوں کیا جاتا ہے ایک مولوی صاحب نے انصاریت کے نئے مدعیوں کے جواب میں عجیب بات کہی کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ سب قوموں کا عدد بڑھ جائے گا اور انصار کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایسے رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک اور یہ مدعی خود اپنی تعداد سب قوموں سے زیادہ بتلاتے ہیں سو اس حدیث سے خود اس دعوے کی حقیقت منکشف ہو گئی یہ تو نسبت کے متعلق ہے باقی اگر اس دعوی سے یہ مقصود ہے کہ بعضی خاصیتیں بعض قوم کی مشہور ہو جاتی ہیں ان سے بچنے کے لئے یہ کوشش کی جاتی ہے تو محض عبث ہے اس لئے کہ ایسی خاصیتیں تو قریب قریب سب قوموں کی مشہور ہیں اور وہ قومیں بے تکلف ان خاصیتوں کا خود تذکرہ کرتے ہیں اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھتا چنانچہ میں خود اپنی قوم کو خاص اور عام جلسوں میں کہا کرتا ہوں اور عام طور سے دوسرے شیخ زادے بھی کہ شیخ زادوں کی قوم بڑی فطرتی ہوتی ہے کہ اگر یہ ولی بھی ہو جائیں تب بھی تھوڑا بہت اثر رہتا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر ساری دنیا مل کر ایک جلسہ منعقد کریں اور اس میں رزولیشن پاس کریں کہ ہم کو فطرتی نہ کہو تب بھی لقب مٹ نہیں سکتا سو ایسی بات کی فکر ہی عبث اور فضول ہے بلکہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے امور میں لوگ جس قدر کوشش کر رہے ہیں ان کے عیوب کا زیادہ چرچا ہوتا ہے تو گویا اپنے عیوب کو خود ظاہر کرتے ہیں۔ سمجھنے والے سب سمجھ جاتے ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ جو چیز غیر اختیاری ہے وہ عیب بھی نہیں اس کے مٹانے کی فکر ہی عبث ہے جس کو اللہ نے جیسا پیدا کر دیا ویسا ہو گیا۔

(۳۸۴) کفائت فی النسب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حجتہ اللہ البالغہ میں کفائت کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے کہ شاید کسی نے اس عنوان سے نہ لکھا ہوگا ایک حدیث اذا خطب

احد کم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنتہ فی الارض وفساد عریض نقل کر کے لکھتے ہیں ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مت دیکھو کہ بہت حسین بھی ہے یا نہیں زیادہ مال بھی ہے یا نہیں۔ یہ نہیں کہ کفائت بھی کوئی چیز نہیں یہ تو فطری امر ہے۔ شریعت کبھی ایسی چیز کو مہمل نہیں چھوڑ سکتی اس میں ردوقدح کرنا قتل سے بھی زیادہ اشد ہے اور سب آدمی اپنے اپنے درجات پر ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو منع کردوں گا کہ وہ غیر کفو میں نکاح نہ کریں اھ یہ مضمون تحت عنوان الحیٰت وما یتعلق بہا مذکور ہے اقول لیس فی ھذا الحدیث سے شروع ھو کر سبب الصلاح الدین پر ختم ہوا اور عنوان مذکور کے بعد متصل ذکر العورات کے تحت میں کفائت کے اعتبار نہ کرنے کو قضاء شہوت خلاف سنت راشدہ فرمایا ہے اور فقہاء نے بھی دلائل نقلیہ کے بعد اعتبار کفائت کی حکمت میں اس کی تصریح کی ہے جیسا ہدایہ میں ہے انتظام المصالح بین المتکافیین عادۃ لان الشریفۃ تابی ان تکون مستفرشۃ للخسیس
بالخصوص کفائت فی النسب میں اس کی تصریح ہے لانہ یقع بہ التفاخر

(۳۸۵) ہر مساوات محمود نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شرفاء کے غلو کو بھی غالباً" اس میں دخل ہے کہ وہ بعض قوموں کی تحقیر کرتے ہیں اس لئے وہ دوسری معزز قوموں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ پہلے تو ایسا ہوتا ہوگا مگر اب تو مستحق ادب کا بے حد ادب کرتے ہیں کسی قوم کا کوئی عالم ہو اس کو سرہانا دیتے ہیں اب تو تہذیب کا اثر غالب ہے کوئی بے حرمتی یا تحقیر نہیں کرتا یہ مشاہد ہے۔ باقی یہ فرق کہ باپ کو بیٹا ایسے لہجے سے سلام کرے کہ سلام کے لہجے سے معلوم ہو جائے کہ سلام کرنے والا بیٹا ہے اس میں کونسا حرج ہے اور کون سی تحقیر کی بات ہے سو اگر دوسری قومیں عالی خاندان والوں کے ساتھ اس فرق کی رعایت رکھیں سو یہ تو تہذیب کی بات ہے مگر اب تو مساواۃ کا ہیضہ ہو گیا ہے سو اگر مساوات کے یہ معنی ہیں جو آج کل بیان کئے جاتے ہیں تو یہ خود صحیح نہیں اس لئے کہ آخر نوکر اور آقا میں تو فرق ہوتا ہی ہے حاکم اور محکوم میں فرق ہے۔ خاوند اور بیوی میں فرق ہے۔ باپ اور بیٹے میں فرق ہے۔ اس کو خود معترض

اپنے لئے بھی پسند کرے گا۔ استاد اور شاگرد میں فرق ہے پیر اور مرید میں فرق ہے۔ بادشاہ اور رعیت میں فرق ہے یہ تو فطری اور قدرتی چیزیں ہیں اس میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے ہر چیز کی حدود ہیں اگر یہ نہ ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ آخر کہاں تک مساوات کرو گے کل کوئی کہنے لگے کہ مجھ کو نبی نہ بنایا انکو نبی بنایا ہم بھی نبی ہیں۔ غیر نبی کیوں رہیں کیا جواب ہوگا۔ یہ مساوات مساوات کا سبق تو یاد کر لیا مگر حدود کی خبر نہیں جیسے ایک پرانا سبق ہے ترقی ترقی نہ اس کے حدود نہ اصول ہر ترقی جیسے محمود نہیں مثلاً بوجہ مرض کے کسی کے جسم کے اوپر ورم آگیا تو اس سے فربہی ہوئی جو بظاہر ترقی ہے مگر طبیبوں اور ڈاکٹروں سے اس کے ازالہ کی تدابیر کراتے ہیں۔ اور الٹا گھر سے فیس دیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں ایسے ہی ہر مساوات بھی محمود نہ ہوگی۔ غرض اگر غریب خاندان کا آدمی کسی عالی خاندان والے کو اس طرح سلام کرے جس سے فرق ظاہر ہوتا ہو تو اس میں حرج کیا ہے اور اس میں ذلت اور تحقیر کی کون سی بات ہے۔ مساوات جس معنی کر لیں لوگ چاہتے ہیں حقیقت میں وہ قدرت میں مداخلت ہے دیکھئے ایک کمزور ہے ضعیف ہے ناتواں ہے ایک پہلوان ہے ایک بیمار ہے ایک تندرست ہے ایک مالدار ہے ایک غریب ہے ایک بادشاہ ہے ایک رعیت ہے ایک باپ ہے ایک بیٹا ہے ایک استاد ہے ایک شاگرد ہے ایک پیر ہے ایک مرید ہے ایک مرد ہے ایک عورت ہے ایک جوان ہے ایک بوڑھا ہے ایک حسین ہے اور ایک بد شکل ہے ایک عالم ہے اور ایک جاہل ہے ایک گورا ہے اور ایک کالا ہے تو کرو مساوات کہاں تک کرو گے۔ اگر تمام کالے جمع ہو کر ایک کمیٹی قائم کر کے یہ رزولیوشن پاس کریں کہ گوروں سے مطالبہ کریں کہ ہم کو مساوات ہونا چاہیے ہم کالے کیوں تم گورے کیوں تو کیا جواب ہوگا جو ان کو جواب دو وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔

(۳۸۶) کفائت فی الدین

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل شادی کرنے میں اس کو کوئی نہیں دیکھتا کہ لڑکے میں دین بھی ہے یا نہیں ایمان بھی ہے یا نہیں اب تو اس کو دیکھتے ہیں کہ مال بھی ہے یا نہیں پھر چاہے بے ایمان ہو بد شکل ہو بد اخلاق ہو کچھ نہیں دیکھتے کہتے ہیں کہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ دو پیسے لڑکی کو کما کر کھلا سکے بس قصہ ختم اب چاہے وہ کما کر رشوت سے لائے

سود سے لائے چوری کر کے لائے جھوٹ بول کر غصب کر کے لائے کسی طرح لائے مگر لائے کوئی نہیں پوچھتا غرض دین لوگوں میں بہت ہی کم رہ گیا۔

(۳۸۷) ہر چیز کی حدود

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود اس کے کہ حضرت مولانا فانی محض تھے مگر اپنے ایک سمدہی سے ایک موقع پر صاف فرما دیا تھا کہ شیخ عبد القدوس ﷫ کی اولاد ہونے کی وجہ سے تم کو لڑکی دے دی ورنہ تم عجمی ہو نسب میں ہمارے برابر نہیں اور حضرت مولانا کا یہ فرمانا فخر کی راہ سے نہ تھا بلکہ ایک نعمت کا اظہار تھا اگر فخر ہوتا تو یہ شادی کیوں واقع ہوتی۔ یہ حضرات جامع ہیں ہر چیز ان کے یہاں حد پر رہتی ہے حدود سے باہر کبھی کوئی بات نہیں ہوتی یہ ان کی شان ہوتی ہے۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

(۳۸۸) اپنا حسب نسب تبدیل کرنا معصیت اور ذلت کا سبب ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب باتوں کو چھوڑیے دیکھنے کی ایک بات ہے وہ یہ کہ جو قومیں اپنے حسب اور نسب کو بدلنا چاہتی ہیں ان قوموں میں لکھے پڑھے لوگ بھی ہیں انہیں عار نہیں آتی کہ غیر آباء کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں۔ معصیت ہونے کے علاوہ اس سے زیادہ دنیا میں کون سی ذلت کی بات ہوگی۔

(۳۸۹) شرفاء کی شان

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے کہ متعارف شرفاء متکبرین ہیں وہ لوگ تو اب تک بھی کوئی دعویٰ نہیں کرتے بلکہ باوجود تواتر کے کہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ ہم صدیقی ہیں یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا انصاری اور جس شخص کو حقیقت حاصل ہوتی ہے اس کی یہی شان ہوتی ہے ان میں تصنع و تکلف نہیں ہوتا بس یہ رنگ ہوتا ہے۔

زیر بارند درختان کہ ثمر ہا دارند اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
نباشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند   دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(۳۹۰) اہل کمال کے ذہن میں جمود نہیں ہوتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر اسکو کمال سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ قلم ہاتھ میں اٹھا کر تمام مضمون کو لکھ جائے دوبارہ صاف کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ قاضی ارحم تھانوی کہتے تھے کہ ایک شخص ریاست بھوپال میں بڑے عہدہ داروں میں تھے وہ ایک ہی مضمون پر کئی کئی مسودہ لکھتے تھے اور اہل کمال میں ان کا یہ کمال مشہور تھا کہ ذہن ترقی کرتا ہے اس لئے تغیر و تبدل کثرت سے ہوتا ہے ذہن میں جمود نہیں عجیب بات ہے۔

(۳۹۱) پکی دوستی کی ایک علامت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بڑی دوستی اس کو سمجھا جاتا ہے کہ آپس میں کوئی ناگوار اور بے لطفی کی بات کبھی پیش نہ آئے اور مولانا حبیب الرحمن صاحب اور حافظ محمد احمد صاحب کی دوستی اور تعلق ضرب المثل تھی۔ اس پر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ان صاحبوں سے استفسار فرمایا کہ میاں تم دونوں میں کبھی رنجش بھی ہوتی ہے عرض کیا کہ ہوتی ہے فرمایا تو ان شاء اللہ تعالی تمہاری دوستی باقی رہے گی۔ دیکھئے یہ حضرات کیسے مبصر ہوتے ہیں جو چیز دوسروں کے یہاں نقص ہے ان کے یہاں کمال جو دوسروں کے یہاں کمال ہے وہ ان حضرات کے یہاں نقص بات یہ ہے کہ یہ حضرات حقیقت شناس ہوتے ہیں عارف ہوتے ہیں کیسی عجیب اور معنی خیز اور پاکیزہ بات فرمائی۔ بظاہر تو معمولی سی بات ہے لیکن حقیقت میں بڑی بات ہے کہ جب تک شکایت رہے دوستی باقی ہے کیونکہ شکایت اسی وقت ہوتی ہے جب تعلق کا باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور قطع تعلق کے بعد شکایت کو بے کار سمجھتے ہیں اسی سے کہا گیا ہے ویبقی الود مابقی العتاب ذوق کا شعر ہے۔

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے
بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

(۳۹۲) اصلاح کے لئے ڈانٹ ڈپٹ ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک زیادہ کرتا ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھے ہو جائیں گو عام لوگ اس کو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ دیکھئے جس لڑکے کو استاد ڈانٹا ڈپٹتا مارتا پیٹتا رہتا ہے سمجھ لو کہ اس کی طرف خاص توجہ ہے شفقت ہے اس کو کسی قابل بنانا چاہتا ہے یا باپ اپنی اولاد کو مارتا ہے تو کیا یہ بے تعلقی ہے کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر عاقل اور سمجھدار شخص یہی کہے گا کہ اس کو بنا رہا ہے سنوار رہا ہے ایک مولوی صاحب یہاں چندے مقیم تھے اور تھے بہت خوش وضع اور پر تکلف کبھی اصلاح کے لئے ان کو روک ٹوک کرتا ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو قرائن سے معلوم ہوا کہ ان کو ناگوار ہوتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ ہی کو کونسی غرض ہے میں نے اپنے طرز کو بدل دیا اور ان پر ظاہر بھی کر دیا بہت خوش ہوئے کہ میری تعظیم و تکریم ہونے لگی حالانکہ یہ رنج کی بات تھی۔ مگر سمجھدار اور فہیم شخص ہی کے لئے یہ سب کچھ ہے بدفہم کوڑ مغز کے لئے کچھ بھی نہیں۔

(۳۹۴) عالمگیر کا عدل و انصاف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض سلاطین تو سلطنتیں کیا کرتے ہیں منہ چڑھاتے ہیں سلطنت اور حکومت تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ کسی پر ظلم نہیں کیا عدل اور انصاف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا مظلوم کی ہمیشہ دادرسی کی کسی جگہ کی نسبت معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ کسی قابو یافتہ شخص نے یا راجہ نے کسی پر ظلم کیا خود تنہا غیر شناسا ہیئت میں پہنچتے اور تحقیق کرتے اور اس حاکم کے عین دربار میں سر پر تاج رکھ کر تخت پر پہنچ جاتے اور اس کا تدارک کرتے نہ فوج نہ پلٹن خدا داد رعب تھا ہیبت تھی حقیقت تو یہ ہے کہ سلطنت اور حکومت کرنا تو دینداروں ہی کا کام ہے جو سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے بے دینوں کا کام نہیں پھر اگر کہیں یہ بد دین مسلط ہوں تو اس کی وجہ سے کہا کرتا ہوں کہ ان بد دینوں میں کوئی خوبی نہیں جس کی وجہ سے ان کو سلطنت دی گئی بلکہ ہماری بد اعمالی اور ہمارے نقص کی وجہ سے سزا کے طور پر ہم پر ان کو مسلط کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ متبع شریعت متبع سنت تھے اس لئے وہ حدود سے تجاوز نہیں کر سکتے تھے جیسا ان کو بدنام کیا گیا ہے میں ان کے مزار پر گیا ہوں حیدر آباد دکن سے واپسی پر اتفاق ہو گیا۔ مزار پر وجداناً انوار معلوم ہوتے تھے اور یہ اتباع

سنت کی برکت ہے۔

(۳۹۴) ابراہیم ذوق کی ذہانت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے کہ ایک شخص کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو ایک شخص نے تاریخ نکالی داغ جگر۔ پھر دوسرے سال دوسرے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو کہا کہ داغ دگر جیم اور دال کے عدد میں ایک فرق ہے۔ ایک جنازہ جا رہا تھا آندھی بڑے زور سے آئی تو ایک شاعر نے مادہ تاریخ کہا کہ مٹی خراب۔ ایک صاحب دل بھی ساتھ تھے کہنے لگے کہ مسلمان کا جنازہ ہے ایسا نہیں کہنا چاہیے یوں کہو کہ مات بخیر اور لطف یہ ہے کہ اس میں بھی وہی تاریخ ہے کیونکہ حروف بالکل مشترک ہیں صرف ترتیب کا فرق ہے۔ ذوق جب مرنے لگے تو کسی نے کہا کہ اپنی تاریخ تو کہہ دو پھر کس سے نکلواتے پھریں گے یہ جان کندنی کا وقت تھا۔ برجستہ کہا کہ ہماری تاریخ تو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ پہلے ہی فرما گئے ہیں بلغ العلی بکمالہ کمال ہی کیا بہت ہی ذہین شخص تھا۔

(۳۹۵) سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شان تھی حضرت کی نسبت حضرت مولانا مظفر حسین نے فرمایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج کے بزرگوں میں سے نہیں یہ بزرگان سلف میں سے ہیں جیسے شبلی وجنید تھے حضرت والا مظفر حسین صاحب کاندھلوی حج کو تشریف لے گئے مدینہ جانا چاہتے تھے سخت بیمار ہو گئے ڈرے کہ اب مدینہ نہ جا سکوں گا شائد یہاں ہی مر جاؤں گا اور تمنا تھی مدینہ میں مرنے کی انہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا حضرت نے فرمایا کہ آپ مدینہ پہنچیں گے یہاں نہیں مریں گے اطمینان رکھیے۔ ایسا ہی ہوا یہ روایت قاری محمد علی خان صاحب جلال آبادی نے مجھ سے بیان کی۔ قاری صاحب حضرت کے مرید نہ تھے جو اس کا احتمال ہو کہ پیر سمجھ کر خوش اعتقادی سے بے تحقیق روایت کردی ہو۔

(۳۹۶) حضرت گنگوہی کی نرالی شان

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا ہمارے بزرگ تو سارے ہی نرالی شان رکھتے

ہیں ان کی معمولی باتوں میں نور ہوتا تھا ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ جامع مسجد دیوبند میں ہوا۔ ایک مضمون کے سلسلہ میں حضرت نے ایک مرتبہ کہا اللہ تمام مجمع ایک دم نیم بسمل کی طرح لوٹنے لگا۔ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگوری بھی موجود تھے جوش میں آکر کہتے ہیں کہ ہاں مولوی جی کبھی کبھی یوں کر دیا کرو یہی میری خواہش ہے اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف قاضی صاحب نے حضرت مولانا کو ایک بار مشورہ دیا تھا کہ توجہ بھی دیا کیجئے حضرت نے فرمایا کیا جانوں۔ عجیب و غریب زمانہ تھا جب یہ سب حضرات جمع تھے۔

(۳۹۷) بزرگان سلف کی یاد میں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کی آنکھیں ڈھونڈتی ہیں ۹۵ء کے اخیر سے اور ۹۷ء تک بہت بزرگ اٹھ گئے مولانا احمد علی صاحب۔ مولوی غوث علی صاحب۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ مولانا عبدالحی صاحب اور اب تو بالکل ہی میدان صاف ہے۔

(۳۹۸) برکت کیلئے یا فتاح کا ورد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگ اکثر برکت کے لئے خاص خاص محل ہو پر الفتاح لکھتے تھے اور معنی کے اعتبار سے مناسبت بھی تھی اکثر تعمیرات کے دو دروازوں پر لکھا دیکھا گیا ہے استاد بچوں کی تختی شروع کراتے وقت پہلے یا فتاح پڑھاتے تھے اب تو بہت کم دیکھا جاتا ہے میری ایک چھوٹی علاتی بہن تھی جو انتقال کر گئی ہے بہت ہی بچپن میں یہ پڑھتی پھرا کرتی تھی معلوم نہیں کس نے سکھلا دیا تھا یا فتاح بندی کا دل کھول دے۔ شیطان کی منڈی گردن توڑ دے۔

۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(۳۹۹) درخواست بیعت پر ادائیگی حقوق العباد کی تاکید

فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب بیعت ہونا چاہتے ہیں ان کا خط آیا تھا اس میں درخواست بیعت کی کی تھی میں نے لکھا کہ حقوق العباد تمہارے ذمہ کس قدر ہیں آج اس کا جواب آیا ہے فہرست لکھی ہے۔ اس پر فرمایا کہ دوسری جگہ وظیفہ بتلا کر قطب غوث بنا کر الگ کرتے۔ یہاں بال کی کھال نکالی جا رہی ہے عام طور سے لوگوں کو ان چیزوں کی فکر نہیں الا ماشاء اللہ

مشائخ خود بے چارے ان امراض میں مبتلا ہیں وہ دوسروں کی کیا اصلاح کریں گے جس کو خود راہ نہ معلوم ہو دوسرے کو کیا بتلائے گا۔

(۴۰۰) صحبت کاملین کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہیں ہوتے مگر طمع سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور میرا یقین ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میں کچھ روز رہے تو یہ طمع کا مادہ مغلوب ہو جائے گا پھر اس سے بھی مغلوب نہ ہو گا۔

(۴۰۱) علماء و مشائخ کے لئے تملق کی بدنامی سے تکبر کی بدنامی بہتر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر علماء و مشائخ نے خود ایسا طرز اختیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو ان کو نظر تحقیر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ ایسے طرز سے بحمد اللہ اجتناب رکھا ایک ثقہ شخص روایت کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن میں ایک رئیس کے پاس بیٹھا تھا اس رئیس کے پیر صاحب تشریف لائے ہیں اس رئیس نے یہ سن کر کہا کہ آلیا خبیث ڈاکو دنیا کو لوٹتا پھرتا ہے اور پھر دروازہ پر جا کر استقبال کیا اور بڑے احترام سے لا کر مسند پر بٹھلایا اور خود ایک طرف دو زانوں ہو کر بیٹھا اور معقول نذر دی جب وہ پیر صاحب چلے گئے پھر رئیس نے وہی الفاظ دہرائے کہ لوٹنے آیا تھا لوٹ کر لے گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے جب پوچھا آپ کے دل میں اعتقاد نہیں تو اکرام میں کیا مجبوری تھی کہنے لگا کہ وضعداری بس یہ وقعت ہے ایسے بے حیاؤں کی۔ یہ ان کی سزا ہے خود ذلیل ہوئے اور طریق کو ذلیل کیا شرم نہیں غیرت نہیں اب ان پر قیاس کر کے یہ امراء سب ہی علماء و مشائخ کی تحقیر کرنے لگے اس تحقیر سے ان سے بد تمیزی کی حرکات صادر ہوتی ہیں اور مجھ کو ان حرکات پر تغیر ہوتا ہے گو خود وہ حرکات معمولی ہی ہوتی ہیں سو مجھ کو جو ان لوگوں کی بعضی چھوٹی حرکات پر اس قدر اور جلد تغیر ہو جاتا ہے وہ اس حرکت کی منشاء پر ہوتا ہے کہ یہ ملازموں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں باقی ایسے امراء سے تعلق رکھنے کو میں منع نہیں کرتا جو دین اور اہل دین کا ادب کرتے ہیں مگر تملق کو ان کیلئے بھی منع کرتا ہوں۔ یہ تو ہرگز نہیں چاہیے خصوصاً علماء کو ان کے دروازوں پر جانا اور وہ بھی چندوں وغیرہ کے سلسلوں میں مجھ کو تو اس سے بہت ہی غیرت آتی ہے اور یہی طرز

اپنے بزرگوں کا دکھایا ہی پسند ہے گو بعضے اس کو تکبر سمجھتے ہیں مگر تملق کی بدنامی سے تکبر کی بدنامی میں مجھ کو لذت آتی ہے ان کو یہ تو معلوم ہوا کہ ہماری ضرورت نہیں یہ ہم سے مستغنی ہیں۔

(۴۰۲) حضرت حکیم الامت کا جمعہ کے دن تعویذ نہ لکھنے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ تھانہ بھون میں بزرگوں نے جمعہ کے دن کی پینٹھ اسی مصلحت سے رکھی ہے کہ اسی بہانہ سے دیہات کے لوگ جمعہ پڑھ لیں جب سودا وغیرہ لینے آئیں گے جمعہ بھی پڑھ لیں گے مگر مجھ کو ذوقاً یہ پسند نہیں آیا کیونکہ اس صورت میں جمعہ مقصود بالذات نہیں رہتا۔ مقصود بالذات تو ہوا سودا اور جمعہ اس کے تابع باقی اپنا اپنا مذاق ہے اسی واسطے میں جمعہ کے روز تعویذ نہیں دیتا کہ آئے تو جمعہ کو لاؤ تعویذ بھی لیتے چلیں جیسے آئے تو سودے کو لاؤ جمعہ بھی پڑھ لیں۔ اس وجہ سے میں جمعہ کے روز تعویذ نہیں دیتا مگر اشد ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً" دردزہ وغیرہ۔

(۴۰۳) خوش آوازی کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری تو ہر چیز میں سہولت پر نظر ہے کسی بات میں کسی کو گرانی نہ ہو اسی لئے میں نے خطبے چھوٹے چھوٹے لکھ دئے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی بہت ہی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالتِّيْنِ حضرت قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے تھے اور بالکل سادہ پڑھتے تھے باوجود اس کے کہ حضرت کے دانت نہ رہے تھے مگر حروف اصلی صفات کے ساتھ صحیح مخارج سے ادا ہوتے تھے اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے یہ نہیں کہ باریک آواز میں ہو بلکہ دلکش اور متین آواز سے اور اس کے ساتھ وہ خوش آواز بھی ہوتی تھی جس کی تعریف سلف سے منقول ہے کہ جب تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

(۴۰۴) اہل علم کی عظمت فطری امر ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں کے لوگ ہر وقت آمادہ فساد اور بر سر پرخاش رہتے ہیں محض اس خیال سے کہ یہ خیالات میں ہم سے مختلف ہے۔ اس پر فرمایا کہ

سمجھ میں نہیں آتا کہ محض اس بناء پر تو فساد کرتے ہوں کوئی اور بات ہوگی اپنے طرز کو بدلنا چاہیئے طبعی بات ہے کہ حکومت کو تو لوگ ہر طرح برداشت کر لیتے ہیں۔ مگر بدوں حکومت کے کوئی کسی کا دباؤ نہیں سہ سکتا نہ اٹھا سکتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے خیالات کی جو تبلیغ کرتے ہونگے اس میں تشدد کا لہجہ ہوگا۔ تبلیغ بھی ہر شخص کا کام نہیں لیکن اگر پھر بھی قصداً ایسا کرتے ہو تو پھر تیار ہو جاؤ جو کچھ بھی سر پر پڑے اس کو برداشت کرو اور اگر ہمت اور قوت برداشت کی نہیں تو کہنا سننا چھوڑ دو کیونکہ جس شخص کو احکام پہنچ چکے ہوں اس کو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہیں واجب نہیں محض ایک مستحب فعل کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے جس کی ضرورت نہیں اور اگر ہمت اور قوت ہے تو تبلیغ کرو اور ایسے بن جاؤ جیسے ایک قنوج کے گندھی تھے ایک مرتبہ وہ کالپی گئے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد گئے ایک کوتوال بھی نماز کے لئے آئے جو نمازی تو تھے مگر واہی نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد اس گندھی نے کہا کہ حضور آپ کی نماز نہیں ہوئی اسے پھر سے پڑھ لیجئے ارکان نماز صحیح ادا کیجئے اس پر کوتوال صاحب نے اس کو گالیاں دیں اس نے پھر وہی نصیحت کی تو اس کو مارا کہ بد معاش ہم پر حکومت کرتا ہے جانتا ہے کہ ہم کون ہیں کہا اور مار لو مگر نماز پھر سے پڑھ لو اور بلا صحیح نماز پڑھے نہ جانے دوں گا اس کہنے پر کوتوال پر اثر ہوا اور پھر دوبارہ نماز کا اعادہ کیا اور اس گندھی سے معافی چاہی ساری کالپی میں شہرت ہو گئی کہ فلاں گندھی نے تو کوتوال کو صحیح نماز پڑھا کر چھوڑی۔ لوگ عزت کرنے لگے اپنے مکان دکان پر بلانے لگے ضرورت بلا ضرورت عطر اور تیل خریدنے لگے خوب سوداگری چمکی تبلیغ کی بدولت دنیا اور دین دونوں حاصل ہو گئے سو اگر ہمت ہو تو پھر ایسے ہی ہو جاؤ اور سنئے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو برس کی ہوئی اور ساڑھے نو سو برس وعظ کہا ہر قسم کی اذیتیں تکلیفیں برداشت کیں مگر قوم کی طرف سے انکار ہی ہوتا رہا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نوح نہ صد سالہ دعوت می نمود   دمبدم انکار قومش می فزود
ہیچ از قومش عنان واپس کشید   ہیچ اندر غار خاموشی خزید

اور لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں جب طائف تشریف لے گئے لہو لہان ہو گئے۔ فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں فرشتہ ہوں اگر اجازت ہو تو

پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا کر پیس دوں آپ نے منظور نہیں فرمایا۔ تو پیغمبروں کی خصوصاً حضور کی اس تبلیغ کی بدولت یہ حالت ہوئی۔ غرض کہ پیغمبروں کی تو یہ حالت ہوئی کہ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں اگر اس کا تحمل نہیں پھر نرمی اختیار کرنا بجائے سختی کے تبلیغ میں ہمارے مناسب طرز ہے آدمی کا اپنا برتاؤ عمر بھر ساتھ دے سکتا ہے اپنے برتاؤ سے عافیت اور امن حاصل ہو سکتا ہے دوسرے کی امداد سے کام نہیں چلتا۔ اگر سختی کرنے پر کسی نے ناقابل برداشت تکلیف پہنچا دی اور اس میں کسی نے امداد بھی کر دی تو کہاں تک اس کا نباہ ہو سکتا ہے۔ پس آج کل ترغیب سے کام کرنا مصلحت ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ بیٹی پر تو حکومت ہے ہی نہیں زور سے کام نہیں چلتا۔ ہمارے پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کیسے برتاؤ کئے گئے مگر حضور ﷺ نے تحمل فرمایا کہ مکہ میں تو اس وقت تک حکومت نہ تھی مگر مدینہ کی سنئے کچھ بدوی آئے حضور ﷺ کے پاس کہ کچھ دلواؤ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ جب دے گا دیں گے اس پر کہا کہ ہمیشہ وعدے ہی ہوتے ہیں اور حضور ﷺ کی چادر مبارک پکڑ کر کھینچ لی۔ حضور ﷺ نے کچھ انتقام نہیں لیا۔ پھر دیکھ لیجئے اس نرمی سے اسلام کس قدر پھیلا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے ایک شخص کو وعظ میں ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہنے دیکھا جب سب لوگ وعظ سے اٹھ کر چلے گئے اس شخص کو روک لیا اور فرمایا کہ میاں میں کھڑا ہوتا ہوں ذرا یہ دیکھنا کہ میں جو پاجامہ پہن رہا ہوں یہ خلاف شریعت ٹخنوں سے نیچا تو نہیں وہ شخص سمجھ گیا کہ حضرت میں ہی خلاف پر ہوں اسی وقت زائد پائچہ پھاڑ ڈالا اور توبہ کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنئے ایک خان صاحب آپ کے معتقد تھے اور بچپن کے دوست بھی تھے حتی کہ جمعہ کو ایک ہی جگہ غسل کر کے کپڑے بدلتے تھے مگر بظاہر وضع خلاف شریعت تھی ایک روز حضرت مولانا نے خان صاحب سے کہا کہ خان صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہماری تمہاری پرانی دوستی ہے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم اس وضع میں رہو اور میں اس وضع میں اس لئے آج جب نہانے آؤ تو اپنے دو جوڑے لے کر آنا ایک اپنے لئے ایک ہمارے لئے میں بھی آج تمہاری جیسی وضع اختیار کروں گا۔ خان صاحب مارے شرمندگی کے پانی پانی ہو گئے اور اسی روز سے شرعی لباس پہن لیا۔ ناصح اگر عالم نہ ہو گا اور نصیحت کرے گا تو اس میں بھی تکبر ہو گا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر برا ہو گا۔

مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے۔ دوسرے فطری طور پر مخاطب کرکے قلب میں اس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اس لئے اس کی سختی بھی گوارا کرلی جاتی ہے۔ اور اس فطری عظمت پر مجھ کو ہمیشہ اس کا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی بے وقعتی نہ ہو۔ کانپور کے مدرسہ میں طلبہ رات کو ایک ایک بجے تک پڑھتے اور صبح کو سوتے رہتے۔ بعضے بے علم لوگ آتے اور ان کو بہت سویرے پریشان کرتے اور ثقیل کلمات کہتے کہ طالب علم ہو کر ان کو شرم نہیں آتی کہ نماز کے وقت پڑے سوتے رہتے ہیں مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے سب کو کہہ دیا کہ خبردار اگر کسی نے طلباء کو ہاتھ لگایا بعض نے کہا کہ مصلے پر سوتے ہیں میں نے کہا کہ تم کو مصلے سے کیا غرض تم مصلے سے الگ نماز پڑھ لو کہا کہ جماعت کا وقت ہوتا ہے میں نے کہا کہ جماعت دوسری جگہ کر لو۔ چنانچہ سب رک گئے اس کے بعد میں نے خود التزام کیا کہ بہت سویرے آتا اور خود سب کو محبت سے اٹھا دیتا غرض جاہلوں کی حکومت مجھ کو اچھی نہیں معلوم ہوتی اسی طرح ایک روز اس مسجد میں جس میں مدرسہ تھا عشاء کے بعد بعضی عورتیں کچھ مٹھائی لائیں اور طالب علموں سے کہا کہ اس پر بڑے پیر صاحب کی نیاز دے دو طلباء کو سب جانتے ہی ہیں کہ شوخ ہوتے ہیں اس سے مٹھائی لے کر کھا گئے وہ اپنے مردوں کو بلا لائیں اور مسجد میں شور و غل ہونے لگا مجھ کو اطلاع ملی میں فوراً پہنچا اور ایک دو طالب علموں کے میں نے چپت لگایا کہ تم نے ان کی مٹھائی کیوں کھائی ان کا غصہ تو اسی سے جاتا رہا پھر اس سے پوچھا کہ تمہاری مٹھائی کتنے کی تھی۔ معلوم ہوا تین آنہ کی۔ میں نے کہا یہ سب دہابی ہیں یہ نیاز وغیرہ کیا جانیں تم اس کام کے لئے اس مسجد میں مت آیا کرو تب وہ قصہ ختم ہوا۔ یہ سب ترکیب اسی لئے کی کہ جاہل طالب علموں کے ساتھ کوئی بے ہودگی نہ کریں۔ غرض اہل علم کی عظمت ایک امر فطری ہے عوام پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اس لئے عالم کی کسی قدر سختی کو بھی جھیل لیتے ہیں۔ مگر بے علم ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ وہ تبلیغ میں تشدد کرے۔

(۴۰۵) بوڑھوں کو اکثر تجربہ زیادہ ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میری توند بڑھی ہوئی ہے ناپاکی کے بال کس طرح لوں اور کہا کہ فلاں عالم نے میرے سوال پر یہ بتلایا کہ بیوی سے اتروایا کرو جنہوں نے یہ بتلایا تھا بہت بڑے عالم ہیں اس وجہ سے وہ شخص پریشان تھا۔ میں نے

کہا کہ یہاں ایک لطیفہ ہے گو کینہ ہے وہ یہ کہ اگر بیوی خفا ہو جائے اور استرہ سے صفائی کر دے تو بڑا مزہ ہو۔ پھر میں نے پڑتال اور چونہ کی ترکیب بتلائی وہ بہت خوش ہوا اس لئے علم کے ساتھ عقل کی بھی ضرورت ہے اور عقل کی افزونی عادۃ موقوف ہے تجربہ پر اور اکثر بوڑھوں کو زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں آج کل اہل علم نوجوانوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم عالم تو ہو مگر بڈھے نہیں ہو اس لئے بڈھوں سے پوچھ پاچھ رکھا کرو بدوں بڈھوں کے کام نہیں چلتا اس بڈھوں کے تجربہ پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شادی میں لڑکی والے نے نکاح دینے کی یہ شرط کی تھی کہ برات میں کسی بوڑھے کو ساتھ مت لانا۔ ایک بوڑھے کو معلوم ہوا اس نے کہا مجھ کو ضرور لے جاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ جب دیکھیں گے تو مواخذہ کریں گے کہنے لگے صندوق میں بند کر کے لے چلو۔ غرض بڑے میاں کو صندوق میں بند کر کے لے گئے وہاں پہنچ کر لڑکی والے نے کہا کہ فی آدمی ایک بکرا کھائے تب نکاح دیں گے۔ اب یہ گھبرائے ہوئے گئے۔ صندوق کے پاس اور بڑے میاں کو صندوق میں سے نکالا اور بیان کیا اس نے کہا کہ ایک ایک بکرا منگاتے رہو اور سب مل کر اس کو کھالو اس طرح سب کو کھا جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کا مطالبہ باقی رہا کہ پیٹ نہیں بھرا۔ ایک بوڑھے میاں کی اور حکایت ہے کہ ایک بارات میں گئے وہاں لڑکی والے نے سب براتیوں کے ہاتھوں کو سیدھا کر کے ان پر کھپچیاں بند ہوا دیں اور کہا کہ اسی طرح کھانا پڑے گا اب سب گھبرائے کہ کیسے کھا سکتے ہیں منہ تک تو ہاتھ جا نہیں سکتا بڑے میاں نے کہا کیا دیکھتے ہو آمنے سامنے بیٹھ جاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے کے منہ میں لقمہ دیتا رہے یہ تو بوڑھاپے کی دنیا میں برکت ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بوڑھوں کا لحاظ کرتے ہیں یحییٰ ابن اکثم کی جو کہ بخاری کے استاد ہیں جب وفات ہو گئی اور خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اے بوڑھے کیا لے کر آیا اب یہ خاموش ہیں پھر دوبارہ سوال ہوا پھر خاموش تیسری بار فرمایا کہ اے بوڑھے تجھ سے ہی سوال ہے جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا کہ اے اللہ میں نے سند کے ساتھ حدیث سنی ہے اور سند بھی ذکر کر دی وہ حدیث یہ ہے کہ ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان کا لحاظ کرتے ہیں مگر آج معاملہ دوسرا ہو رہا ہے اس کو سوچ رہا ہوں فرمایا کہ تم نے حدیث صحیح سنی بے شک تمام بوڑھوں کا لحاظ کرتے ہیں جاؤ آج

صرف بوڑھے ہونے کی وجہ سے نجات ہے تو جناب تمام علوم و اعمال دھرے رہ گئے نجات صرف سفید داڑھی کی بدولت ہوئی۔ مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عمل بے کار ہے۔ یہ برکت بھی اس ہی عمل کی تھی کہ اس کا بوڑھاپا بابرکت ہو گیا۔ ایک اور شخص نے موت کے قریب اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں غسل و کفن ہونے کے بعد قبر میں لے جایا جاؤں تو تم مجھ کو قبر میں اتارنا اور ایک پڑیہ آٹے کی اپنے ساتھ رکھ لینا جب قبر میں کفن کھولو تو وہ پڑیہ آٹے کی میری داڑھی میں چھڑک دینا اور تو کوئی اس کام کو نہ کرے گا تم دوست ہو اس لئے تم سے امید ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب اس شخص کی پیشی ہوئی خدا کے سامنے تو دریافت کیا گیا کہ یہ آٹے کو داڑھی پر ملوانے کی کیا وجہ ہے عرض کیا اے اللہ علماء سے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ تعالی بوڑھوں کا لحاظ کرتے ہیں تو میں جوان آدمی تھا داڑھی کے بال سیاہ تھے بوڑھا ہونا تو مشکل اور غیر اختیاری تھا مگر نقل تو اختیاری تھی اس لئے آٹا ملوایا کہ سفید بال دیکھ کر حق تعالی فضل فرمادیں گے حکم ہوا کہ جاؤ نجات ہے۔

(۴۰۶) امراء کا چندہ کرنا بہتر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کے پاس خود سرمایہ ہو اس کو تبلیغ کا انتظام کرنا چاہیے مطلب یہ کہ علماء اس کے لئے چندہ نہ مانگیں کیونکہ اس سے علماء کی وقعت نہیں رہتی۔ وعظ کہہ کر جہاں چندہ مانگا سب اثر گڑ بڑ ہو گیا۔ بڑے زور شور کی تقریر گھنٹے دو گھنٹے کی محنت ایک لفظ چندہ کا کہتے ہی سب ختم۔ اس لئے چندہ بھی وہی کرے جس کے پاس سرمایہ ہو اور علماء صرف تبلیغ کریں اس وقت تبلیغ مؤثر ہو سکتی ہے۔

(۴۰۷) خلوص اکثر غرباء میں ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خلوص بڑی چیز ہے اور یہ اکثر غرباء میں ہوتا ہے اور امراء میں فلوس تو ہوتا ہے مگر خلوص نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ ایک غریب شخص نے مجھ کو ایک اکنی دے کر کہا کہ ایک پیسہ دینا چاہتا ہوں تین پیسے واپس کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا بھلا اس میں کیا ریاء ہو سکتی ہے۔ سو غرباء سے ہمیشہ میرا یہ معاملہ رہا ہے کہ محض ان کے خلوص کی وجہ سے اور امراء کے ساتھ دوسرا معاملہ ہوتا ہے چنانچہ نواب ڈھاکہ سلیم اللہ خان صاحب مرحوم نے مجھ کو مدعو کیا۔ میں نے چند شرائط پیش کیں منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مجھ کو کچھ دیا نہ

جاوے سب شرائط طے ہو گئیں میں ڈھاکہ پہنچا نواب صاحب نے ایک روز درخواست کی کہ میری دو لڑکیاں ہیں ان کو بسم اللہ کرا دیجئے اور یہ بھی کہا کہ ہمارے خاندانی دستور یہ ہے کہ بسم اللہ شروع کرانے کے وقت کچھ دیا جاتا ہے اگر نہ دیا جاوے یا قبول نہ کیا جائے تو ہماری سبکی ہوتی ہے یہ ترکیب تھی کہ اس بہانہ سے مجھ کو نقد دیں میں نے کہا کہ میں آپ کی سبکی گوارا نہیں کر سکتا لیکن اپنی وضع کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کی صورت یہ ہے کہ میں جلوت میں تو آپ کا عطیہ لے لوں گا اور خلوت میں واپس کر دوں گا اور عمر بھر واپسی کا کسی سے تذکرہ نہ کروں گا مگر اپنے دل میں تو خوش رہوں گا کہ میں نے اپنے مسلک اور مشرب کے خلاف نہیں کیا پس چپ رہ گئے اور رقعہ لکھا کہ میری غلطی تھی اب میں آپ کی وضع پر اپنی تجویز کو نثار کرتا ہوں۔ اور اس سے یہاں تک ان کا اعتقاد بڑھا کہ لوگوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے صحابہ کو نہ دیکھا ہو وہ تھانہ بھون جا کر دیکھ لے۔ اور یہ سب ذرا سے نسخہ کی بدولت۔ اور نواب صاحب مجھ سے بعضے پیروں کی شکایت کرتے تھے کہتے تھے کہ ہمارا روپیہ بھی لیا اس کا تو ذکر کیا اور مجھ سے اپنے سامنے سجدے تک کرائے۔ اور میرے محض چند روز کے قیام میں میرے پاس بیٹھنے سے ان کی کایا پلٹ ہو گئی حالانکہ میں نے کچھ نہ کسی بات سے روکا پھر واپسی کے بعد وطن پہنچ کر کچھ روپیہ سفر خرچ میں سے بچ گیا میرا ہمیشہ معمول رہا ہے کہ بچی ہوئی رقم واپس کر دیتا تھا مگر یہ واپس کرنا نواب صاحب کی شان کے خلاف تھا اور رکھنا اپنی وضع کے خلاف تھا میں نے یہ کیا مسجد میں لگا دیا اور ان کو اطلاع کر دی اور بریلی میں یہ مشہور ہوا کہ چھ ہزار روپیہ لایا ہے میں نے سن کر کہا کہ تم بھی لے آؤ۔ ایک ذرا سا نسخہ تھا استغناء کا جس سے دین کی عزت ہوئی اور نواب صاحب کو دینی نفع حاصل ہو گیا۔ ایک واقعہ یاد آیا نواب جمشید علی خان صاحب نے باغپت بلایا تھا اس وقت تک ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی میں نے شرط کر لی تھی کہ کچھ لوں گا نہیں مگر گھر میں ان کی والدہ صاحبہ نے بلایا۔ یہ بی بی حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں سو روپیہ دینا چاہا میں نے عذر کر دیا کہ خلاف شرط ہے امراء کے ساتھ ضابطہ کا برتاؤ مناسب ہے جب تک بے تکلفی اور خلوص کا اطمینان نہ ہو جاوے چنانچہ اس کے بعد موصوف کے تمام خاندان سے ایسا ہی تعلق ہو گیا اب برتاؤ بھی بدل دیا۔ ایک واعظ مولوی صاحب کی حکایت قصبہ بڈھانہ میں جا کر سنی کہ ان کا وعظ آٹھ آنہ سے پانچ روپیہ تک کا ہوتا تھا ہر قسم کے طبائع

کے لوگ موجود ہیں ایک مولوی صاحب یہاں پر آئے پانچ سو روپیہ ان کے ذمہ قرض تھا مجھ سے کہا کہ کسی کو لکھ دو مجھ کو اس معاملہ میں بڑی احتیاط ہے میں نے کہا کہ مجھ کو کیا خبر کون شخص اس کام کا ہے تم ایسوں کے نام بتلاؤ۔ انہوں نے تین نام بتلائے۔ میں نے ایک خاص مسودہ لکھا اور ان سے کہہ دیا کہ یہ مسودہ بھیج سکتا ہوں اس کا یہ مضمون تھا کہ ایک صاحب ہیں وہ مجھ سے آپ کے نام شفارش چاہتے ہیں۔

پانچ سو روپیہ کے قرض دار ہیں اگر میں ان کی سفارش آپ کو لکھ دوں تو کیا آپ اس کی اجازت دیتے ہیں اس کی جواب میں جو رقم آئی۔ ایک جگہ سے پچاس روپیہ ایک جگہ سے دو سو روپیہ ایک جگہ سے اڑھائی سو روپیہ کی نکلتی ہوئی کتابیں۔ بے چاروں کا بھلا ہو گیا۔ اور میں بھی سفارش کرانے سے بچ گیا ایک صاحب ہیں ان کا مجھ سے تعلق ہے میرے پاس آئے اور کہا کہ میں ڈھائی ہزار یا دو ہزار کا قرض دار ہوں۔ میں نے کہا کہ خطاب خاص سے تو میں کسی کو کچھ لکھوں گا نہیں ہاں خطاب عام میں لکھ دوں گا وہ بے چارے اس پر ہی راضی ہو گئے میں نے ایک عام مضمون لکھ دیا کہ سب مسلمانوں سے التماس ہے کہ یہ حاجتمند ہیں ان کی اعانت موجب ثواب ہے یہاں سے میرٹھ پہنچے اور اپنی جماعت کے بزرگوں سے تعلق رکھنے والے ایک متمول صاحب سے ملے اور میرا تصدیق کردہ پرچہ دکھلایا انہوں نے اسی کو دیکھ کر کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم بھلا کہیں یوں ادا ہو سکتی ہے اور کچھ کہا ہو گا ان کو جوش آگیا اور خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اب اگر کوئی شخص ڈھائی ہزار روپیہ یکمشت دے گا تو لوں گا ورنہ ایک پیسہ کم ڈھائی ہزار بھی نہ لوں گا یہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے وہ صاحب ایک کافی رقم کا ایک نوٹ دیتے رہے انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر ڈھائی ہزار دو تو لوں گا۔ وہاں سے دہلی پہنچے وہاں پر اپنے جماعت کے ایک حکیم صاحب ہیں وہاں کے پنجابی سوداگروں میں ان کا زیادہ رسوخ ہے ان کو وہ پرچہ دکھلایا اور یہ شرط بیان کی حکیم صاحب نے شرط کو سن کر کہا کہ یہ تو بڑی ٹیڑھی شرط ہے یوں تو ایسے ذی وسعت لوگ بھی بہت ہیں کہ ڈھائی ہزار یا دس ہزار ایک شخص دے سکتا ہے مگر بظاہر ایسا کوئی معلوم نہیں ہوتا ہاں تھوڑا تھوڑا ایک ایک شخص دے سکتا ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک پیسہ کم ڈھائی ہزار بھی نہیں لے سکتا۔ میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں حکیم صاحب نے کہا کہ میں ایک پرچہ اپنے ایک دوست کو لکھ کر تم کو دیتا ہوں ان کے پاس تم لے

جاؤ حق تعالیٰ کفیل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لکھئے میں جاؤں گا حکیم صاحب نے پرچہ اور میرا تصدیقی پرچہ لے جا کر انہوں نے ان سوداگر کو دیا وہ ان سے اس کے متعلق سوالات کرنے لگے اتفاق سے بمبئی کے ایک سیٹھ ان سوداگر کے یہاں مہمان تھے وہ اپنی تجارتی کاروبار کی غرض سے آئے ہوئے تھے عقائد بھی ہمارے بزرگوں کے مسلک کے بالکل خلاف تھے وہ بھی ان کی باتوں کو سن رہا تھا اس نے دہلی کے سوداگر سے سوال کیا کہ کیا معاملہ ہے ان سوداگر نے کہا کہ یہ بے چارے قرضدار ہیں اور میرا نام لیا اس کی تصدیق ہے اور شرط یہ ہے کہ ایک شخص اڑھائی ہزار روپیہ دے تو لے سکتا ہوں ورنہ نہیں اس سیٹھ نے یہ سن کر جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈھائی ہزار کی ایک گڈی نوٹوں کی ان کے حوالے کی اور یہ کہا کہ میں جس وقت گھر سے چلا تھا یہ ڈھائی ہزار روپیہ اس نیت سے لے کر چلا تھا کہ کسی مصرف خیر میں صرف کردوں گا تو اس سے بہتر مصرف خیر کیا ہوگا ایک مسلمان قرض دار پریشان ہے اور معتبر شخص کی تصدیق بھی موجود ہے جناب رقم لے کر سیدھے گھر پہنچے اور جن کا قرض تھا ان کا ادا کیا اور دوسرے یا تیسرے روز میرے پاس آئے میں نے جب آتے دیکھا تو میں سمجھا کہ بے چارے ناکامیاب آتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ڈھائی ہزار روپیہ کون اتنی جلدی دے سکتا ہے وہ آکر جب میرے پاس بیٹھے تو چہرے پر بشاشت کے آثار پاتا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب آئے بالآخر میں نے سوال کیا کہ کیا ہوا آپ کے معاملہ میں کہا کہ اللہ کا شکر ہے اور آپ کی دعاء سے میں کامیاب ہوگیا اور قرضداروں کا دے کر فراغ حاصل کرکے حاضر ہوا ہوں پھر یہ سارا قصہ بیان کیا۔ میں اس وقت حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ بڑے ہی کارساز ہیں اس لئے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ پچاس روپیہ بھی ملنا مشکل ہے مگر ہمارے ہی نزدیک تو مشکل ہے ان کے نزدیک کیا مشکل ہے مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو مگو مارا بدان شہ بار نیست   باکریماں کارہا دشوار نیست

واقعی ان کی ذات پر بھروسہ کرنا ایسی ہی چیز ہے آج کل اسی سے لوگوں کی غفلت ہے میں کانپور میں تھا مخالفین نے بڑے بڑے نظرانے دیئے میں نے قبول کئے مخالف سے ہدیہ قبول کرنے میں میرا معمول ہے کہ چونکہ اس میں کسی دھوکے کا شبہ نہیں ہوتا اس لئے ان سے شرائط کی ضرورت نہیں سمجھتا البتہ دوستوں سے شرائط ہوتے ہیں کیونکہ ان میں احتمال دھوکے

کا ہے کہ شاید بزرگ سمجھ کر دیتے ہوں اس لئے دوستوں سے ہدیہ لینے میں چچر مچر کرتا ہوں اور ایسی جگہ بھی احتیاط لینے میں کرتا ہوں جہاں ذلت کا شبہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اجنبی شخص سے ہدیہ قبول نہیں کرتا غیرت آتی ہے اور نہ اجنبی شخص سے خدمت لیتا ہوں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے تو اس کی کوئی خدمت ابھی تک کی نہیں اس سے کیا خدمت لی جائے یہ سب معمولات ہیں جو مصالح کی بناء پر تجویز کئے گئے ہیں۔

(۴۰۸) بلا اجازت پنکھے پر ایک نووارد کو تنبیہہ

ایک صاحب نووارد مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بلا اجازت حاصل کئے ہوئے پنکھا کھینچنا شروع کر دیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے یہ کیا جوش اٹھا ہر جگہ کے قواعد اور اصول جدا ہوتے ہیں کم از کم تم کو پوچھنا تو چاہیے تھا کچھ نہیں رسموں نے حقائق کو مٹا دیا اگر کوئی اجنبی شخص آکر جس سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہو آپ کو پنکھا جھلنے لگے تو گرانی ہوگی یا نہیں۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہوں فرمایا کہ معاف ہے مگر کیا اس کہنے سے جو اس وقت اذیت پہنچی وہ بھی جاتی رہے گی حضرت والا نے پنکھے کی رسی کو ہاتھ میں سے رکھ دینے کو فرمایا کہ اب تو اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ ان باتوں میں نہ پڑو جس کام کو آئے ہو اس کی فکر میں لگو۔ میری پرستش کرنے آئے ہو یا خدا کی پرستش کا طریقہ معلوم کرنے خدا کا بندہ بننے آئے ہو یا مجھ کو فرعون بنانے یوں ہی تو مخدوموں کے دماغ خراب ہو جاتے ہیں کہ جب لوگ ہماری خدمتیں کرتے ہیں تعظیم و تکریم کرتے ہیں تو ہم ضرور کچھ ہوں گے وہمی اور خیالی منصوبے گھڑ لیتے ہیں اور تعجب ہے کہ اپنی ناکارہ حالت کی خود اپنے کو خبر نہ ہو اور دوسروں کے کہنے پر یا سمجھنے پر اپنے معتقد بنے ہوئے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اکثر مشائخ بے چارے خود مریض ہیں خود کثرت سے امراض کا شکار بنے ہوئے ہیں دوسروں کی کیا خاک اصلاح کریں گے۔

(۴۰۹) خدمت کے لئے بے تکلفی شرط ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں کسی کو خدمت کرنے سے منع نہیں کرتا نہ خدمت لینے سے انکار ہے مگر شرط یہ ہے کہ اگر خدمت کرنے کا ایسا ہی شوق ہے تو اول بے تکلفی پیدا کرو اور یہ اپنی اختیاری چیز ہے اور جن سے بے تکلفی ہے ان سے خدمت لینے میں کوئی تکلف نہیں کرتا۔

(۴۱۰) اصول صحیحہ کے اتباع کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ اپنی تجویزوں کو خاک میں ملا کر آنا چاہیے اور جس کے پاس آئے ہو اس کا اتباع کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ پچاس آدمی تو ایک کا اتباع کر سکتے ہیں مگر ایک آدمی پچاس کا اتباع نہیں کر سکتا مگر میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم میرا اتباع کرو۔ نہ تم میرا اتباع کرو۔ نہ میں تمہارا اتباع کروں۔ اصول صحیحہ کے تم بھی تابع رہو اور میں بھی جو خدمت میرے متعلق ہے میں اس کو انجام دوں اور جو تمہارا صحیح مطلوب ہے تم اس کی فکر میں لگو۔ تم اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں مشغول رہو۔ میں اپنے فرائض میں بس چھٹی ہوئی نہ میں تمہاری چاپلوسی کروں اور نہ تم میری دست بوسی کرو۔ ان باتوں میں پڑنے سے آدمی اصل مقصود سے محروم رہ جاتا ہے اکثر پیروں کے یہاں یہی تو خرافات ہو رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصل حقیقت اور مقصود ہاتھ نہیں آتا۔ پیر جی مریدوں کی پرستش میں مصروف ہیں اور مرید پیر جی صاحب کی پرستش میں نہ پیر خدا پرست نہ مرید خدا پرست دونوں مخلوق پرست۔ مجھ کو ان چیزوں سے بحمد اللہ طبعی نفرت ہے۔

(۴۱۱) اعتدال کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ باتیں دوسری جگہ اگر محاسن میں سے ہوں تو ہوں میں تو ان کو منکر اور مذموم سمجھتا ہوں اور ساری دنیا کے خیالات کا اتباع مجھ پر کوئی فرض ہے۔ میں ایسی خدمات کو رشوت سمجھتا ہوں جو ذریعہ ہو کام لینے کا اپنی طرف متوجہ کرنے کا جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی پرستش کرا کر اس کی طرف متوجہ ہو اب ان صاحب کا واقعہ ہے کہ پنکھا جھلنے بیٹھ گئے اگر میں ان کو اسی طرح جھلنے بیٹھ جاتا تو کیا یہ گوارا کر لیتے تو میں ہی کیوں گوارا کروں اگر اس ناگواری کا ان کو اندازہ نہ ہو تو لاؤ اب بیٹھتا ہوں دیکھو گوارا کر لیں گے یہ منکرات اور پیروں کے یہاں ہیں یہاں پر پیروں کا دربار نہیں۔ پیر تو وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے سر آتے ہیں چمٹتے پھرتے ہیں بقول عوام کے کہ فلاں پیر سر آ رہے ہیں تو جیسے مردہ پیر چمٹتے پھرتے ہیں یہ زندہ بھی ان سے اس معاملہ میں کم نہیں بلکہ غور کیا جاوے تو یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے باطن کے اعتبار سے روحانیت کے اعتبار سے مردہ ہی ہیں۔ یہاں تو طالب علموں کا حجرہ ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند ہو آئے ورنہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ مت آؤ یہاں بلانے

کون جاتا ہے۔ اور ہم نے دعوی کب کیا ہے فناء نفس کا۔ درویشی کا پیری کا۔ ہم تو کہتے ہیں ہمارا نفس موٹا ہے پلا ہوا ہے۔ ہم نہ درویش نہ پیر۔ ہم تو طالب علم ہیں اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تو ہم درویش ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں۔ اور سنئے نہ یہاں بزرگی تقسیم ہوتی ہے نہ ولایت نہ قطبیت اور نہ غوثیت نہ ابدالیت نہ یہاں کشف ہے نہ کرامت نہ کیفیات نہ حظوظ نہ لذائذ۔ یہاں تو صرف انسانیت اور آدمیت تقسیم ہوتی ہے اگر انسان بننا ہو آدمی بننا ہو آؤ ورنہ جہاں وہ چیزیں تقسیم ہوتی ہیں وہاں جاؤ۔ بہت لوگ دکانیں جمائے انتظار میں بیٹھے ہیں یہ زمانہ ہر قسم کے لوگوں سے خالی نہیں پر ہے۔ ایک پیر کی حکایت سنی ہے کہ جو ان کے پاس جاتا ہے اس کو پنکھا جھلتے ہیں۔ میں ان کی بزرگی کا تو قائل ہو گیا مگر حکمت کا غیر معتقد بالکل عقل کے خلاف بات ہے یہ فناء کیسی کہ دوسروں کو تکلیف دے کر بزرگی پر رجسٹری کرائی جاوے۔ یہ بھی سنا ہے کہ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس پر خفا ہوتے ہیں نہ معلوم اس میں کیا مصلحت ہے ادمی کو اعتدال اور حدود پر رہنا چاہیے۔

(۴۱۴) راحت پہنچانا فرض ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے تو ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو اسی لئے میں نے اپنے بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے کی خدمت نہیں کی محض اس خیال سے کہ وہ پسند نہ کرتے تھے کہیں ان کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف دینا حدود سے تجاوز ہے اور یہ اللہ کی طرف سے بات تھی کہ باوجود میرے ناکارہ ہونے کے سبب اکابر لحاظ فرماتے تھے اس لئے میں خدمت کرنے کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ راحت پہنچانا تو فرض ہے اور خدمت کرنا فرض نہیں اگر ترک خدمت میں راحت ہے ترک خدمت کرو اور اگر خدمت سے راحت کرو خدمت کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تکلیف مت پہنچاؤ و راحت پہنچاؤ یہی حقیقت ہے ادب کی۔ تعظیم و تکریم دست بوسی پچھلے پیروں اٹھنے کو ادب نہیں کہتے ادب کہتے ہیں راحت آسانی کو مگر حقیقت پر آج کل پردہ پڑا ہے ان رسوم کی بدولت حقائق مستور ہو گئیں میں ان کو ظاہر کرتا ہوں اس پر مجھ سے خفا ہیں مگر ان کی خفگی اور ناراضگی کی وجہ سے حقائق کو کیسے ظاہر نہ کروں اور کسی کی ناراضی اور خوشی سے لینا ہی کیا اللہ کے راضی رکھنے کی ضرورت ہے وہ اگر راضی ہیں تو سارا عالم ناراض ہو کچھ پروا نہیں اور اگر وہ ناراض ہیں اور سارا علم خوش ہو ہیچ در ہیچ۔ ہر

مسلمان کا فرض ہے کہ خدا کے راضی رکھنے کی فکر میں لگے اور سب کو چھوڑے۔

(۴۱۳) بذریعہ خط تعویذ دینے میں حکمت

ایک نو وارد شخص حاضر ہوئے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ یہ سفر کس غرض سے ہوا عرض کیا کہ تعویذ کے لئے۔ فرمایا کہ یہ کام تو خط سے بھی ہو سکتا تھا محض تعویذ کے لئے اتنا بڑا سفر کرنا اس سے بھی تو دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے بار ہوتا ہے پھر آئے بھی تو دنیا کے کام کے واسطے وہ بھی دین کا کام نہیں ہر طرح سے خسارہ ہی خسارہ۔ عرض کیا کہ میں نے یہ بھی خیال کیا تھا کہ بیعت بھی ہوتا آؤں گا فرمایا کہ یہ بیعت کی قدر کی۔ اب آپ نہ بیعت کی درخواست کریں اور نہ تعویذ کی وطن واپس جا کر دونوں کی درخواست کریں جیسے مناسب ہو گا جواب دیا جائے گا اور بیعت بھی تو خط کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے پہلے بذریعہ خط مجھ سے معلوم کرنا چاہیے تھا سب ہی باتیں بے قاعدہ اور بے اصول ہیں پیسہ تو خرچ ہوتا ہے دوسروں کا اور جی دکھتا ہے میرا کیونکہ مسلمانوں کے پاس پیسہ ہے کہاں ہر شخص کو پیسے کو عزیز رکھنا چاہیے جہاں چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں صرف کر ڈالتے ہیں میرا تو کوئی نقصان نہیں انہیں لوگوں کو نقصان سے بچانا چاہتا ہوں۔ ایک شخص گیا ہے آئے تھے محض تعویذ کے لئے۔ میں نے تعویذ نہیں دیا میں نے کہا کہ گیا جا کر تعویذ بذریعہ خط منگاؤ۔ بعض احباب نے پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت ہے میں نے کہا کہ سب سے جا کر یہ قصہ کہیں گے دوسرے مسلمان نقصان سے بچیں گے اور اگر تعویذ کر دیا تو وہاں جا کر یہ کہیں گے کہ گو خفا تو ہوئے مگر کام تو ہو گیا بس پھر یہی سبق سیکھ لیں گے۔ لوگوں کا عجیب حال ہے کہ قاعدہ سے دم نکلتا ہے اور کھڑ پیڑ میں چاہے کتنی ہی تکلیفیں ہوں خوش ہیں۔ اگر قاعدہ کی بات نہ کہوں اور کام کو ٹالتا رہوں اور اس میں ایک مہینہ گزار دوں تو خوش اخلاق رہوں لیکن اگر صاف کہہ دوں کہ کسی کو دھوکا نہ ہو تو بس پھر لڑائی ہے۔ بدنامی ہے۔ دوسری جگہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ مہینوں ہفتوں الجھائے رکھتے ہیں مگر خوش رہتے ہیں۔ نہ کوئی ان کو بدنام کرتا ہے نہ بد اخلاق بتلاتا ہے۔ ایسی کچھ رسمیں خراب ہوئی ہیں اور لوگوں کا مذاق برباد ہوا ہے۔

(۴۱۴) حضرت حکیم الامت پر حضرت گنگوہی کی از حد شفقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس نہ علم ہے نہ عمل اگر ہے تو صرف ایک چیز ہے

یعنی اپنے بزرگوں کی دعاء توجہ محبت شفقت میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی ہم نے تمہاری کبھی دعوت نہیں کی حضرت کے مزاج میں بے حد سادگی تھی جو خود انتظام نہیں فرمایا صاحبزادے مولوی مسعود احمد سے فرمایا کہ تم کھانے کا انتظام کردو ان میں بیسا زشان تھی مطلب حضرت کا یہی تھا کہ ذرا اچھا کھانا ہو اس کی یہ صورت اختیار کی کہ صاحبزادے سے فرمادیا انہوں نے کئی قسم کا کھانا پکوایا کئی قسم کے عمدہ آم منگائے حضرت بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔ ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت وہ تو (میں مراد ہوں) آپ کو بجائے شیخ کے سمجھتا ہے اور آپ اس کے ساتھ ایسا احترام کا برتاؤ کرتے ہیں حضرت نے خفا ہو کر فرمایا کہ تم تو اندھے ہو میں تو اندھا نہیں۔ یہ فرمانا کس قدر شفقت کی دلیل ہے۔

(۴۱۵) منتظم کے لئے قدرے سختی کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا انتظام کے لئے منتظم کا اعتدال کے ساتھ کسی قدر سخت ہونا ضروری ہے بدوں اس کے انتظام ہونا دشوار ہے۔ فلاں مدرسہ کے اندر جو فساد ہوا اس کا اصل سبب کام کرنے والوں کا ڈھیلا پن ہے جو مشورہ میں نے دیا تھا اس کو منتظمان مدرسہ پورا نہ کر سکے ورنہ ایک دم تمام فساد خدا کے فضل سے ہباءً منثوراً ہو جاتا۔ کام قوت قلبی سے ہوتا ہے محض ظاہری سامان سے کام نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک ایسے ہی موقع پر خود حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا تھا اس زمانہ میں اہل قصبہ کی طرف سے مدرسہ میں فساد ہوا تھا اہل قصبہ یہ چاہتے تھے کہ ایک ادمی ہمارا بھی ممبر ہو اور حضرت منظور نہ فرماتے تھے میں نے لکھا کہ اس کو منظور فرمالیا جاوے کثرت تو پھر بھی حضرت ہی کے خدام کی رہے گی ورنہ مدرسہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ نااہل کو ممبر بنانے میں ہم پر مواخذہ ہوگا اور اب اس فساد کے وہ خود ذمہ دار ہیں اگر مدرسہ ٹوٹ جائے ٹوٹ جائے ہم کو خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہے مدرسہ مقصود نہیں۔ ہم نااہل کو ممبر نہیں بنا سکتے۔

(۴۱۶) سواد اعظم کا حقیقی مفہوم

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سواد اعظم کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جس طرف کثرت ہو۔ میں کہتا ہوں یہ مراد نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ خیر القرون میں

جس عقیدہ کی طرف کثرت تھی کیونکہ اس وقت اہل باطل کم تھے اہل خیر زیادہ تھے اس وقت کسی طرف کثرت ہونا علت تھی اس کے حق ہونے کی۔ اور اس وقت کا سواد اعظم مراد نہیں اور وہ بھی عقائد پر کثرت مراد ہے آراء میں کثرت مراد نہیں جیسا اس وقت جمہوریت کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے اور شاورھم فی الامر سے استدلال کیا جاتا ہے اور اس کے فیصلہ کے لئے بڑی بات یہ ہے کہ صحابہ کا یہی عمل تھا ان سے زیادہ قرآن کو کون سمجھ سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا مانعین زکوۃ سے قتال کرنے میں تمام صحابہ ایک طرف تھے اور تنہا حضرت صدیق اکبر ایک طرف تھے پھر دیکھو کیا عمل ہوا اور جو لوگ جمہوریت کے مدعی ہیں اخیر میں وہ بھی شخصیت ہی سے کام لیتے ہیں چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت ویسرائے کو اختیار ہوتا ہے کہ جس شق پر چاہے عمل کرے۔ اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے پارلیمنٹ کو توڑ دے۔ غرض سب کو اسی طرف آنا پڑا آخر میں شخصیت ہی رہ جاتی ہے خود ہی جمہوریت والے کثرت والے چاہتے ہیں کہ ہماری شخصیت رہے یہ قدرتی بات ہے۔ قانون قدرت کو کون مٹا سکتا ہے پھر اگر کثرت بھی معتبر ہوتی تو مطلع کثرت تو نہیں اہل کثرت ہوتی اور وہ بھی جب خلو ذہن کی حالت میں ہو یہاں دونوں باتیں نہیں۔ اب یہ ممبری ہی کا قصہ ہے دوسروں کو گھر سے بہکا کر لاتے ہیں کہ میں یہ کہوں گا تم تائید کرنا یہ تو خلو ذہن کی حالت ہے اور اہلیت کی یہ کیفیت ہے کہ ایک شخص کانپور میں تھے وہ ایک مالدار شخص کو بنا کر لائے کہ جو میں کہوں گا اس کی تائید کرنا یہ کہا کہ میں تائید کرتا ہوں جب وقت آیا تو کہتا ہے کہ میں تردید کرتا ہوں پھر انہوں نے اشارہ کیا تو کہتا ہے کہ میں تاریذ کرتا ہوں پھر اشارہ کیا تو کہا میں تاکید کرتا ہوں خیر غنیمت ہے کچھ تو قریب آئے یہ لیاقت کی حالت ہے۔

(۴۱۷) ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصول صحیحہ پر اگر عمل ہو مخلوق کو بڑی راحت میسر ہو اور وہ اصول اور قواعد ہی کیا ہیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ کام سب کے ہو جائیں اور تکلیف کسی کو نہ ہو۔ خدمت سے انکار نہیں مگر غلام نہیں بنا جاتا ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے لوگ چاہتے ہیں کہ جس طرح اور جس وقت ہم چاہیں کام ہو جائے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴۱۷) بدفہمی غیر اختیاری چیز ہے

ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب ایک بات بتلا دی گئی سمجھا دی گئی پھر اس کے خلاف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت نافہمی کی وجہ سے آپ کا کلام سمجھا نہیں تھا اس لئے حضرت کو تکلیف پہنچی۔ فرمایا بدفہمی اس کا اصلی سبب ہے یا بے فکری عرض کیا کہ بدفہمی۔ فرمایا چلو بس معاملہ ہی ختم ہوا۔ بدفہمی تو غیراختیاری چیز ہے اس کا کوئی علاج ہی نہیں ہو سکتا اگر بے فکری سبب ہوتی جو اختیاری ہے تو علاج بھی ہو سکتا تھا اور اصلاح کی امید بھی تھی اب کوئی امید نہیں۔ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کرو عرض کیا کہ کیا میری بے وقوفی سے زبان سے نکل گیا کہ اس کا سبب بدفہمی ہے بلکہ بے فکری ہی ہے اور اب آئندہ فکر سے کام لوں گا۔ فرمایا کہ یہ دو مختلف باتیں ہوئیں۔ پہلے تو بدفہمی کو سبب قرار دیا اب بے فکری سبب بتلایا ان میں سے کون سچ اور کون جھوٹ تم کو تو ایک طرف قرار ہی نہیں بدحواس کیوں بن رہے جو بات ہے دل میں ایک طرف ہو کر کہو۔ عرض کیا کہ بے فکری ہی سبب ہے۔ فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ جب تم کو بتلا دیا گیا تھا سمجھا دیا گیا تھا پھر خلاف کیوں کیا جس سے عقیدت اور محبت کا دعویٰ اس کی بات کو مغلوب کرنا پٹکنا گرانا یہ کون سی آدمیت اور انسانیت ہے۔ عرض کیا کہ دل میں تو یہ بات نہ تھی فرمایا کہ کیا مجھے معلوم ہے کہ دل میں کیا تھا اور اگر بقول تمہارے دل میں نہیں تھا تو یہ نفاق ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔ دل میں کچھ زبان پر کچھ۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ اس کو غلطی نہیں کہتے اس کو نفس کی شرارت کہتے ہیں نفس چاہتا یہ ہے کہ اپنی بات بڑی رہے۔ عرض کیا کہ گستاخی ہوئی۔ فرمایا کہ اب ٹھیک بات کہی واقعی گستاخی تو تم سے ہوئی ہے اب اس گستاخی کا تدارک بتلاؤ کس طرح ہو۔ عرض کیا کہ معاف فرما دیں۔ فرمایا معاف ہے مگر معاملہ پھر باقی ہے۔ عرض کیا کہ جو حضرت تجویز فرمائیں فرمایا کہ تجویز تو میں نہیں کرتا ہاں خیرخواہی کی بناء پر مشورہ دیتا ہوں کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں اس لئے اگر تم کسی دوسرے مصلح سے تعلق پیدا کر لو یہ اچھا ہے مجھ سے تم کو نفع نہ ہوگا اگر مصلح کا پتہ پوچھو گے بتلا دوں گا۔ عرض کیا کہ بتلا دیجئے حضرت والا نے ایک پرچہ پر مصلح کا پتہ لکھ کر ان صاحب کو دے دیا اور فرمایا کہ اگر جی چاہے تو محض کبھی کبھی بذریعہ خط میری خیریت معلوم کر سکتے ہو مگر اس کے علاوہ اور کوئی مضمون اس میں نہ ہو اور جب ملنے کو جی چاہے تو پہلے بذریعہ خط اجازت لے لینا اور پرچہ اس کے ہمراہ رکھ دینا تاکہ معلوم ہو

جایا کرے۔

(۴۱۸) کسی کام کی پابندی دشوار ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں نے ہر بات کا ایک ڈھونگ بنالیا ہے۔ سیدھی بات ہے کہ جو دل میں ہو صاف کہہ دیں میں کوئی ایسی مشکل بات نہیں بتلاتا کہ جس کو کوئی کر نہ سکے نہایت سہل بات ہوتی ہے ہاں پابندی بے شک سخت ہے جیسے نماز کہ خود تو سہل مگر پابندی سخت۔

(۴۱۹) حضرت حکیم الامت کو اپنے طرز پر طبعی مسرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنے اس طرز پر طبعی طور پر کچھ مسرور نہیں مگر عقلی طور پر مسرور ہوں اور مجھ کو جو بد تمیزی پر اس قدر جلد تغیر ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی یہ متکبرین ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اس لئے ان کو بھی حقیر کر کے دکھلانا چاہئے اور یہ سب اس وقت ہو سکتا ہے کہ ان کی طرف کوئی احتیاج نہ رکھی جاوے نہ سفارش کی نہ چندہ کی ایسا شخص تو ان کی خبر لے سکتا ہے ان کا دماغ درست کر سکتا ہے اور یہ کام دوسرے کے بس کا نہیں۔

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(۴۲۰) اصلاح کے لئے مطالعہ مواعظ از حد ضروری ہے

ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا جس میں ان کتابوں کی فہرست بھی تھی جن کو وہ مطالعہ میں رکھتے تھے حضرت والا نے پرچہ ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ جی ہاں کافی ہیں مگر میرے مواعظ کو بکثرت مطالعہ میں رکھنا چاہیے اور یہ اوراد اور وظائف تو برکت کے واسطے ہیں اصلاح ان سے نہیں ہو سکتی اور ضرورت ہے اصلاح کی ان کو بھی زیر مطالعہ رکھئے مگر مواعظ کے دیکھنے کا اہتمام کیجئے۔ میں اکثر دوستوں کو اس کا مشورہ دیا کرتا ہوں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ مطالعہ مواعظ کا اصلاح کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۴۲۱) ساری پریشانیوں کا علاج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان اگر اسی پر آمادہ ہو جائیں کہ ہم کو آخرت میں سب کچھ مل جائے گا تب بھی ان کی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں اور تمام دنیا کے مقابلہ میں کھڑے ہو سکتے ہیں اور خیر آخرت تو بڑی چیز ہے دنیا ہی کے بہت سے مقلو ایسے ہیں کہ وہ اتفاق پر موقوف ہیں یہ تو دنیاوی کاموں کے لئے بھی اتفاق نہیں کرتے۔ اب تو حالت مسلمانوں کی نا اتفاقی کی یہ ہے کہ یہاں پر ایک مکان ہے اس میں ہمیشہ سے قربانی ہوتی تھی یہ مکان ہندوؤں کے محلہ میں ہے اس مکان میں ہندوؤں نے قربانی کو روکا۔ مقدمہ ہوا ایک مسلمان کو توڑ لیا مسلمانوں کے خلاف اس کی شہادت گزری قربانی اس مکان میں بند ہو گئی اور ملا کیا ان مسلمان صاحب کو ایک اچکن کا کپڑا۔ یہ مسلمانوں کی ذہنیت رہ گئی کہ طمع سے اس قدر مغلوب ہو جاتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب سچ کہتے تھے کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہیں ہوتا مگر طمع سے مغلوب ہو جاتا ہے۔

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(۴۲۲) تعویذ لکھنے کے لئے بشاشت ضروری ہے

ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ دریافت فرمایا کہ پوری بات کہہ چکے عرض کیا کہ جی۔ فرمایا ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور کیا ادھوری بات کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔ عرض کیا کہ بخار کے واسطے ضرورت ہے۔ دریافت فرمایا کہ کیا پہلے یہ کہا تھا عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ میں کاہے کا تعویذ دیتا عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ اس غلطی کا نشانہ ہم کو ہی بنایا جاتا ہے۔ تم نے کبھی بازار جا کر سودا خریدا ہو اسٹیشن پر جا کر ٹکٹ خریدا ہو حکیم کے پاس جا کر نسخہ لکھوایا ہو اور دوا خریدی ہو وہاں یہ غلطی نہیں ہوتی اس غلطی کے لئے بھی ہم ملانے ہی تختہ مشق کو رہ گئے ہیں ان کی نہ وقعت نہ عظمت نہ محبت نہ رحم نہ انصاف۔ پھر اس رنج کی حالت میں اگر تعویذ بھی لکھ دوں تو اصول عاملین کی بناء پر کہتا ہوں کہ اس کا اثر نہیں ہو گا اس میں ضرورت ہی بشاشت کی قوت خیالیہ کو اس میں خاص دخل ہے تکدر میں اثر نہیں ہوتا۔ بھنگی کے یہاں بھی جا کر پوری بات کہیں گے کہ جلد چل کر کما لے ہم لوگوں کو بھنگی سے بھی بدتر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہیں کان نہیں کھولے جاتے اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دوسری جگہ بھی ادھوری بات نہ کہے گا چاہے مجھ سے خفا ہی ہو جائے پھر اس شخص کی

طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ چلو چلتے بنو اپنا کام کرو۔ اپنا غلام سمجھ رکھا ہے کہ جس طرح چاہو اس طرح تمہاری غلامی کی جائے ایک تو خدمت لیں اور اوپر سے ستاویں۔ نہ کوئی قانون ہے نہ کوئی قاعدہ ادھوری بات اور پھر بعض دفعہ اکڑ مروڑ بھی۔ یہاں آکر ان کے دماغ درست ہوتے ہیں اور جگہ تو بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے اسی وجہ سے دماغ خراب ہوئے ہیں۔ چلو بس خوش اخلاقی میں ہی ایک بد اخلاق سہی تاکہ اوروں کو نظر نہ لگ جائے میں ہی سب کی طرف سے وقایہ بنا ہوا ہوں مجھے ہی ان بد فہموں اور بد دماغوں کی بھینٹ چڑھ جانے دو۔ خوب بدنام کریں خدا راضی چاہیے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے آگے سب زوائد ہیں۔

(۴۲۳) تقلید میں مصلحت عظیمہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقلید کے وجوب کا خواہ کوئی درجہ ہو مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں مصلحت عظیم ہے۔

(۴۲۴) آجکل کی سفارش ناپسندیدہ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ آج کل کی سفارش کا باب بھی مجھ کو ناپسندیدہ ہے لوگ اس کے حدود کی رعایت کر نہیں سکتے۔

(۴۲۵) جھگڑوں میں ضابطہ کا جواب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں جھگڑوں کے استفتوں پر متعارف طریق پر جواب نہیں لکھا کرتا۔ صرف ضابطہ کا جواب دیتا ہوں۔

(۴۲۶) ایک صاحب کی درخواست بیعت

فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں ایک خواب لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس کے بعد مجھ سے بیعت کی درخواست ہے، اس میں جوڑ کیا ہوا پھر جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہم سے تو وہ ہی اچھے ہیں ایسے اچھوں کو بروں کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کی کیا ضرورت ہے افضل کو مفضول سے بیعت کرنا عجیب ہے۔

(۴۲۷) حضرت حکیم الامت کی خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم

فرمایا کہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر ایک اپنا خواب بھی یاد آگیا۔ خواب یہ ہے کہ گویا میں کانپور کی جامع مسجد میں ہوں مگر علم ضروری کی طرح یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں بھی شریک ہوں اور بہت لوگ ہیں۔ پھر یہ خیال ہوا کہ یہ شہر مکہ ہے اور حضور ﷺ حجۃ الوداع میں تشریف لائے ہیں۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ چلا جاؤں گا اور حضور ﷺ کے ارشادات سنوں گا۔ صحبت میں رہوں گا۔

(۴۲۸) خواب میں زیارت رسول اکرم ﷺ کا حکم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ رائے تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حلیہ میں بھی دیکھے وہ حضور ہی ہیں اور جو کمی دیکھے وہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے۔

(۴۲۹) ادائیگی حقوق العباد میں ترتیب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے میں نے اصلاح انقلاب میں مربیوں میں دلائل سے یہ ترتیب ثابت کی ہے کہ اول ماں باپ کا حق ہے۔ دوسرے درجہ میں استاد کا تیسرے درجہ میں پیر کا۔ ماں باپ کی مثال اینٹ مٹی جمع کرنے والے کے ہے۔ اور استاد کی مثال مکان بنانے والے کی ہے۔ اور پیر کی مثال نقش و نگار کرنیوالے کی۔ ایک مولوی صاحب کا مقولہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے تھے کہ وہ تعجب سے کہتے تھے کہ استاد شاگرد کے ساتھ کس قدر محنت کرتا ہے۔ بعض دفعہ کتابیں بھی دیتا ہے کبھی کھانا بھی دیتا ہے مگر طلباء کو اس سے اتنی گرویدگی نہیں ہوتی اور پیر لوگ چھٹے مہینہ کوئی بات بتلا دی اور کہہ دیا جاؤ مگر حالت یہ ہے کہ مریدین ان کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اسی طرح استادوں کی اتنی خدمت بھی نہیں کرتے جس قدر فقیروں اور پیروں کی کرتے ہیں۔ واقعی ٹھیک بات کہی اس سے اندازہ کر لیا جاوے اس طریق کے محبوب ہونے کا جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ طریق الی المحبوب کی علت کا جزو اخیر ہے۔

(۴۳۰) اصل چیز طلب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل چیز طلب ہے اسی طلب پر اللہ تعالی عطاء فرماتے ہیں جیسے بچے کو ماں کے دودھ کی طلب ہوتی ہے تو دودھ اس کے اثر سے اترتا ہے تو ماں کو ناز نہ چاہیے کہ میں دودھ دیتی ہوں۔ دودھ خود بچہ کی طلب کا اثر ہے تجھ کو اسی واسطے عطا فرمایا ہے کہ تو بچہ کو دے البتہ بچہ کو ضروری ہے کہ وہ اس کو اپنا محسن سمجھے اسی بناء پر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ شیخ اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتا مرید ہی میں سب ذخیرہ ہے شیخ سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ لیکن مرید کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ سبحان اللہ۔ تحقیق اور تربیت دونوں کو کس طرح جمع فرمادیا۔ واقعی اپنے فن کے امام تھے محقق تھے مجتہد تھے مجدد تھے حضرت کے فیض باطنی سے ایک عالم منور اور روشن ہو گیا سبحان اللہ کیسی ذات تھی۔

۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۴۳۱) عطاء کا مدار طلب پر ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بزرگ کی حالت دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے شیخ نے قطعاً" ان کی تربیت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ فرمایا نری توجہ سے کیا ہوتا ہے جب تک دوسری طرف سے بھی طلب نہ ہو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے تو زیادہ کسی کو توجہ نہیں ہو سکتی مگر جہاں دوسری طرف سے طلب نہیں ہوئی کچھ بھی نہ ہوا۔ عطاء کا مدار طلب پر ہے بدوں طلب کے ہرگز کچھ نہیں ہو سکتا۔ عادت اللہ یہی ہے اسی عدم طلب کے متعلق حق تعالی فرماتے ہیں اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ادھر سے طلب اور ارادہ ہو اس طرف سے عطاء ہوتی ہے۔

(۴۳۲) مزار پر مٹھائی لے جانا فساد عقیدہ ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہ میں ایک بزرگ کا مزار ہے جو امام صاحب کا مزار کہلاتا ہے۔ لوگ منتیں مانتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہمارا ہو گیا تو ہم ان کے نام کی اس قدر مٹھائی تقسیم کریں گے کبھی وہ کام ہو بھی جاتا ہے تو وہ اس منت کا ثمرہ سمجھ کر چند دوست احباب کو ساتھ لے کر اور مٹھائی کو ہمراہ لے کر مزار پر پہنچتے ہیں۔ مٹھائی کو مزار پر رکھ کر سب مل کر

فاتحہ پڑھتے ہیں اس کے بعد وہ مٹھائی وہاں سے لے کر واپس آتے ہیں اور اس مٹھائی کو بطور تبرک تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ جو صورت بیان کی گئی یہ تو کھلا ہوا شرک ہے وہاں لے جا کر رکھنا علامت ہے اس کی کہ عقیدہ میں فساد ہے اگر مزار پر صرف فاتحہ پڑھتے اور مٹھائی گھر پر بدوں مزار پر لے جائے تقسیم کر دیتے تو گنجائش تھی اور اس وقت ان سے صرف سوال یہ کیا جاتا کہ تمہاری نیت کیا ہے۔ باقی مزار پر مٹھائی لے جانا اور اس پر رکھنا پھر واپس لے آنا یہ خاص اہتمام ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کی وجہ سے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقرب الی غیر اللہ ہی مقصود ہے۔ عرض کیا کہ اجمیر میں حضرت خواجہ کے مزار پر دیگیں رکھی ہوئی ہیں ان میں جنس بھر دی جاتی ہے اور پک کر تیار ہو جانے پر لٹا دی جاتی ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہو گا۔ فرمایا کہ وہاں تفصیل کی جاوے گی اس لئے کہ وہاں یہ علامات نہیں اس لئے یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ مزار پر چڑھانا مقصود نہیں محض لٹانا مقصود ہے تو اس میں نیت کی تحقیق کے بعد حکم کیا جاوے گا بخلاف سوال اول کے کہ وہاں تفصیل کی حاجت نہیں اس لئے کہ علامات شرک کی معلوم ہیں۔

(۴۳۳) کھلم کھلا بدعات کی تائید میں ایک صاحب کا رسالہ

فرمایا کہ آج ایک رسالہ آیا ہے اس میں سب بدعت کی چیزوں کو جائز لکھا ہے اور ایسے کھلم کھلا واقعات کی تاویلیں کی ہیں کہ العیاذ باللہ۔ ایک صاحب سرحدی بمبئی میں تجارت کا کام کرتے ہیں انہوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ اس رسالہ میں تمہارا نام لکھ کر بھی بہت زہر اگلا ہے آپ اس کا جواب لکھیں۔ اور میں نے اس سرحدی صاحب کو جواب میں لکھ دیا ہے کہ جواب لکھنے سے جو آپ کا خیال ہے کہ مخالف اس کو مان لے اس کی تو امید نہیں۔ اور جو موافق ہیں وہ خود اپنے دل سے پوچھ لیں جواب مل جائے گا پھر جواب کی کس کے لئے حاجت رہی پھر فرمایا کہ خدا معلوم رسالے میرے پاس کیوں بھیجتے ہیں میرے پاس ان فضولیات کے لئے اتنا وقت کہاں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سب آدمی جواب کے لئے رسالے ہی بھیجا کریں تو اتنے رسالوں کا جواب کیسے لکھا جا سکتا ہے۔ لکھنے والے نے تو صرف ایک رسالہ لکھا اور وہ بھی نہ معلوم چھ ماہ یا سال بھر میں اور لکھنے والوں کی تعداد مثلاً پچاس ہوئی تو وہ تو پچاس نے لکھا اور یہاں ایک شخص کو پچاس کا جواب لکھنا پڑا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا سہل طریقہ تو یہ ہے کہ

جس کا جواب خود سمجھ میں نہ آئے اس کو بصورت سوال ہم سے معلوم کرلیں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک سوال آوے اس کے جواب کے بعد دوسرا آوے خواہ عمر بھر بھیجتے رہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت صاحب رسالہ نے جیسے سب چیزوں کو جائز لکھا ہے دلیلیں بھی تو لکھیں ہونگی۔ فرمایا کہ اس کو کون دیکھتا ہے دلیل ہے یا نہیں۔ چاہے ذلیل ہو اور چاہے جلیل ہو۔ فتن کا زمانہ ہے ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے آزادی اور حریت کا زہریلا اثر قلوب میں اثر کئے ہوئے ہے دین کو کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کرلیا جو زبان پر آیا بک دیا نہ کوئی مواخذہ کرنے والا نہ محاسبہ کرنے والا ایسے لوگوں نے اپنا جاہ اور بڑائی کی وجہ سے اسلام کو بھی بدنام کیا۔ دین کے بارہ میں لوگوں میں دلیری بہت ہی بڑھ گئی۔ ذرہ برابر خوف خدا کا اثر لوگوں کے قلوب پر نہیں رہا ان لوگوں کو بھی مشق کرنے کے لئے دین ہی رہ گیا ہے بڑا افسوس ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴۳۴) اہل باطل میں فہم و عقل کا نام نہیں ہوتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل میں فہم و عقل کا تو نام و نشان نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ چیزیں پیدا ہوتیں ہیں اتباع دین سے تقوے سے طہارت سے اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت سے بدوں اس کے عقل و فہم نہیں پیدا ہوتے۔

(۴۳۵) اہل باطل بڑے شریر ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل باطل بڑے ہی شریر ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ روڑکی میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے حضرت کی دعوت کی اور ایک غالی صوفی بستی میں آئے ہوئے تھے ان کی بھی دعوت کردی۔ صوفی صاحب کو خبر نہ تھی کہ مجلس میں کوئی شیر بھی ہے آپ نے مثنوی کا یہ شعر پڑھا۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند الخ

اور فرمایا دیکھئے مولانا مزامیر سننے کا حکم فرماتے ہیں اور امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت مولانا دیر تک اس کی واہی تباہی باتیں سنتے رہے اور گپ شپ کی برداشت کرتے رہے جب دیکھا کہ اب حد سے گزر چلا تب حضرت مولانا بولے اور فرمایا کہ حضرت پہلے یہ تو ثابت کر دیجئے کہ مولانا کا قول حجت بھی ہے یا نہیں اور قول کے حجت ہونے کے لئے سب سے پہلی

شرط اسلام ہے تو پہلے مولانا کا اسلام ہی ثابت کر دیجئے۔ مولانا کو معاذ اللہ انکار کرنا تھوڑا ہی مقصود تھا بلکہ ان صوفی صاحب کا عجز ثابت کرنا تھا کہ ہم تو ان کا اسلام مانتے ہیں۔ مگر تم ثابت کرو۔ ایسے بے ہودوں کا یہی جواب ہے پس پھر کہاں تھے غائب۔

(۴۳۶) بزرگوں کا رعب منجانب اللہ ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی کا جو رعب ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ و نجعل لکما سلطانا۔ اس فرمانے کے بعد ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام دونوں فرعون کے دربار میں پہنچ گئے اور ذرہ برابر بھی اس کے دربار کی ہیبت کا ان پر اثر نہیں ہوا بلکہ خود ان کی ہیبت اور رعب کا اثر فرعون اور اس کے درباریوں پر ہوا۔ یہ ہے وہ ہیبت اور رعب جو اہل اللہ کو عطا ہوتا ہے والد صاحب مرحوم نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ ایک بادشاہ کسی درویش سے ملنے گئے خادم نے بادشاہ کو دروازہ پر روک دیا کہ بلا اجازت اندر نہیں جا سکتے یہ مرید لوگ پیر کے سامنے کسی کی بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ بادشاہ کو سخت ناگوار ہوا مگر اس وقت کچھ نہیں بولا خادم نے درویش کو اطلاع دی کہ بادشاہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ درویش نے اجازت فرمادی کہ آنے دو۔ بادشاہ نے خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور جھلایا ہوا تو تھا ہی درویش سے کہا کہ در درویش را دربان نباید۔ بیساختہ جواب میں فرماتے ہیں بباید تاسگ دنیا نیاید بزرگ۔ بادشاہ دم بخود رہ گیا اور کچھ جواب نہیں بن پڑا۔ ان حضرات کے قلوب میں تعلق مع اللہ کی قوت ہوتی ہے۔

(۴۳۷) خدا تعالیٰ کے اہل اللہ سے تعلق کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اہل اللہ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بچے کو ماں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور بچہ سے ناداں بچہ مراد ہے سو ماں کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے اس کے ہوتے ہوئے بچہ کو نہ شیر کا ڈر ہوتا ہے نہ بھیڑیئے کا نہ بادشاہ ظالم کا بس ایسا تعلق اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم مبارز خاں چلے جا رہے تھے ادھر سے بادشاہ کے مقرر کردہ صوبہ دار گھوڑے پر سوار ہٹو بچو کرتے ہوئے آرہے تھے اتفاق سے حضرت شاہ صاحب کے یہ خادم نہ بچ سکے تو اس عہدہ دار نے اس خادم کے ایک طمانچہ رسید کیا اس نے جا کر حضرت شاہ صاحب سے فریاد کی ان کو جوش آگیا اور

اسی وقت قلم دوات منگا کر ایک ردی سے کاغذ پر بادشاہ دہلی کو پرچہ لکھا۔ مضمون یہ تھا کہ شحنہ دہلی را اعلام آنکہ (نہ بادشاہ نہ کوئی القاب نہ آداب) پیش بریدہ بس دریدہ ناحق طمانچہ بروئے درویش کشیدہ کہ آہش از عرش رسیدہ یا بجائے او دیگر فرست یا بجائے تو دیگر رسیدہ یہ پرچہ لے کر ایک خادم دہلی پہنچا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی فوراً" دربار میں بلا لیا گیا اس نے بادشاہ کے سامنے حضرت کا والانامہ پیش کر دیا۔ بادشاہ پڑھ کر کانپنے لگا اور فوراً" ایک شخص کو حکم دیا کہ اس سے جا کر فوراً" کام لے لو اور اس کو یہ حکم دیا کہ بلا مشورہ حضرت کے کوئی کام نہ کرنا اس وقت کے سلاطین کی بھی یہ حالت تھی۔ ان کے قلب میں صلحاء و علماء کی یہ عظمت اور وقعت تھی۔

(۴۳۸) فتنہ کا زمانہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگ خواہ کیسے ہی تھے مگر دل صاف تھے اور آج کل تہذیب بھی ہے علم بھی ہے وظیفے بھی ہیں مگر دل صاف نہیں عجیب زہریلا اثر پھیلا ہے۔ سب ہی چیزیں بدل گئیں۔ زبان بدل گئی علماء کی تقریریں بدل گئیں۔ صورتیں لباس بدل گئے عجیب فتنہ کا زمانہ ہے

(۴۳۹) مسئلہ کتاب میں دیکھنے کا مشورہ

ایک مولوی صاحب نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت والا نے مسئلہ بتلا کر فرمایا کہ کتاب میں بھی دیکھ لیا جائے۔ اب مجھ کو اپنی یاد پر بھروسہ نہیں رہا اب تو جب مجھ کو خود بھی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرے علماء سے پوچھ کر عمل کرتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ ع کہ جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا۔

(۴۴۰) بیعت میں اصرار کرنا مناسب نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ بیعت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مجھ سے جو اس پر اصرار کرتا ہے میں سمجھ جاتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں محض نام کرنا ہے کہ ہمارا تعلق بھی فلاں سے ہے اور یہ ناشی ہے جاہ سے اور اس تعلق میں شرط اعظم مناسبت ہے۔ بدوں مناسبت کے فیض نہیں ہو سکتا اور جاہ کے ہوتے ہوئے مناسبت کہاں۔ مجھ کو بیعت کرنے میں

جس چیز کا انتظار ہوتا ہے وہ دو چیزیں ہیں ایک اعتقاد اور ایک مناسبت۔ فرمایا کہ اس مناسبت کے شرط ہونے پر یاد آیا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک عالم مرید ہونے آئے ان کی داڑھی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ حضرت مرزا صاحب کے لطافت طبع مشہور ہے حضرت نے ان صاحب کی صورت دیکھ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کہو میاں کیا کہتے ہو اور کیا چاہتے ہو جلدی کہو۔ عرض کیا کہ مرید ہونے آیا ہوں۔ فرمایا کہ فیض کے لئے مناسبت شرط ہے آدمی اور ریچھ میں کیا مناسبت • یہ صاحب وہاں سے جھلاتے ہوئے چل دئے کہ یہ کیا بزرگی ہے۔ مگر تھے طالب بہت جگہ پھرے مگر جیسا شیخ چاہتے تھے کہیں نظر نہ آیا تو داڑھی ٹھیک کرا کر پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے دریافت فرمایا کون ہو عرض کیا کہ فلاں شخص ہوں فرمایا ہاں دیکھو اب آدمیوں کی سی صورت ہوئی اب ہم مرید کرلیں گے۔ پھر فرمایا لوگ مجھ کو بدنام کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ایسا کرنے والا میں ہی اکیلا نہیں ہوں مجھ سے پہلے بھی ایسے گزرے ہیں کہ محض ظاہری صورت پر عدم مناسبت کا حکم لگا دیا اور یہ کہہ دیا کہ فیض نہ ہوگا۔ میں تو ایسی جلدی فیصلہ بھی نہیں کرتا اپنے اس عدم تفرد پر ایک شعر یاد آیا۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم   جنید و شبلی وعطار شد مست

(۴۴۱) کسی حال کے غلبہ کی مثال

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض وقت ان حضرات پر کسی حال کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے کسی خاص علم سے ذہول ہو جاتا ہے علم سلب نہیں ہوتا ایسے بہت سے بزرگ گزرے ہیں کہ غلبہ کے وقت ذہول ہو گیا اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ وہ حضرات معذور ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی علامہ سو رہا ہو تو علم اس کا سلب تھوڑا ہی ہو گیا جس وقت اٹھے گا ویسا ہی علم ہوگا جیسا تھا یا کسی علامہ کو نشہ کی چیز کھلا دی جاوے تو اس کا نشہ کی حالت میں تو ایک عامی اور علامہ برابر مگر جب نشہ اتر جاوے گا پھر اس کے ویسے ہی علوم موجود بس وہ غلبہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نیند یا نشہ جو اکثر ہر وقت نہیں رہتا لیکن اگر ہر وقت کسی پر رہے وہ ہر وقت معذور ہے۔ کان پور میں ایک عالم تھے ان پر فالج کا مرض پڑا یہاں تک نوبت ہوئی الحمد شریف تک یاد نہ رہی تھی جب مرض سے کچھ افاقہ ہوا تو انہوں نے الحمد شریف سبقاً "سبقاً" یاد کی اور یاد ہونے کی خوشی میں ان کے بھائی نے ایک بڑی معقول رقم کی

مٹھائی تقسیم کی تھی پھر تھوڑے عرصہ میں جب مرض کا بالکل اثر جاتا رہا پھر ویسے عالم تھے تو ایسا ہو جاتا ہے۔ یہ معذوری ہی کہلائے گی۔ بعض بزرگوں کے اس قسم کے حالات ہوئے ہیں۔ ایک بزرگ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کے مکان میں ایک درخت تھا مگر وہ بھول گئے ایک روز گھر والوں سے پوچھا کہ یہ اتنا بڑا درخت کہاں سے آگیا گھر والوں نے عرض کیا کہ یہ تو بہت عرصہ سے ہے فرمایا کہ مجھ کو یاد نہیں ایسے بہت سے واقعات ہیں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ نے تیس برس تک باجماعت جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ جامع مسجد کا یاد نہیں ہوا۔ بختیار آپ کا خادم آگے آگے حق حق کرتا جاتا تھا اس آواز پر جامع مسجد تشریف لے جاتے اور تشریف لے آتے مگر باوجود اس قدر غلبہ اور استغراق کے جماعت کا اہتمام رہا اور جماعت تو بڑی چیز ہے خلاف سنت بھی کبھی کوئی فعل صادر نہیں ہوا سو کاملین سے تو غلبہ حال میں ذہول اور بھول تو ہوئی ہی مگر کوئی کام خلاف شرع نہیں ہوا اور غیر کامل سے ایسا بھی ہوتا ہے مگر معذور ہے۔

(۴۴۲) مزامیر کے ساتھ سماع سننا کسی بزرگ سے ثابت نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض بزرگوں سے مجرد سماع کا سننا ثابت ہے اور بعض سے مع مزامیر منقول ہے اس کی کیا حقیقت ہے فرمایا کہ مزامیر کے ساتھ سننا تو کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اور اگر فرضاً ہو بھی تو وہ غلطی اجتہاد کی ہے۔ اور ایک عام جواب ہے غلبہ حال۔ مگر یہ تو محض قانونی جواب ہے جو بعض جگہ چلتا ہے بعض جگہ نہیں چلتا مگر ہر حال میں یہ حضرات ان رسوم متعارفہ کے پابند نہ تھے ایک مرتبہ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ کچھ سننے کو جی چاہتا ہے کسی کو بلاؤ اتفاق سے اس وقت کوئی قوال نہیں ملا۔ عرض کیا گیا کہ کوئی ملا نہیں فرمایا کہ اچھا مولانا حمید الدین صاحب ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات لاؤ۔ مکتوبات لائے گئے۔ ان میں سے ایک مکتوب پڑھ کر سنایا گیا یہ مکتوب ایسا نہ تھا جس میں کوئی نظم ہو نہ کوئی خاص شورش کا مضمون تھا اس کے شروع میں اس قسم کی عبارت تھی از خاکپائے درویشاں وگرد راہ ایشان۔ بس اس کو سن کر حضرت سلطان جی پر وجد طاری ہو گیا اور تین دن تک وجد رہا مگر اس حالت وجد میں نماز تو کیا ترک ہوتی کوئی فعل خلاف سنت بھی سرزد نہ ہوا ان حضرات کی یہ حالت تھی۔

کسانیکہ یزدان پرستی کنند بر آواز دو لاب مستی کنند

ان حضرات کو ستار اور ڈھولک پر کیا وجد ہوتا اور اس میں کیا حظ ہوتا اور نہ ان کو حظ مقصود تھا۔ میں نے صوفیہ کی ایک مجلس میں بسبیل گفتگو یہ کہا تھا کہ حضرت سلطان جی قدس سرہ نے سماع کے شرائط بیان کئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ چار شرطیں ہیں سامع مسمع مسموع آلہ سماع سامع از اہل دل باشد از اہل ہواو شہوت نباشد مسمع مرد تمام باشد زن کودک نباشد مسموع مضمون ہزل و فحش نباشد آلہ سماع چنگ ورباب درمیان نباشد۔ اب فرمایئے ان قیود اور شرائط کے بعد کیا پھر بھی کوئی شبہ باقی رہتا ہے نہ مشائخ پر نہ علماء پر باقی ان حضرات سے یعنی مشائخ سے یا علماء سے کسی کو بغض وعداوت ہی ہو وہ مخاطب نہیں۔ کیا محض خوش آوازی کو حرام کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً" اگر کوئی شخص قرآن شریف اچھی آواز سے پڑھے اس کو کون حرام کہے گا یا بوستان کو خوش الحانی سے یا اچھی آواز سے پڑھے کون ممانعت کرے گا ان شرائط کے ساتھ اگر کسی پر کوئی کیفیت ہو جائے اس پر کیا ملامت خشک لوگ کیا جانیں جس کے قلب پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ وضو فرما رہے تھے ایک عورت کے رونے کی آواز آئی اس کا بچہ مر گیا تھا حضرت مولانا بیچین ہو گئے اور یہاں تک حالت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ زمین پر گر جاتے۔ باقی ان حضرات کی قلبی کیفیات پر اعتراض کر دینا بہت آسان ہے۔ مگر ضرورت سمجھنے کی ہے۔ دوسرا واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ہے۔ آپ اجمیر تشریف فرما تھے ایک روز راستہ سے گزر رہے تھے ایک دوکان سے موسل سے وہاں کوٹنے کی آواز آئی اس آواز کو سن کر وجد طاری ہو گیا اور سڑک پر گر گئے یہ کیفیات اور حالات قلبی ہیں جو غیر اختیاری ہیں اس میں وہ حضرات معذور تھے۔ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں بزرگان طریق خصوصاً" چشتیہ کی نصرت کی ہے اور ان حضرات کا خود ان کے اقوال اور افعال سے متبع سنت اور متبع شریعت ہونا ثابت کیا ہے اور غلبہ حال کے وقت ان حضرات کا معذور ہونا بھی ثابت کیا ہے اس رسالہ کا نام ہے

السنۃ الجلیۃ فی الچشتیہ العلیۃ میں نے غالباً" اس میں غلبہ حال کی نظیر میں اپنے اوپر گزرا ہوا ایک واقعہ بھی لکھا ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوپہر کی گاڑی سے ایک مہمان آگئے ان کی وجہ سے میں دوپہر کو آرام نہ کر سکا بعد نماز ظہر جب ڈاک کے جوابات لکھنے بیٹھا

تب نیند کا غلبہ ہوا اور وہ ایسی شان کا تھا کہ اگر گفتگو کرتا ہوں تو کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا اور جہاں خطوط لکھنا شروع کیے نوم کا غلبہ لیکن لکھتا برابر رہا مگر لکھنے کے بعد جب نظر ثانی کرتا تب معلوم ہوتا کہ غلط لکھا گیا پھر اس کو کاٹ کر لکھتا اس روز کتنے ہی خطوط میں یہ گڑ بڑ ہوئی اور کاٹ چھانٹ کرنی پڑی تو جب ادنی سے نوم کے غلبہ کی یہ حالت ہوگئی تو جن حضرات پر کسی اعلی درجہ کی حالت کا غلبہ ہو ان کی کیا کیفیات ہوگی اسی کی تعبیریں ہیں سکر و غیبت اور استغراق و محویت ان کی حالت اس کا مصداق ہوتی ہے

اے تراخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اسی غلبہ حال میں ایک درویش نے ریاست رام پور میں خود کشی کرلی تھی ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک بار موجز کے درس میں مشغول تھے ہم چند طلبہ حاضر خدمت تھے۔ اثناء درس میں ایک رامپوری طالب علم مظہرالدین نامی نے حضرت سے اس کا قصہ عرض کرکے یہ بھی سوال کیا کہ حضرت اس خود کشی پر ان درویش کو گناہ ہوا یا نہیں حضرت نے فرمایا کہ جا بندۂ خدا اس نے تو محبت میں جان دے دی اور تو یہی پوچھ رہا ہے کہ گناہ ہوا یا نہیں۔

ایسے شخص پر کیا فتوی دیا جا سکتا ہے پھر اسی معذوری کی تائید میں ایک استدلال کیا وہ یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندہ کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ ایک شخص اونٹ پر زاد راہ رکھ کر سفر میں چلا کسی منزل پر پہنچ کر اونٹ کو پاس کھڑا کرکے سو گیا وہ اونٹ مع سامان چل دیا اب دفعتہ" اس مسافر کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹ غائب اب حالت اس کی معلوم ہے کہ سفر کا تھکا ماندا چلنا دشوار۔ سرمایہ اور زاد راہ کچھ پاس نہیں کوئی آس پاس امداد کرنے والا نہیں غرض یہ کہ زیست کے تمام اسباب مفقود ہیں اس حالت میں وہ مایوس ہو کر مرنے کے لئے تیار ہو کر پھر سو گیا۔ پھر جو دفعتہ" آنکھ کھلی تو دیکھتا ہے کہ اونٹ مع سامان موجود ہے اس شدت فرح میں کہتا ہے اللھم انت عبدی وانا ربک اس کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اخطاء من شدۃ الفرح دیکھئے اس حدیث میں اس کے اس خطا پر نکیر نہیں فرمایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ شرعا" معذور ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں گناہ نہیں شدت فرح میں لغزش ہو گئی۔

ظاہر ہے کہ نبوت ختم ہوئی ہے ولایت ختم نہیں ہوئی اور اگر لوازم بشریہ کا صدور ضعف اعتقاد کا سبب ہے تو سمجھ لو کہ اللہ والے فرشتے تو ہوتے نہیں کہ نہ کھائیں نہ پیئیں نہ بولیں نہ ہنسیں افعال بشریہ تو سب میں کچھ نہ کچھ ہوتے ہی ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ سب میں بڑا الوالعزم اور محترم اور برگزیدہ طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے کیا افعال بشریہ افعال فطریہ یہ ان سے صادر نہ ہوتے تھے مثلاً کسی پر غصہ سے کسی پر نرمی سے خود حدیث شریف میں یہ دعاء ہے

اللھم انی اتخذ عندک عھدالن تخلفنیہ فانما انا بشر فایما مومن اذیتہ اوشتمتہ او جلدتہ اولعنتہ فاجعلھا لہ صلوۃ وزکوۃ و قربتہ تقربہ بھا الیک اپنی اپنی شان کے موافق افعال بشریہ سب ہی میں ہوتے ہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ انا الحق کہنا جن کا واقعہ ہے یہ منصور مشہور ہو گئے ہیں حسن ابن منصور ہیں۔ ایک وزیر ان کا کسی وجہ سے دشمن ہو گیا تھا اس نے علماء سے استفتاء کیا علماء نے سوال کے مطابق فتوی دے دیا ان پر بھی کوئی الزام نہیں ایک شخص صورت سوال لکھ کر حکم معلوم کرتا ہے علماء کا تو یہی کام ہے کہ وہ حکم شرعی ظاہر کر دیں اگر شبہ ہو کہ فتوی لکھنے والوں کی نسبت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چوں قلم دردست غدارے فتاد لاجرم منصور بردارے فتاد

جواب خود اسی شعر میں ہے غدران نہیں فرمایا کہ اہل فتوی مراد ہو سکیں غدار فرمایا ہے سو ایک شخص مراد ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ وزیر مراد ہو اور چونکہ تنفید عقوبت کی اس کے حکم سے ہوئی اس لئے اس کے قلم کی طرف نسبت کی گئی تو فتوی میں وہ علماء کو بھی معذور سمجھتے ہیں اور اس ایک مستفتی کی وجہ سے واقعہ کا ہونا بیان فرماتے ہیں۔ غرض اہل طریق سے بد گمانی نہایت خطرناک بات ہے یہی حاصل ہے اس تمام تقریر کا۔

(۴۴۳) تاویل اور توجیہ کا ایک معیار

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر تاویل کی جائے تو پھر کوئی بھی مواخذہ کے قابل نہیں رہتا تاویل میں تو بڑی وسعت ہے۔ فرمایا کہ تاویل اور توجیہ کا بھی ایک معیار ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کی غالب حالت صلاحیت کی ہے دین کا مطیع ہے۔ عقائد صحیح ہیں ایسے شخص سے اگر کوئی غلطی ہو جائے وہاں تاویل واجب ہے اور جہاں فسق و فجور کا غلبہ ہے وہاں تاویل

اسی بناء پر ابن القیم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ فرح اور غضب کے وقت انسان معذور ہوتا ہے لیجئے یہ چشتی بدنام ہیں کہ بدعت کے موجد ہیں اب حدیث اور شارح حدیث کو کیا کہو گے اسی طرح حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا سبحانی ما اعظم شانی مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ نے کیا فرمایا۔ فرمایا کہ اگر میں ایسا کہتا ہوں تو واقعی کفر ہے اگر اب کے ایسا کہوں تو مجھ کو قتل کر دینا اگر دوکاندار ہوتے تو کیا ایسی بات کی اجازت فرماتے کیا دوکاندار شخص ایسا کر سکتا ہے مرید بھی ایسے ہوتے تھے کہ ذرا کوئی بات شیخ کی خلاف شریعت دیکھی فوراً امر بالمعروف کر دیا آج کل کی سی حالت نہ تھی کہ ایسے الفاظ سے اور مریدین کا اعتقاد بڑھتا ہے۔ غرض یہ کہ مریدین نے چھریاں تیار کر لیں شیخ پر پھر غلبہ طاری ہوا اور سبحانی ما اعظم شانی زبان سے نکلا مریدین نے چہار طرف سے چھریاں مارنا شروع کیں اب تماشہ یہ ہوا کہ جس مقام پر شیخ کے جسم پر چھری مارتے ہیں لوٹ کر اسی جگہ اپنے جسم پر چھری لگتی تمام مریدین زخمی ہو گئے شیخ کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ تمام زمین پر پڑے تڑپ رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہوا عرض کیا گیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی ہم کو تو ہلاک ہی کیا ہوتا اور سب قصہ بیان کیا فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو بس معلوم ہوا کہ میں نہیں کہتا کوئی اور کہتا ہے کہ جس پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا پھر اس کی نظیر آیت سے بیان کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت اپنی بیوی کو لے کر چلے اور وہ کوہ طور کے قریب منزل پر آئے اور آگ کی ضرورت ہوئی تو ایک درخت پر آگ نظر آئی آپ آگ لینے گئے تو اس درخت میں سے آواز آئی اَنْ یّٰمُوْسٰی انی انا اللہ رب العلمین الایہ تو کیا وہ نداء درخت کی تھی سو جب ایسی آواز درخت میں پیدا ہو سکتی ہے سو اگر منصور اور بایزید میں پیدا ہو جاوے جو درخت سے کہیں زیادہ مظہر ہے تو اس میں استبعاد کیا ہے نیز ایسے فتوے اکثر معاصرین نے دیئے ہیں جس کی وجہ سے یہ ہے کہ معاصرین کو اکثر حسد ہوتا ہے مشہور ہے کہ معاصرت اصل منافرت ہے چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ جب تک کوئی زندہ ہے۔ لوگ اس کے درپے رہتے ہیں اور جہاں وہ مر گیا رحمتہ اللہ علیہ ہو گیا اور جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو قدس سرہ ہو گیا آخر اس کی کیا وجہ کہ زندگی میں ہمیشہ ایک شخص سے غیر معتقد اور مرنے کے بعد معتقد بس یہ غیر معتقد ہونا ہمعصری کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن خود یہ بناء ہی لغو ہے کیا محض معاصرۃ کمال کے منافی ہے

نہ کی جاوے گی۔ اور مستحقین تاویل کی شان میں اگر تاویل بھی نہ کی جاوے تب بھی کف لسان واجب ہے گو ان کا معتقد ہونا بھی واجب نہیں جیسے شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ ہیں یا بایزید رحمتہ اللہ علیہ ہیں ان کا معتقد ہونا واجب نہیں۔ مگر گستاخی بھی محل خطر ہے اور خطر بھی ایسا جس کو امام غزالی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اہل طریق سے بدگمانی کرنے سے اندیشہ سوء خاتمہ کا ہے اور اگر کچھ نہ کہو تو کچھ اندیشہ نہیں تو بہتر صورت یہی ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ کچھ نہ کہو گو یہ بھی ضروری نہیں کہ معتقد ہو جاؤ بس نہ معتقد ہو نہ کچھ بے جا کلمہ کہو اسی میں خیر ہے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص امیر ہو اس کے امیر ہونے کا کوئی معتقد نہ ہو لیکن اگر یوں کہے کہ وہ غریب ہے مفلس ہے یہ جھوٹ ہوگا اور موجب ایذاء بھی سو معتقد نہ ہونا جرم نہ تھا جھوٹ بولنا جرم ہے اسی طرح اگر کوئی ان حضرات کا معتقد نہ ہو کوئی جرم نہیں لیکن برا بھلا کہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے ہمارے بزرگوں کا تو مذہب یہ ہے کہ وہ افراط و تفریط کو پسند نہ فرماتے تھے۔ بجز منصوص علیہ حضرات کے کسی خاص بزرگ کا نہ معتقد ہونا فرض ہے اور نہ برا بھلا کہنا جائز۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ارشاد اس باب میں یاد آیا فرمایا تھا الغائب حجتہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ پر بعض خشک علماء بڑا ہی سب و شتم کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی کیا ضرورت ہے کہ برا بھلا کہا جائے۔ فصوص کو نہ مانیئے فصوص کا ماننا فرض نہیں مگر نصوص کا ماننا تو فرض ہے اور نصوص کا حکم ہے کہ بدوں دلیل شرعی یقینی کے کسی کو برا بھلا کہنا جائز نہیں اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مصلح اور مفتی میں سب چیزیں ہونا چاہیں۔ قرآن بھی حدیث بھی فقہ بھی تصوف بھی پھر انشاء اللہ تعالیٰ ایسا شخص حدود پر رہ سکتا ہے جامع نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ہو ہی جاتی ہے۔ محقق اور جامع موقع اور محل کو دیکھتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو۔

(۴۴۴) اصولی بات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان غالی اور جاہل صوفیوں نے تصوف کو بدنام کیا یہ لوگ اپنی بے احتیاطیوں سے امت میں کفر پھیلاتے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست میں مشائخ نے فصوص کو داخل نصاب کر رکھا ہے۔ اس کا جو نتیجہ ہوگا ظاہر ہے اس لئے کہ پڑھنے

والے جاہل ہوں گے پڑھانے والے نور علی نور۔ اب جس کو دیکھو اوست ہانک رہا ہے بھلا کوئی پوچھے کہ ایسی حالت میں اس کتاب کو سمجھے گا کون۔

(۴۴۵) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شان رحمت

ایک سلسلہ گفتگو میں جس میں اپنے بزرگوں کی شان رحمت کا تذکرہ تھا فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں کچھ لوگ اہل علم جمع تھے اور اہل بدعت فرقوں کے اقوال کو بغرض ان کی تکفیر کے نقل کر رہے تھے اور حضرت تکفیر سے بچانے کے لئے ان کی تاویل فرما رہے تھے سب کو لاجواب کر کے اخیر میں فرمایا کہ میاں کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو (اس وقت حضرت پر رحمت کا جوش تھا) بعضے وہ لوگ جن کو تم دنیا میں کافر قطعی سمجھتے ہو قیامت میں دیکھو گے کہ بخشے جائیں گے اور وہ واقع میں کافر نہ ہوں گے مگر ایمان ان کا ایسا خفی ہوگا کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی کو علم نہ ہوگا چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب انبیاء اولیاء صلحاء علماء کی شفاعت ختم ہو جائے گی اس وقت حق تعالیٰ ایک گروہ کو یہ ارشاد فرما کر کہ سب شفاعت کر چکے اب ارحم الراحمین باقی ہے دوزخ سے آزاد فرمائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے ایمان کا علم نہ انبیاء کو ہوگا نہ اولیاء کو ہوگا نہ صلحاء کو نہ علماء کو اس ہی وجہ سے ان کی شفاعت نہ کریں گے اس گفتگو کے بعد جو ایک شیخ کی شان انتظام کی ہوتی ہے اس کا ظہور ہوا اور فرمایا کہ اگر ڈرانے دھمکانے کے لئے کبھی کبھی کافر کہہ دیا کرو تو کوئی حرج بھی نہیں۔

(۴۴۶) ہر کام اصول کے تابع

ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا اتباع کیا جاوے اور میں کسی کا اتباع نہ کروں۔ اب غور کیجئے کہ میں سب کا اتباع کیسے کر سکتا ہوں اس لئے کہ ایک کا پچاس آدمی اتباع کر سکتے ہیں مگر پچاس کا اتباع ایک آدمی نہیں کر سکتا اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک غلام اور دس آقا ایک ہی وقت میں اس ایک غلام سے مختلف مقامات کے متعلق سب کہیں کہ دس بج کر دس منٹ پر حاضر ہو جاؤ یا ایک کہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ دوسرا کہے کہ لیٹ جاؤ تیسرا کہے کہ الٹے کھڑے ہو جاؤ چوتھا کہے کہ دوڑ کر بازار پہنچو۔ پانچواں کہے کہ حقہ بھر لاؤ وہ غریب سب پر کیسے عمل کرے۔ اہل شرک کی اسی حالت کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۤءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا" یعنی مشرک تو بت سے خداؤں میں پھنسا ہوا ہے اور موحد صرف ایک خدا کا ماننے والا ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ غرض میں پچاس کا اتباع نہیں کر سکتا یہ پچاس جو ہوں گے پچاس خیال کے پچاس طبیعتوں کے۔ ہاں پچاس کا کام تو کر سکتا ہوں مگر پچاس کا اتباع مشکل ہے اور وہ پچاس میرا تنہا کا اتباع کر سکتے ہیں۔ مگر میں تو اس پر بھی اپنا اتباع نہیں چاہتا ہوں میرے یہاں تو نہایت آزادی ہے خدمت سے انکار نہیں مگر شرط یہ ہے کہ طریقہ سے ہو...... لوگ چاہتے ہیں کہ بے اصول گڑ بڑ سڑ بڑ جس طرح ہم چاہیں ویسے یہ خدمت کرے سو یہ محال ہے اگر یہ بات پسند ہے تو کہیں اور جاؤ ایسے بھی بہت ہیں جو تمہاری غلامی کریں گے۔ یہاں پر تو بحمد اللہ ہر کام بات اصول کے تابع ہے اس کو لوگ سختی کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سختی ہی سہی جہاں نرمی ہوتی ہو وہاں جاؤ۔ گھر سے چلتے ہیں اپنی غرض لے کر اور پھر متوقع ہوتے ہیں کہ ملانے ہماری غلامی کریں یہ سب رسمی پیروں کے بگاڑے ہوئے ہیں یہاں پیری دیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اگر ہزار دفعہ خوشی پڑے آؤ اور اتباع کرو اور جوتیاں کھاؤ ورنہ اپنے گھر بیٹھو بلانے کون گیا تھا بلاوجہ بیٹھے بٹھائے آکر ستاتے ہیں۔ ان بدفہموں نے پریشان کر دیا خدا معلوم دنیا سے عقل اور فہم رخصت ہی ہو گئے۔ ساری دنیا کوڑ مغزوں سے بھر گئی سیدھی اور صاف بات کہتے ہوئے موت آتی ہے دم نکلتا ہے زبان کٹتی ہے سارا آوا کا آوا ہی خراب ہو گیا۔ اب کہاں تک ان حرکات پر صبر کروں۔ آخر کوئی حد بھی ہے جو آتا ہے باون ہی گز کا آتا ہے ان حرکت کی بدولت اپنا تو کیا کام کرتے مجھ کو بھی میرے کام سے رکھا۔ پھر ان نو وارد صاحب سے فرمایا جاؤ اٹھو سامنے کسی دوسرے وقت آدمی بن کر آنا جانور بن کر کہیں نہ جانا چاہیے۔ جیسے سانڈ آزاد ہوتا ہے کہ کسی کے سینگ مار دیا کسی کا کھیت کھا لیا نہ کوئی کہنے والا نہ سننے والا مگر یہاں ایسے سانڈوں کے علاج کے لئے بہت کچھ سامان ہے سر تک نہیں ہلا سکتے۔ لونڈوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ جہاں کسی نے ہاتھ میں تسبیح لے لی بس اس کو بے حس اور بت سمجھتے ہیں کہ اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی خواہ ہاتھ جوڑ کر سجدہ کر لو اور چاہے جوتے رسید کرو فانی فی اللہ ہیں ان کو کیا خبر ان کو کسی چیز کا احساس نہیں رہتا بس یہ اعتقاد ہے پھر فرمایا کہ ان بے چاروں کا بھی قصور نہیں روک ٹوک کہیں ہے ہی نہیں آج ساری عمر میں پہلی بار یہ باتیں ان کے کانوں میں پڑی ہونگی اور یہ

مجھ سے تو چاہے خفا رہیں یا خوش مگر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دوسری جگہ بھی ایسی حرکت نہ کریں گے بلا سے مجھ کو تکلیف ہوئی اور مسلمان تو ایسے موذی کی اذیت سے نجات پائیں گے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ میں دوسرے مسلمانوں کا وقایہ ہوں مجھ کو تو انشاء اللہ اسی وقایہ ہونے میں ثواب ملتا ہوگا گو وہ شخص ساری عمر بھی نہ ملے جس کی وجہ سے ثواب ملا۔

(۴۴۷) نامزد حضور ﷺ کی تصویر کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد حضور ﷺ کی تصویر ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی ایسی ہی بات پیش آئی تھی۔ ایک شخص نے آکر حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ میرے پاس ایک تصویر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نامزد ہے میں اس کے ساتھ کیا معاملہ اور کیا برتاؤ کروں فرمایا معاملہ کیا ہوتا حضور ﷺ کے نامزد ہونے سے حکم شرعی نہیں بدلتا۔ پھر یہ شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور یہی عرض کیا حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ جاندار ہے یا بے جان۔ عرض کیا کہ بے جان۔ فرمایا کہ جب صاحب تصویر بے جان ہو گئے تھے کیا معاملہ کیا گیا تھا عرض کیا کہ غسل و کفن دے کر دفن کر دیا گیا تھا۔ فرمایا تم بھی ایسا ہی کرو کیوڑا اور گلاب سے غسل دو اور بہت قیمتی کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کر دو جہاں کسی کا پاؤں نہ آئے بات ایک ہی ہے کہ محو کر دی گئی مگر عنوان کا فرق ہے۔ دوسرے طریق کا اختیار کرنا سہل ہو گیا پھر بتدریج اول طریقہ گوارا ہو جاوے گا۔ یہ حکایت سن کر پھر سائل نے عرض کیا کہ جن کے پاس وہ تصویر ہے وہ صاحب یہ کہتے تھے کہ اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور حضرت کے سپرد کر کے چلا جاؤں گا حضرت جو معاملہ چاہیں اس کے ساتھ فرمائیں۔ فرمایا کہ بڑے ہوشیار۔ اپنے نزدیک وہ باادب رہنا چاہتے ہیں۔ خیر کوئی حرج نہیں۔ میں ہی اس میں کیا کروں گا جو شریعت کا حکم ہے وہی کروں گا۔ یہاں ایک طرف تو ہے هذا تمثال رسول الله صلى الله عليه وسلم اور ایک طرف هذا حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم دیکھ لو کون مقدم ہے۔ اور ایک اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے سامنے اگر یہ پیش کی جائے تو حضور کیا معاملہ فرماتے ظاہر ہے کہ اتنا بھی نہ فرماتے جتنا شاہ صاحب نے فرمایا بلکہ مولانا شہید ہی جیسا فتویٰ اور عمل فرماتے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا شہید اور حضرت شاہ صاحب کی تجویزوں میں یہ فرق ہے کہ ایک کا نفع عام ہے اور ایک کا نفع تام۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تجویز کا نفع عام ہے اور حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نفع تام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نفع عام سے نفع تام افضل ہے گو نفع عام اسہل ہے یہ خلاصہ ہے ان دونوں حضرات کے مسلک کا جو میں سمجھا ہوں اور یہ واقعہ ہے کہ بزرگ بھی باوجود اتحاد مقصود کے مختلف الاحوال اور مختلف الطبائع ہوتے ہیں اس لئے نفس احکام میں تو نہیں مگر رائے میں اختلاف ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ اتفاق سے کہیں باہر تشریف لے گئے اور حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ سے فرما گئے کہ تم وعظ کہہ دیا کرنا حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے وعظ شروع کر دیا تھوڑے ہی دنوں میں سب مجمع ختم۔ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لے آئے ہیں پھر وہی مخلوق کا اژدہام ہو گیا اور یہ مزاج کا فرق فطری چیز ہے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزاج اور تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزاج اور تھا۔ مولوی محمد علی صاحب مونگیری نے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اور لوگوں کی شکایت کے متعلق بڑی اچھی بات کہی تھی کہ بزرگی عطاء ہونے سے پہلے مزاج عطاء ہوتا ہے تو بزرگی سے مزاج تھوڑا ہی بدلتا ہے پھر فرمایا کہ اس فطری اختلاف پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے سال بھر تک ایک بلی کو تعلیم دی کہ وہ سر پر چراغ رکھ کر کھڑی رہتی اور روشنی میں بادشاہ کام کرتا رہتا گویا زندہ چراغ ہو گیا۔ ایک روز بادشاہ نے وزیر سے اس کا ذکر کیا کہ ہماری بلی بڑی تعلیم یافتہ ہے حکم کے موافق کام کرتی ہے۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور امتحان بھی لیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ امتحان ہی کیا تھا روزانہ ایسا ہی ہوتا ہے وزیر نے عرض کیا کہ آج حضور اس کا امتحان کر لیا جائے وزیر نے ایک چوہا پکڑوایا اور جب شب کو بلی کے سر پر چراغ رکھا گیا اس کے سامنے چوہا چھوڑ دیا اسی وقت بلی چراغ پھینک کر چوہے کے پیچھے دوڑ پڑی بادشاہ کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ اب خود میں ہی اپنی حالت بیان کرتا ہوں کہ اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غصہ کے وقت کسی سے گفتگو نہ کروں ایک حد تک بحمد اللہ اس میں کامیابی ہو بھی گئی ہے مگر پوری

طرح پر نہیں ہوئی۔ جب کوئی واقعہ اس قسم کا پیش آتا ہے اس عزم کو بھول جاتا ہوں حالانکہ یاد رکھنے کا بھی علاج ہے جو دوسروں کو بتلایا بھی ہے اور بہت لوگوں نے بیان کیا کہ بڑا نفع ہوا وہ یہ ہے کہ اس کی یادداشت مثل تعویذ کے لکھ کر اپنے گٹے پر باندھ لے اس صورت سے یاد آنا آسان ہے۔ یہ ہے آسان طریقہ یاد کا مگر خود کبھی اس پر عمل نہیں کیا۔

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(۴۴۸) اصولی بات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب تو فلاں مدرسہ میں کیا فساد ہے اس سے بھی زبردست فساد ہو چکا ہے ہاں ایک نوعیت سے اگر اس کو سخت کہا جاوے تو ٹھیک ہے کہ وہ فساد بیرونی تھا اور یہ اندرونی ہے اس وقت اپنے سب لوگ ایک طرف تھے اور اہل قصبہ ایک طرف اب آپس میں اختلاف ہے وہ زمانہ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا تھا بناء اس فساد کی صرف یہ تھی کہ اہل قصبہ چاہتے تھے کہ ایک ممبر ہمارے میں سے ہو میرا اس زمانہ میں اتفاق سے وہاں جانا ہوا وہاں کی حالت معلوم ہونے پر میں نے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا کہ اہل قصبہ صرف اپنا ایک ممبر مدرسہ میں رکھنا چاہتے ہیں سو اگر ایسا ہو جائے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ کثرت تو پھر بھی حضرت ہی کے خدام کی رہے گی ایک ادمی کر کیا سکتا ہے اور اگر حضرت نے اجازت نہ فرمائی تو مدرسہ بظاہر نہایت خطرہ میں ہے شاید بقا کی بھی کوئی صورت نہ رہے۔ حضرت نے مجھ کو جواب میں لکھا کہ نااہل کو کام سپرد کرنا یہ خیانت ہے ایسا کرنے سے ہم پر مواخذہ ہوگا کہ کام نااہل کے کیوں سپرد کیا گیا اصل مقصود خدا کی رضا ہے مدرسہ مقصود نہیں۔ اور رہا یہ کہ مدرسہ باقی نہ رہے گا اس سے ہم پر مواخذہ نہ ہوگا یہ ان سے مواخذہ ہوگا جن کی حرکات سے مدرسہ کو نقصان پہنچے گا۔ اس پر فرمایا کہ جتنا بھی کام ہوا اصول صحیحہ کے تابع ہو حدود شرعیہ کے ماتحت رہ کر ہو مقصود خدا کی رضا ہے مسلمان کے ہر کام کا مقصود خدا کی رضاء ہونا چاہیے اور خوشنودی پیش نظر رہنا چاہیے مدرسہ رہے یا جائے چاہے مدرسہ ملک میں بدنام ہو یا نیک نام چندہ بند ہو یا جاری رہے طلباء زیادہ ہوں یا کم۔ غرض یہ کہ کچھ بھی ہو اصول صحیحہ کے تابع رہنا چاہیے اور یہ میری رائے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے فرمانے کے مطابق ہے اپنی تنہاء رائے نہیں خواہ یہ رائے بھی کسی کو پسند نہ ہو لیکن یہ

اصولی بات ہے۔ ایسے معاملات میں بعض بزرگوں کی رائے میں وسعت ہوتی ہے اور بعض کی رائے میں تنگی اس شعر میں دونوں مسلکوں کا فیصلہ ہے خوب فرماتے ہیں۔

رند عالم سوز رابا مصلحت بینی چہ کار کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

اسی مضمون کو حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

احمد تو عاشقی مشیخت تراچہ کار دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

(۴۴۹) اشاعت طریق کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک جاہل مصنوعی درویش دہلوی نے مجھ پر بیعت کی تقلیل پر یہ اعتراض کیا کہ اشاعت طریق پر حریص نہیں حالانکہ شیخ کو اشاعت طریق پر حریص ہونا چاہیے۔ میں نے سن کر کہا کہ اشاعت طریق کے یہ معنی نہیں کہ ہر شخص کو بیعت کر لیا جاوے بلکہ یہ معنی ہیں کہ جلسہ عام میں جلسہ خاص میں حقائق اور معارف کے طریق بیان کئے جاویں وہ شخص اشاعت طریق کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔

(۴۵۰) اصلاح کے دو طریقے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وسعت ہے اور تیرے یہاں تنگی ہے میں نے کہا کہ اصلاح کے دو طریقے ہیں ایک برکت کا اور ایک حرکت کا۔ حضرت رائے پوری کے یہاں برکت ہے اور میرے یہاں حرکت ہے وہ شیخ ہیں میں میخ ہوں جب میں بابرکت نہیں تو اگر حرکت بھی نہ کروں تو پھر کوئی بھی صورت اصلاح کی نہ رہے اس لئے زبان سے ہاتھ سے حرکت کرتا ہوں جس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی بڑی وسعت تھی۔ ایک شخص نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرائط پیش کیں۔ ایک تو یہ کہ نماز نہ پڑھوں گا۔ دوسرے یہ کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا حضرت نے دونوں شرائط کے ساتھ بیعت میں قبول فرمایا مگر حضرت کو خدا تعالیٰ کی ذات پر ایسا بھروسہ تھا کہ کیسا ہی کوئی آیا اس کو لے لیا۔ اب برکت سنئے۔ بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا اس شخص کے بدن میں خارش شروع ہوئی اور ایسی ہوئی کہ پریشان ہو گیا۔ اور اتفاق سے جو اعضاء وضوں میں دھلتے ہیں ان میں زیادہ خارش تھی اس شخص نے پانی سے وہ اعضاء دھوئے صرف مسح رہ گیا۔ پھر خیال آیا کہ اور

اعضاء تو دھل گئے صرف مسح رہ گیا لاؤ مسح بھی کر لیں وضو ہی ہو جاوے گا۔ چنانچہ مسح بھی کر لیا جس سے نصف خارش جاتی رہی پھر خیال آیا کہ وضو تو ہو ہی گیا لاؤ نماز بھی پڑھ لیں۔ بس نماز کی نیت باندھنا تھا کہ دفعتاً تمام خارش بند ہو گئی۔ اس نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت آیا پھر وہی خارش پھر وضو کر کے نماز شروع کی خارش بند اب یہی سلسلہ جاری ہو گیا وہ شخص اب سمجھا اور کہنے لگا واہ حضرت یہ تو مجھ پر اچھا سپاہی مسلط کیا غرض پکا نمازی ہو گیا۔ اب ہندوستان میں آیا خیال اور نیت یہ تھی کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا۔ رہا نماز کا معاملہ تو معاملہ نماز کے وقت ناچ میں سے اٹھ کر آیا کروں گا اول موقع پر ناچ میں جانے کا ارادہ کیا۔ دل میں خیال آیا کہ بڑے شرم کی بات ہے ناچ دیکھ کر پھر یہی منہ لے کر مسجد میں جاؤں بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ بس ناچ بھی چھوٹ گیا۔ یہ حضرت کی برکت تھی سو ہم میں ایسی برکت کہاں اس لئے ہم کو سیاسی تدابیر کی ضرورت ہوتی ہے جس کو لوگ تنگی سمجھتے ہیں۔

(۴۵۱) دعا کی وسعت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس میں تو کوئی بھی تعجب نہیں اگر کسی بزرگ کی دعاء مستجاب ہو جائے اور اس کا ظہور ہو جائے۔ دعاء تو وہ چیز ہے اور اس میں ایسی وسعت ہے کہ شیطان نے عین مردودیت کے وقت دعاء بھی عجیب شان میں کی اور قبول ہوئی۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں اور بھائی اکبر علی مرحوم ایک مجذوب کی دعاء کی برکت سے جو بصورت پیشین گوئی ظاہر ہوئی تھی پیدا ہوئے اور انہوں نے دعاء ہی کے وقت نام بھی رکھ دیئے تھے کہ ایک کا اشرف علی نام ہوگا اور ایک کا اکبر علی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک ہمارا ہوگا وہ حافظ مولوی ہوگا اور دوسرا تمہارا ہوگا اور چونکہ میں ایک مجذوب کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں یہ خاص رنگ آزادی طبیعت میں اسی کا اثر ہے اس ہی لئے دوسرے اہل رسم کی رائے میں اور میری رائے میں اکثر توافق نہیں ہو سکتا۔ میں دوسرے کا تابع ہو سکتا ہوں مگر رائے میں میں متفق نہیں ہو سکتا میں آزادی کی رائے دیتا ہوں اہل رسم مصالح کو دیکھتے ہیں۔ دیوبند میں حافظ احمد صاحب مرحوم کا اور رنگ تھا جس میں آزادی غالب تھی اور مولوی حبیب الرحمن صاحب مرحوم کا اور رنگ تھا جس میں مصالح غالب تھے۔

(۴۵۲) بعض جگہ اصلاح قوت سے ہوتی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ میں فساد کی رفتار تیزی پر ہے اور اصلاح کی رفتار سست ہے تو پھر فساد ہی غالب رہے گا اور فساد ہی کو قوت ہوگی۔ ہاں اگر اصلاح کے مقابل فساد نہ ہوتا اور پھر بتدریج اصلاح کی رفتار چلتی جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو مجموعہ ہو کر اصلاح کو قوت ہو جاتی۔ عرض کیا کہ حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس مدرسہ میں رہ کر غیبت سے بچنا مشکل ہے فرمایا کہ پہلے تو غیبت ہی سے بچنا مشکل تھا جو ایک معصیت ہے اور اب تو نیچریت سے بچنا مشکل ہے جو کفر کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ یہ حالت ہو گئی ہے کہ قرآن و حدیث میں جو نیچری تحریف کرتے تھے وہ اب وہاں کے لکھے پڑھے طلبہ کرتے ہیں بے حد شرم آتی ہے۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ ندوہ اور علیگڑھ میں اور فلاں مدرسہ میں کیا فرق ہے۔ سو یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے آپ غیبت ہی کو لئے پھرتے ہیں خیر صاحب جو ان کا جی چاہے کریں ان پر تو اختیار نہیں۔ مگر اپنے کو تو اختیار ہے کہ ان سے علیحدہ ہو جاویں۔ سیاق قرآنی سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے تھی کہ بیرا ہوں میں رہ کر اصلاح کرنا چاہیے اور موسیٰ علیہ السلام کی رائے تھی کہ ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ دونوں حضرات کے اقوال جو سورہ طٰہٰ میں منقول ہیں ان سے یہی مفہوم ہوتا ہے اور رائے موسوی کو ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ جس وقت سے مدرسہ میں یہ گڑبڑ ہوئی ہے اپنے قلب کو دیکھتا ہوں کہ ان میں انشراح نہیں اور اگر انشراح بھی نہ ہو آدمی نفس پر جبر ہی کر لے مگر کوئی کام بھی تو ہو جب یہ بھی نہ ہو تو پھر کیا نتیجہ واقعی بات تو یہ ہے کہ عذر تو بہت ہیں۔ مگر جب انشراح نہیں رہتا کام نہیں ہوتا ایسے کام پر موقوف ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اصلاح کی کوئی صورت بھی ہے۔ میں نے کہا کہ ہے وہ یہ کہ سال بھر کے لئے مجھ کو پورے اختیارات دے دیئے جاویں اور جس قدر منتظمین مدرسین طلبہ ہیں سب استعفے داخل کر دیں پھر جس کو چاہوں رکھوں اور جس کو نہ چاہوں نہ رکھوں یہ صورت اصلاح کی ہے اور اس کے خلاف یہ عادۃ اصلاح ناممکن ہے اس لئے کہ جو پرانے ہیں وہ فن پالیسی اور چالاکی میں مہارت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں جب تک ان کا اخراج مدرسہ سے نہ ہوگا معاملات کا روبہ اصلاح ہونا امر محال ہے۔ پارٹی بندیاں ہو رہی ہیں ادھر سے ادھر بے تار کی خبریں چلتی ہیں اس سے توڑ اس سے جوڑ شب و روز یہی مشغلہ ہے پھر اصلاح کہاں۔

(۴۵۳) جس درجہ کا کام ہو اسی درجہ کی قوت چاہیئے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب فلاں مدرسہ میں اصلاح محض تدابیر سے محال ہے اب تو ضرورت قوت کی ہے اس لئے کہ اصلاح تو غلطی کی ہوتی ہے جو بلا قصد کے ہوتی ہے اور جو قصد سے ہو اور نفس کی شرارت کا اس میں دخل ہو۔ اور پھر اس میں اغراض بھی وابستہ ہوں وہاں کیسے اصلاح ہو سکتی ہے اب رہا یہ کہ قوت سے تو اصلاح ہو سکتی ہے سو اس سے کام لیا جاوے سو میں یہ مذاق کسی کا دیکھتا نہیں سب صالح پرست ہیں کام تو کام کے طریقہ سے ہو سکتا ہے اور جس درجہ کا کام ہو اسی درجہ کی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کو وہاں قریب قریب مفقود پاتا ہوں۔

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(۴۵۴) چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غالباً" حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنے سے نگاہ بڑھتی ہے اور پشت کر کے بیٹھنے سے گھٹتی ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے کم بولنے سے مسواک کرنے سے بوڑھوں کے پاس بیٹھنے سے علماء کے پاس بیٹھنے سے۔

(۴۵۵) اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں کو اہل اللہ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی بالکل بے کار ہیں اگرچہ اہل علم ہی کیوں نہ ہوں محض پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے یعنی کفایت نہیں ہوتی یہ نہیں کہ نفع نہیں ہوتا۔

(۴۵۶) علماء کو دو چیزوں سے گریز کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء میں دو چیزیں بالکل نہ ہوں۔ ایک کبر اور ایک طمع۔ اس کی وجہ سے یہ بڑی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ علماء کو امراء سے استغنا چاہیے یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس حقیر سمجھنے کا زیادہ سبب یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں

کہ یہ طامع ہوتے ہیں اس سے علم اور اہل علم کی تحقیر اور حقارت ان کے دلوں میں مرکوز ہو جاتی ہے علماء کو ہر وقت اس آیت کا مراقبہ رکھنا چاہیے وللہ خزائن السموات والارض دین میں ضرورت محبوبیت کی شان ہے ضرور مطلوبیت کی شان ہے اگر علماء اپنی وضع پر رہیں ضرور محبوب رہیں میں استغناء تو کیا ذرا استغناء کی نقل کرتا ہوں مگر کم فہم لوگ اس پر مجھ کو ملامت کرتے ہیں کہ سخت ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں ہوں ہاں قلب میں غیرت ضرور ہے اس کو کوئی سختی سمجھے اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں جب یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان متکبروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا مناسب ہے آج غیرت اور حیا بھی کوئی چیز ہے۔ لیکن اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا علاج۔

(۴۵۷) ادھوری بات سے اذیت ہوتی ہے

ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام اور مصافحہ کے خاموش مجلس میں بیٹھ گئے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے اپنا ضروری تعارف کرائیے اور جو کہنا ہو وہ کہہ لیجئے۔ عرض کیا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں اور کہنا کچھ نہیں۔ دریافت فرمایا کہ اگر کچھ کہنا نہیں تو پھر آئے کیوں عرض کیا کہ صحبت میں بیٹھنے کے لئے اور میں بیعت بھی ہوں۔ دریافت فرمایا کہ بیعت کب ہوئے تھے عرض کیا کہ بیعت تو نہیں ہوا بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے فرمایا کہ یہ انگریزی ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے اس کا کیا مطلب ہے صاف کہو۔ عرض کیا کہ فلاں صاحب جو حضرت کے اجازت یافتہ ہیں ان سے اصلاح کا تعلق ہے اصلاح کرا رہا ہوں فرمایا کہ بندہ خدا بیعت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے یہ مہمل جواب کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے بھلا اس سے دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے کہ کیا مطلب ہے لوگ بھی نئی نئی لغات نکالتے ہیں یہ آج تک کبھی نہ سنا تھا کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے۔ یہ تو بالکل ایسی مثال ہو گئی جیسے کسی ساس نے نکمی بہو سے جو گھر کے کاموں میں سستی کرتی تھی خفا ہو کر کہا کہ گھر کو لگا کرتے ہیں۔ بہو نے اڑد کا آٹا پیس اور پانی میں گھول کر کمر سے ملا اور دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ ساس نے کہا کہ بہو یہ کیا کیا کہ تم نے ہی تو کہا تھا کہ گھر کو لگا کرتے ہیں ایسا ہی ان کا بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے۔ خدا معلوم ابہام میں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے صاف بات کہتے ہوئے موت آتی ہے سر کٹتا ہے۔ ادھورا حال ادھوری بات کہہ کر لوگوں کو تسلی کیسے

ہوتی ہے وجہ وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ لوگ پیروں کو بت سمجھتے ہیں اگر کوئی بات کہہ دو جب کچھ اثر نہیں نہ کہہ دو جب کچھ اثر نہیں کئی کئی دن انتظار میں پڑے رہتے ہیں بات تک کی نوبت نہیں آتی وہاں خوش رہتے ہیں میں سب کاموں کو بند کر کے پوچھتا ہوں تو سیدھا جواب نہیں ملتا جب اس پر میں مواخذہ کرتا ہوں وہ سبب میری بد نامی کا ہوتا ہے اگر میں نہ پوچھتا تو میں بھی خوش خلق مشہور رہتا اور پوچھتا ہوں اس لئے کہ ایک شخص اپنا گھر بار بچوں کو چھوڑ کر وقت اور روپیہ صرف کر کے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف اٹھا کر آیا ہے تو اس کا حال تو معلوم کروں کیا ضرورت اور کیا حاجت ہے اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدھا جواب نہیں۔ پھر ان صاحب کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کے روز قیام ہو گا۔ عرض کیا کہ تین دن۔ فرمایا کہ اس زمانہ قیام میں مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت نہیں ہوگی اور جب وطن پہنچ جاؤ تو اپنے مصلح کو یہ سب واقعہ لکھنا کہ وہاں گیا تھا اور مجھ سے یہ حرکت ہوئی تھی سب واقعہ بالتفصیل لکھنا کبھی کتر بونت لگاؤ اور ان سے اس کی اصلاح کی درخواست کرنا۔

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(۴۵۸) علماء کو دو چیزوں سے گریز کرنے کی ضرورت

ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بنئے نے مجھ پر جھوٹی نالش کر دی ہے دعاء فرمایئے کہ میں اس سے نجات پاؤں۔ فرمایا کہ اچھا بھائی دعاء کریں گے اللہ تعالیٰ تم کو اس بلا سے نجات دے۔ اور بھائی تم نے قرض لیا کیوں تھا عرض کیا کہ قرض نہیں لیا تھا اس نے دھوکہ دے کر ایک کاغذ پر دستخط کرائے فرمایا کہ تم بچے تھے جو دستخط کر دیئے عرض کیا کہ میں بے لکھا پڑھا ہوں جن ملنے والوں پر مجھ کو بھروسہ تھا ان کی وجہ سے ایسا ہوا۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں کیا کسی کا اعتبار کیا جاوے عرض کیا کہ اور لوگ بھی میری طرف کی نہیں کہتے۔ سب بنئے ہی کی کہتے ہیں اور اسی کی طرف ہیں فرمایا کہ بھائی آج کل مظلوم ہونا جرم ہے۔ رات دن دیکھتا ہوں سنتا ہوں اور اس قسم کے بہت سے خطوط آتے ہیں۔ مظلوم کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ قوی بھی کمزور پر ظلم کرتا ہے اور سب اس قوی ہی کے ساتھ ہو جاتے ہیں کمزور بے چارے کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ عدالتوں ہی میں کیا داد رسی ہو سکتی ہے اس لئے کہ وہاں تو شہادتوں پر مدار ہے اور ظالم ہی کی وہاں بھی کہنے والے ہوتے ہیں

پہلے زمانے کی طرح چھان بین ہوتی نہیں حکام عیش طلب آرام طلب ہیں تحقیق کی کون محنت اٹھائے۔ دوسرے یہ کہ نہ وہ فہم رہا نہ عقل نہ علم جو حقیقت کا انکشاف ہو۔ اب تو یہ بات طے شدہ ہے کہ آدمی بھوکا مرجائے مگر ان ساہوکاروں سے قرض نہ لے شیطان کا شیرہ ہو جاتا ہے کہ ایک دفعہ آدمی پھنس جائے پھر ساری عمر کے لئے اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے دیتا دیتا مر جائے مگر ان ظالموں کی ادائگی نہیں ہوتی۔ سود کا ایسا گورکھ دھندا پھیلاتے ہیں کہ اس کے پھندے سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے مگر مسلمان ہیں کہ ان کو قرض لینے سے ذرا بھی کھٹک نہیں ہوتی کہ یہ ہمارے ساتھ چالاکی کرے گا اس باب میں دل پر بالکل خوف ہی نہیں اس میں بہت ہی دلیر ہیں۔

(۴۵۹) حق تعالیٰ کی عظمت اور ادب کا غلبہ

فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت اور ادب کا اس قدر غلبہ ہے کہ ذرا کوئی حرکت ہو جاتی ہے تو مارے شرم کے پسینے پسینے ہو جاتا ہوں۔ پیر پھیلا کر سونا پاخانہ میں جا کر ستر کھولنا پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہاں تک عرض کروں ہر وقت عظمت اور ادب کا دھیان بندھا رہتا ہے یہ مجھے کیا ہوا میں نے لکھ دیا ہے کہ کیا ہوتا فضل ہوا۔

(۴۶۰) گفتگو میں ضرورت اعتدال

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کون سی انسانیت ہے کہ ضروری سوال پر بھی آپ جواب نہیں دیتے اس متانت اور بزرگی سے یہاں کام نہ چلے گا یہ سکہ اور بازاروں میں چلتا ہے جہاں بڑی بڑی دکانیں جمائے بیٹھے ہیں اور بضرورت بولنا تو مصنوعی بزرگی کے بھی منافی نہیں البتہ زیادہ بولنا منافی بزرگی کے ہو سکتا ہے اور واقعہ میں اس میں بھی ایک تفصیل ہے اس پر ایک مفید واقعہ یاد آیا ایک بے تکلف مزاج مولوی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں نے لکھا ہے کہ زیادہ بولنا اچھا نہیں اور آپ زیادہ بولتے ہیں (مولانا کی عادت تھی کہ افادات علمیہ کا خاص شغف تھا اور یہ مولوی صاحب حضرت کے شاگرد بھی تھے اور حضرت سے ذرا بے تکلف بھی تھے) حضرت نے فرمایا کہ زیادہ بولنے کی فی نفسہ ممانعت نہیں اصل میں فضول بولنے کی ممانعت ہے مگر مبتدی اس اعتدال پر عادۃً قادر نہیں اس لئے معالجہ کے طور پر اس کو زیادہ تقلیل کی تعلیم کی جاتی ہے تاکہ

اعتدال پر آجاوے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کاغذ جو مدت تک ایک رخ پر مڑا رہا ہو تو اس کو سیدھا کرنے کے لئے اس کی جانب مخالف کی طرف موڑنے میں مبالغہ کرتے ہیں یعنی اس کو دوسری جانب خوب زور سے موڑتے ہیں پھر جب کھولتے ہیں تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ عجیب مثال ہے ایسی باریک بات کو اس قدر بدیہی کر دیا۔ یہ ہیں حقیقی علوم علم اس کو کہتے ہیں جس میں نہ میرزاہد کی اصطلاحیں ہیں نہ تدقیقات ہیں۔

(۴۶۱) ذکر جہر میں شبہ ریاکاری کا جواب

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ریا ایسی سستی نہیں کہ یوں ہی چمٹتی پھرے۔ جب بلا قصد کوئی خیال پیدا ہو گیا پھر ریا کہاں وہ تو عمل اختیاری ہے البتہ ریا کا وسوسہ ہی جو ریاء نہیں اس پر دو درویشوں کا ایک لطیف مکالمہ یاد آیا۔ ایک نقشبندی نے ایک چشتی بر ذکر جہر کے متعلق اعتراض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر بالجہر کرتے ہو۔ مقصود لطافت سے اعتراض کرنا تھا کہ اس میں ایسا اظہار ہے کہ ہم تک خبر پہنچ گئی تو ایک قسم کی صورت ریا ہو گئی چشتی نے جواب دیا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ اگر محض ظاہر ہو جانا ریا ہے تو جس طرح ہمارا ذکر بالجہر ظاہر ہو لیا جس کو تم نے سن لیا اسی طرح تمہارے ذکر خفی کو ہم نے سن لیا دونوں کا ظہور ایک ہی مرتبہ کا ہو گیا عجیب جواب دیا اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا اس نے کہا حضرت اس میں ریا ہو جاوے گی اگر اجازت ہو خفی کر لیا کروں حضرت نے عجیب جواب دیا کہ میاں ذکر جہر میں تو یہی معلوم ہو گا کہ اللہ اللہ الا اللہ الا اللہ کر رہا ہے اور خفی میں جب گردن جھکا کر بیٹھو گے تو دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہو گا کہ نہ معلوم یہ عرش کرسی کی سیر کر رہا ہے یا لوح قلم کی۔ کیا اس میں ریا نہیں اس میں تو ذکر جہر سے بھی زیادہ ریا کا شبہ ہو سکتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ یہ حضرات حکیم ہیں خوب نبض کو پہچانتے ہیں۔

(۴۶۲) علماء کی ناداری میں حکمت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہندوستان میں اکثر علماء نادار ہیں اس لئے دین کی خدمت ہندوستان میں زیادہ ہو رہی ہے۔ دوسری جگہ کے علماء اکثر مالدار ہیں اس لئے دین کی خدمت نہیں کر سکتے۔ عیش میں پڑے ہوئے ہیں ایک ترکی بزرگ تھے مکہ معظمہ میں

خلیل پاشا۔ میں ان سے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ کے فرمانے سے ملا ہوں وہ کہتے تھے کہ جیسے علماء میں نے ہندوستان میں دیکھے ویسے علماء اسلامی ممالک میں بھی نہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ان میں کیا بات دیکھی کہنے لگے کہ ہندوستان کے علماء میں حب دنیا نہیں اور جگہ کے علماء میں حب دنیا ہے اس پر فرمایا کہ عجیب بات ہے اور جگہ اسلامی سلطنتیں ہیں مگر وہاں علماء کی یہ حالت اور یہاں اسلامی سلطنت بھی نہیں کہ جو کسی قسم کی بھی علماء کی کوئی خبر گیری کر سکے مگر ان کی یہ حالت اور جو زمانہ اسلامی سلطنت کا یہاں ہوا ہے اسی وقت علماء کو کون سی امداد ملی ہے ان کو تو اس وقت بھی اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ تھا۔

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(۴۶۳) عورتوں میں بھی غلبہ نیچریت

ایک بی بی کے خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اب تو مرد ہوں یا عورتیں سب کے اندر قریب قریب نیچریت انگریزیت کا زہریلا اثر پیدا ہو گیا ہے اور مردوں سے تو اتنا عجیب نہیں کیونکہ ان کو اختلاط کا اتفاق ہوتا ہے جتنا عورتوں سے عجیب ہے ایک دیندار نواب صاحب کی بیگم کا خط آیا تھا اس میں اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا کہ لیڈی فلاں صاحب میں نے ان کو لکھا کہ تمہارا گھرانا دینداروں کا ہے اس لئے تمہاری شان سے ایسے الفاظ نہایت بعید ہیں تم کو اہلخانہ فلاں صاحب لکھنا مناسب تھا پھر دوسرے جو خط آیا اس میں یہی لکھا کہ اہلخانہ فلاں صاحب۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ غنیمت ہے قبول تو کر لیا پھر مزاحا فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ یہ جدید تعلیم یافتہ انگریز خواں عورتوں کی قدر کرتے ہیں عزت کرتے ہیں خاک عزت کرتے ہیں لیڈی تو پہلے ہی بنا دیا ہم اہلخانہ کہتے ہیں اور وہ لیڈی تو عزت اس میں ہے یا اس میں۔

(۴۶۴) دین کو خواہشات نفسانی کے تابع بنانے کی مذمت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جن لوگوں نے پردہ اٹھا دیا اور بے پردگی کے حامی ہیں یہ بے غیرت ہیں علاوہ احکام شرعیہ کے طبعی غیرت بھی تو اس سے مانع ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بے غیرت بے حیا پہلے ہی سے تھے اسی سے انہوں نے دین کو دنیا کی خواہشات اور نفسانیت کا تابع بنا دیا کیا یہ اسلام ہے۔

(۴۶۵) تحریف قرآن کا اعتقاد صریح کفر ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو غالی شیعہ ہیں اور صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہیں کیا یہ کافر ہیں فرمایا کہ محض تبرے پر تو کافر کا فتویٰ مختلف فیہ ہے البتہ تحریف قرآن کا اعتقاد یہ صریح کفر ہے

(۴۶۶) کفر کا ایک شعبہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل آزاد لوگوں نے اسلام میں کتر بیونت جاری کر رکھی ہے چنانچہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں سنا ہے کہ اب ابواب فقہیہ کو خارج از نصاب کر دیا گیا ہے جن پر اس وقت عمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً" قصاص ہے جہاد ہے حدود ہیں ان عقلاء سے کوئی پوچھے کہ کیا تدوین احکام دین نہیں ہے افسوس ایسے مسلمانوں کو جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے اگر سب مسلمان ایسا ہی کریں اور یہ احکام مفقود ہو جاویں اور پھر ضرورت ہو اصلی احکام معلوم کرنے کی تب کیا ہو گا کچھ نہیں قلوب سے دین کی وقعت اور عظمت جاتی رہی جو شعبہ ہے کفر کا۔

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ بوقت ۸ بجے صبح یوم پنجشنبہ

(۴۶۷) بے فکری کے نتائج

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا آپ کہاں سے تشریف لائے جواب میں بجائے زبانی تعارف کرانے کے ایک کارڈ نکال کر پیش کر دیا۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اس خط کے دکھلانے میں کیا حکمت تھی۔ عرض کیا کہ تعارف کے لئے۔ فرمایا تعارف تو آپ زبانی کرا سکتے تھے۔ اس کارڈ سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ فلاں صاحب سے آپ کا تعلق ہے اور آپ ان کا مجھ سے اس سے وہ تعارف تو معلوم نہیں ہوا جو مقصود ہے بلکہ اس کا حاصل تو یہ ہے کہ مقصود مجھ پر اثر ڈالنا ہے کہ دیکھو میرا فلاں سے تعلق ہے مجھ سے خصوصیت کا معاملہ برتا جائے۔ میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ ان باتوں کا مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔ میں ایک دیہاتی آدمی ہوں اور جو مقصود آپ نے بیان کیا وہ اس خط کے دکھلانے سے حاصل نہیں ہوا اور جس تعلق کو اس کارڈ میں ظاہر کر کے آپ نے مجھ پر اثر ڈالنا چاہا اس

کا مجھ پر اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ کی اس حرکت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کا تم پر ذرا برابر اثر نہیں ہوا طالب میں نیاز مندی ہونا چاہیے۔ پستی ہونا چاہیے۔ فنا کی شان ہونا چاہیے یہ ہیں صحبت اہل اللہ کے آثار۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اگر کسی شخص میں کم از کم تواضع بھی پیدا نہ ہوئی وہ بالکل محروم ہے چہ جائیکہ اس کا عکس یعنی بڑائی۔ آپ کی اس حرکت کا یہ اثر ہوا کہ مجھ کو جو توجہ ہوتی بھی وہ بھی جاتی رہی اور مزید براں اوپر سے تکدر ہو گیا۔ یہ سب بے فکری کے نتائج ہیں۔ سوچتے نہیں غور نہیں کرتے کہ ہماری حرکت کا نتیجہ ہو گا کیا۔

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(۴۶۸) کتابوں کی فرمائش براہ راست حضرت مولانا شبیر علی سے کی جائے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے مجھ کو کتابوں کی فرمائش لکھی ہے۔ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ کیا میرے نام سے کوئی اشتہار دیکھا ہے کہ میں کتابیں فروخت کرتا ہوں۔ پہلے میں ایسا کرتا تھا اگر اتفاقاً کوئی فرمائش کسی نے بھیج دی میں یہ سمجھ کر کہ بے چارے کو معلوم نہیں ایک مدت تک مولوی عبداللہ مرحوم اس کے بعد مولوی شبیر علی کو دے دیتا تھا اس میں یہ خرابی ہوئی کہ کسی فرمائش کی تعمیل میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہو گئی تو عقلمند مجھ سے مواخذہ کرتے تھے تب سے میں نے یہ معمول کر لیا ہے کہ واپس کر دیتا ہوں تاکہ کارخانہ والوں سے براہ راست خود معاملہ کریں۔ یہاں پر جس قدر قواعد مرتب ہوئے ہیں وہ سب تجربوں کے بعد مرتب ہوئے ہیں چنانچہ فرمائشوں کی واپسی کا واقعہ آپ نے سن لیا۔

(۴۶۹) ایک معقولی مولوی صاحب کی حکایت

ایک خط کو ملاحظہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ عبارت بھی ہر شخص کو لکھنا نہیں آتی اس کے لئے بھی علم دین پڑھنے کی ضرورت ہے یعنی منقولات ورنہ محض معقولات کا وہ حشر ہو گا جیسے ایک معقولی مولوی صاحب سے وعظ کے لئے کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ کو وعظ کہنا نہیں آتا کہنے لگے کون کہتا ہے کہ مجھ کو وعظ کہنا نہیں آتا میں ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر ممبر پر جا بیٹھے اور وعظ شروع کیا کہ خدا تعالیٰ کی وہ شان ہے اور وہ قدرت ہے کہ وہ عالم

کو لیس سے ایس میں لائے اور پھر ایس سے لیس میں لے جائیں گے غرض چار پانچ منٹ تک وعظ میں یہی ایس لیس کرتے رہے اس کے بعد وعظ ختم کر دیا ایک اور مولوی صاحب نے وعظ بیان کیا کہ نماز فرض ہے اور اس کا تارک کافر ہے چنانچہ قرآن میں نص قطعی موجود ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت یہ آیت نہیں یہ تو حدیث ہے کہنے لگے کہ یہ حدیث ہے میں تو قرآن ہی سمجھا تھا اس لئے تمام مقاصد میں اس کی ضرورت ہے کہ منقولات پڑھی جاویں۔

(۴۷۰) فن ریاضی میں مناسبت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے حساب باقاعدہ نہیں سیکھا اور یہ فرائض وغیرہ نکال لینا اور چیز ہے۔ فن میں مہارت ہونا اور چیز ہے مجھ کو فن میں مہارت نہیں۔

(۴۷۱) بریلوی خان صاحب کے ایک مرید کی درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بریلوی خان صاحب کے ایک مرید تھے اب انہوں نے ان عقائد سے توبہ کر کے اس طرف رجوع کیا ہے۔ بہت دنوں سے خط و کتابت کر رہے ہیں انہوں نے درمیان میں خان صاحب کے بیٹے کو مخاطب کر کے ایک اشتہار دیا تھا جس میں ان سے چند سوالات کئے تھے وہ اشتہار میرے پاس بھی دیکھنے کو بھیجا تھا۔ میں نے لکھ دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا قلب ابھی اس طرف سے فارغ نہیں جب اس طرف سے قلب فارغ کر لو تب مجھ سے خط و کتابت کرنا اس کے بعد ان کا خط آیا اور لکھا کہ میں اس طرف سے قلب کو فارغ کر چکا اور توبہ کر چکا اب کچھ نہ بولوں گا۔ میں نے لکھا کہ ماشاء اللہ صدق طلب کے یہی معنی ہیں۔ اب میں بسرو چشم خدمت کو حاضر ہوں آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بیمار ہو گیا تھا اب بحمد اللہ اچھا ہوں صرف کمزوری کی شکایت ہے ذرا قوت آجائے اس کے بعد حاضر خدمت ہوں گا۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر یہاں پر آنا ہو تو شرط یہ ہے کہ خاموش مجلس میں بیٹھا رہنا ہو گا۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ خاموش بیٹھا رہوں گا فرمایا کہ ان لوگوں کو جو دوسرے کو چھوڑ کر آئیں خوب جھڑ جھڑانا چاہیے تاکہ معلوم تو ہو کہ دوسری جگہ معتقدین کی کیسی آؤ بھگت اور تواضع ہوتی تھی اور یہاں کیسی گت بنتی ہے۔ یہاں کی حالت بحمد اللہ بلا تشبیہ ایسی ہے جیسے کہ جنت میں جانا تو مشکل ہے مگر پہنچنے کے بعد پھر آرام ہی آرام ہے اگر یہ ہوتا کہ جانا تو آسان

ہو تا اور وہاں پہنچ کر مشکلات کا سامنا ہو تا تو خاک بھی لطف نہ ہو تا اب تو یہ ہے کہ جوں توں کر کے مصیبتیں جھیل کر جس طرح بھی ہو سکے پہنچ جاؤ پھر پڑے ہوئے آرام کیا کرو بعض مشائخ گو گرفتاروں کی تالیف قلب کا خاص اہتمام کرتے ہیں مگر حق کے وضوح اور قوت کے بعد تالیف قلب کی ضرورت ہی نہیں تالیف قلت ضعف کی حالت میں ہو تا ہے اور قوت میں استغنا ہونا چاہیے۔

(۴۷۲) اکثر لوگوں کا عبث اور فضول میں ابتلاء

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لکھے پڑھے ہوں یا بے لکھے پڑھے ہوں سب کو قریب قریب فضول اور عبث میں ابتلا ہو رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے جو دوسری جگہ مقیم ہیں محض محبت کی وجہ سے ایک دوسرے صاحب کی معرفت جن کا یہاں پر رمضان المبارک میں قیام تھا میرے معمولات معلوم کیے تھے انہوں نے مجھ کو اطلاع کی میں نے ان سے لکھا کہ لکھ دو کہ یہی معمولات ہیں کہ کوئی معمولات نہیں۔ ان باتوں میں رکھا کیا ہے آدمی کو کام کی بات میں لگنا چاہیے۔ مطلب معمولات کا یہ تھا کہ مراقبات۔ مجاہدات ریاضات کتنے ہوتے ہیں۔ تلاوت قرآن پاک اور نفلیں اشراق چاشت صلوۃ الاوابین تہجد کتنی پڑھی جاتی ہیں میں نے کہا کہ معمولات کیوں پوچھتے ہیں آیا میرے فضائل معلوم کرنا مقصود ہیں اور لوگوں میں ان کی اشاعت کی جاوے گی تو یہ تو اچھی خاصی استخوان فروشی ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے کبھی پسند نہیں کیا اور اگر عمل کے لئے پوچھتے ہیں تو دوسرے کے اعمال و افعال کی تحقیق اکثر سبب مضرت کا ہو جاتی ہے کہ جب ہم اتنا نہیں کر سکتے جب یہ معمولات ہیں تو ہم جو کچھ کرتے ہیں اس سے کیا ہو گا بے کار ہے اور اگر کمی دیکھی تو یہ خرابی ہو گی کہ جب یہ بڑے ہو کر زیادہ نہیں کرتے تو ہم کو ہی کیا ضرورت ہے تو اعمال میں تقلیل ہو جاوے گی۔ غرض ہر طرح مضرت کا اچھا خاصہ پیش خیمہ ہو جاوے گا اور وقت جس قدر ان تحقیقات میں فضول صرف ہو گا وہ خسران الگ رہا کہ ایک عبث اور فضول چیز کے درپے ہو کر وقت عزیز برباد کیا۔

(۴۷۳) دور حاضر کے اکثر سوانح کی خرابیاں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل جو سوانح لکھی جاتی ہیں ان میں سے اکثر کی خرابیاں سنئے۔ سلف کے بعد کافی بشری کمزوریاں سب میں کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہیں تو

صدق کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ سب لکھ دو مگر ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کمزوریوں کو بھی تاویل کر کے محاسن میں داخل کر کے لکھتے ہیں اور اس میں ایک راز ہے باریک وہ یہ کہ اگر ان کمزوریوں کو ظاہر کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ ایسے ناکارہ پیر سے کیا تعلق رکھیں اس لئے ایسی چیزوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور سوانح میں اس طرح سے سب باتوں کا اظہار نہ کرنا تاریخی حیثیت سے تو موضوع سوانح کے خلاف ہی ہے مگر دینی حیثیت سے بھی جھوٹ ہے اور اچھا خاصہ دھوکا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک کپڑا ہے جو نہایت بوسیدہ ہے مگر اس کو دھو کر کلپ دے کر استری کر کے دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں خواہ ہاتھ لگاتے ہی پاش پاش ہو جائے البتہ دور سے زیارت کر لو ہاتھ لگانا جرم ہے سو اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ایسے امور کو چھپایا جاوے اگر ان کو ظاہر کر کے ان کا قابل اقتداء نہ ہونا بھی لکھ دیا جاوے تو حرج کیا ہے اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے افعال کا تو اتباع ہوتا ہے امتی کا فعل حجت نہیں ہوتا صرف فتوی حجت ہو سکتا ہے اور یہ بات مسلمات سے ہے اس لئے میں ایسی کتمان کو ناپسند کرتا ہوں۔

(۴۷۴) ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا واجب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ میرے مذاق کے خلاف ہے کہ کسی سے اتنی محبت کی جائے کہ جس کی وجہ سے حقائق پر پردہ پڑ جائے۔ ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا واجب ہے اگر غلبہ حال سے کوئی بات ہو جاوے وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے مگر آج کل حدود کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی جاتی سو یہ بہت ہی بڑی کوتاہی ہے۔

(۴۷۵) آجکل کی بزرگی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بزرگی بھی چھوئی موئی کا درخت ہو گئی اس کی حفاظت کے لئے لوگ ہزاروں تدابیر کرتے ہیں جس میں کلفت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے جس سے وہ بزرگی اچھی خاصی زندگی کو بے لطف بنانے والی چیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آج کل کے رسمی پیروں کو دیکھا جاتا ہے کہ بے چارے معتقدین کے سامنے ایسے اہتمام سے رہتے ہیں کہ جس کا حد حساب نہیں۔ ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں اس بات سے معتقدین کا اعتقاد خراب نہ ہو جائے اُس بات سے اعتقاد خراب نہ ہو جائے کیا یہ خدا پرستی ہے یہ تو کھلی

مخلوق پرستی ہے اور علاوہ مخلوق پرستی کے اچھا خاصہ عذاب بھی ہے اور ہونا بھی چاہیے اس لئے کہ راحت خدا پرستی ہی میں منحصر ہے اور مخلوق پرستی تو عذاب ہی ہے اور یہ بزرگی اپنی کمزوری میں ایسی ہے جیسے جہلاء میں وضو کے متعلق مشہور ہے کہ کسی کا ستر دیکھنے سے حقہ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے سو محض عوام کے معتقد رکھنے کو اتنا اہتمام کیا واہیات کوئی معتقد رہے یا نہ رہے۔ اپنی ایسی تیسی میں پڑے اصل چیز اہتمام کی یہ ہے کہ اقوال و افعال احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں بس یہ ہے اصل بزرگی اور بزرگی کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی۔ وضو تو وہ ہے جو وہمی نواقض سے نہ ٹوٹے روشنی تو وہ چیز ہے کہ اگر لاکھ تاریکیاں جمع ہو جائیں تو ایک دیا سلائی کے روشن ہونے پر سب فنا ہو جائیں۔ اسی طرح حقیقت سے سب اوہام خود مضمحل ہو جاتے ہیں۔

(۴۷۶) وساوس کا ایک عجیب علاج

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وساوس کا ایک عجیب علاج فرمایا ہے۔ واقعی حضرت اس فن کے مجتہد تھے دوسرے مشائخ تو لمبے چوڑے وظائف بتلاتے ہیں۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب وساوس کثرت سے آنے لگیں تو ''مستقلاً'' ان کے نکالنے کے درپے نہ ہو بلکہ اس وقت یہ خیال کرلو کہ خدا تعالیٰ کی بھی کیا عجیب صنعت ہے قلب کو ایک دریا بنایا ہے جس میں کیسی کیسی موجیں اٹھتی ہیں کہ ان کے روکنے کی کوشش کرتا ہوں مگر موجیں ہیں کہ نہیں رکتیں بس اس صنع الٰہی کے مراقبہ سے وہ وساوس آئینہ ہو جائیں گے مشاہدہ صنع الٰہی کے جس طرح ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر درس سن کر عرض کیا تھا کہ حضرت کے یہاں تو حدیث بھی آکر خفی ہو جاتی ہے اسی طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وساوس بھی آکر عبادت ہو جاتے ہیں۔

(۴۷۷) مصلح کے معمولات کو دیکھنا غلطی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض طالبین مصلح کی اعمال کی کمی زیادتی کو دیکھتے ہیں جو سخت غلطی ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی مریض طبیب کے معمولات کو دیکھے کہ یہ تو خود ہی ایک روٹی کھاتا ہے اور ہم کو کہتا ہے کہ چار پانچ کھایا کرو کوئی اس کو دیکھنے

لگے کہ طبیب پہلوان بھی ہے یا نہیں اگر نہیں تو بد اعتقاد ہو جائے۔ بھائی تم کو اس سے کیا بحث کہ وہ تندرست ہے یا بیمار وہ پہلوان ہے یا کمزور تم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو مرض تمہارے اندر ہے وہ اس کا بھی علاج کر سکتا ہے یا نہیں اگر کر سکتا ہے تو علاج کراؤ ورنہ چلتے بنو جو تمہارا علاج کر سکے وہاں جاؤ۔ بلانے کون گیا تھا۔

(۴۷۸) شیخ اور ولی کا فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگوں کو بھی شیخ اور ولی کا فرق معلوم نہیں ولی کہتے ہیں مقبول کو اگرچہ لٹھ اور جاہل ہو اور شیخ کہتے ہیں فن دان کو اگرچہ وہ فاسق فاجر ہو۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہوگا کہ اگر شیخ متقی ہوگا تو اس کی تعلیم میں برکت ہوگی۔ اگر متقی نہ ہوگا برکت نہ ہوگی لیکن چونکہ اکثر لوگوں کو اس کے معنی معلوم نہیں اس لئے شیخ کا ولی ہونا لوازم سے سمجھتے ہیں سو یہ غلطی ہے۔

(۴۷۹) گول بات سننے سے نفرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو ایسی عبارت سے نفرت ہے جس میں اشارات ہوں بات صاف ہونا چاہیے زبانی ہو یا کتابی الحمد للہ میری تصنیف میں عبارت نہایت واضح و کافی ہوتی ہے گو بعض مقامات پر علمی مضمون ہونے کی وجہ سے دقیق ہوتی ہے باقی تصنیف و علوم کے علاوہ تقریر تحریر دقیق بھی نہیں ہوتی سمجھنے والوں کو ذرہ برابر تکلف نہیں ہوتی۔ میں اشارات مبہمہ سے کبھی کام نہیں لیتا اور اسی کا دوسرے سے بھی متوقع رہتا ہوں۔

(۴۸۰) مناسبت کے بعد بیعت ہونا بہتر ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ دو سال سے خط و کتابت کر رہا ہوں جس میں تعلیم اور بیعت کی درخواست ہوتی ہے مگر حضور فرماتے ہیں کہ بیعت اور تعلیم دونوں الگ جگہ جمع نہیں ہو سکتیں (بہت سے مصالح سے یہی معمول ہے) اس پر فرمایا کہ انہوں نے جو بیچ میں بیعت کی لم لگا رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ اب تک اصل مقصود میں کامیاب نہیں ہوئے بیعت کو بڑا ہی اہم سمجھتے ہیں۔ میں لوگوں کو اسی جہل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ بیعت کے لئے مناسبت کا انتظار ہوتا ہے اور مناسبت کے پیدا ہونے کی کوئی حد

نہیں ممکن ہے بہت ہی دیر لگ جاوے سو اس کے پیچھے پڑ کر اصل مقصود سے محروم رہنا بجز بے عقلی کے کیا ہے۔

(۲۸۱) طلباء کو عہدہ امارت وغیرہ دینے کی مذمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کوئی کام ہو کام کرنے والوں میں نہ اس کے اصول ہیں نہ حدود نہ اہل کو دیکھا جاتا ہے نہ نااہل کو بڑی ہی گڑبڑ ہو رہی ہے حالانکہ کام کرنے سے قبل ہمیشہ اس کے نتائج پر غور کرنا اور اصول صحیحہ کے تابع ہو کر کام کرنا ضروری ہے۔ ایک مدرسہ سے ایک طالب علم کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ایک جماعت کی طرف سے میرے سپرد شعبہ تبلیغ کی امارت ہے، جمعرات کے روز مبلغین کو جمع کر کے تبلیغ کے لئے بھیجنا میرے ذمہ ہے اور بعض مرتبہ بعض مقام پر میں خود بھی تبلیغ کے لئے جاتا ہوں اس مرتبہ ایک طالب علم سے کچھ غلطی ہو گئی میں نے اس کی غلطی پر تنبیہہ کی اس نے کہا کہ مجھ کو سزا دیجئے میں نے اس کے کان پکڑوا دیے اس کے بعد مجھ کو بے حد ندامت ہوئی اور اس طالب علم سے معافی چاہی۔ مجھ کو ایسا کرنا چاہیے تھا یا نہیں اور یہ اچھا ہوا یا برا۔ آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں اسی وقت سے امارت سے مستعفی ہو گیا ہوں اور اپنی اس حرکت اور بے وقوفی پر نادم ہوں۔ میں نے لکھا ہے کہ امارت ہی کو چھوڑا ہے یا تبلیغ کے کام کو بھی چھوڑ دیا۔ کبھی یہ سمجھے ہوں کہ امیر کے ذمہ تو دین کا کام ہے اور غریب کے ذمہ دین کا کام نہیں۔ جب امارت ہی نہ رہی تو دین کا کام میرے ذمہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ طلبہ کو ایسے عہدے دینا نہایت برا قاعدہ ہے اس میں چند مفاسد ہیں۔ ایک تو یہ کہ مثلاً انہوں نے سزا دی یہ بھی طالب علم وہ بھی طالب علم آپس میں اندیشہ ہے عداوت کے پیدا ہو جانے کا۔ دوسرے یہ کہ جس کو امیر بنایا وہ خراب ہو گا اس میں کبر پیدا ہو گا تیسرے یہ کہ اگر کسی وجہ سے اس کو عہدے سے معزول کیا گیا اس کو اساتذہ پر بدگمانی ہو گی یا یہ کہ اساتذہ کو اپنے سے بدگمان سمجھے گا۔ غرض شیطان کا شیرہ ہے جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور اس میں بہت سی جزئیات ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے ان وجوہ سے ہرگز ہرگز طلبہ کو اس قسم کے عہدے یا اعزازی و امتیازی کام نہ سپرد کرنے چاہیں ایسے کام اساتذہ کے ہاتھ میں ہونے چاہیں اگر اساتذہ کسی کی غلطی یا کوتاہی پر کوئی سزا وغیرہ بھی دیں تو چونکہ تلامذہ کے قلوب میں اساتذہ کی پہلے سے وقعت اور عظمت ہوتی ہے اس لئے زیادہ اندیشہ

ناگواری کا نہیں ہوتا۔

(۴۸۲) نمائش سے خریداری اشیاء کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ آج کل جو نمائش وغیرہ ہوتی ہے ان میں جا کر اشیاء خریدنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اس نمائش کی مثال بازار کی سی ہے جو بازار کے آداب ہیں وہی اس کے آداب ہیں۔ سو بلا ضرورت نہ بازار میں جانا مناسب ہے او نہ ان میں۔ عرض کیا کہ ان میں عرض کیا کہ ان میں تماشہ وغیرہ کا اضافہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تو بڑے شہروں کے بازاروں میں بھی ہوتا ہے حتی کہ فاحشہ عورتیں بازار میں بیٹھی ہوتی ہیں تو کیا ضرورت کے لئے جانا جائز نہ ہوگا حاصل یہ ہے کہ ضرورت کے لئے جانا جائز بلا ضرورت برا۔ پس جو بازار کا حکم ہے وہی ان کا۔ پھر فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں میرٹھ میں نوچندی دیکھنے گیا۔ شیخ الٰہی بخش صاحب کے یہاں والد صاحب ملازم تھے میاں الٰہی بخش صاحب کے برادر زادہ شیخ غلام محی الدین نے مجھ سے دریافت کیا کہ مولوی صاحب نوچندی میں جانا کیسا ہے میں نے کہا کہ جو مقتدا بننے والا ہو اس کو جانا جائز ہے اس لئے کہ اگر وہ کسی کو منع کرے گا اور اس وقت اس پر یہ سوال کیا جاوے کہ اس میں کیا خرابی ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھی ہوئی خرابیوں کو بے دھڑک بیان کر سکے گا یہ سن کر وہ بہت ہنسے کہ بھائی مولوی لوگ اگر گناہ بھی کریں تو اس کو دین بنا لیتے ہیں۔ فرمایا کہ لڑکپن میں ذہن بہت چلتا تھا گو کبھی ٹیڑھا بھی چلتا تھا جیسا اس واقعہ میں نفس کی شوخی تھی اب ایسی باتوں سے نفرت معلوم ہوتی ہے۔

(۴۸۳) قدیم تہذیب کا ایک نمونہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس چھاونی میرٹھ کے خاندان کے ایک پیر جن کا نام حافظ عبدالرحمن صاحب تھا میرٹھ آئے میں بھی اس زمانہ میں میرٹھ تھا۔ مجھ کو معلوم ہوا۔ میں اکثر بزرگوں اور درویشوں سے ملا کرتا تھا عمر بھی زیادہ نہ تھی گو بالغ ہو چکا تھا مگر نو بالغ تھا میں بھی ان کی خدمت میں پہنچا اور مجمع بیٹھا تھا انہوں نے تعارف کرایا کہ یہ طالب علمی کر رہے ہیں مولوی ہیں یہ سن کر پیر صاحب نے وحدۃ الوجود پر استدلال کے لئے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے جو مثنوی کے افتتاحی اشعار کی شرح ہیں اور ایسے درد سے پڑھے کہ سن کر مجھ پر بھی ایک قسم کی محویت طاری ہو گئی اور پڑھ کر فرمایا کہ دیکھئے مولوی جامی

فرماتے ہیں۔

متحد بودیم باشاہ وجود حکم غیرت بکلی محو بود

دیکھئے اس میں اتحاد کا صاف حکم ہے۔ میں نے فوراً" کہا کہ اس میں متحد ہستیم نہیں متحد بودیم ہے جس میں فی الحال اتحاد کی نفی کا صاف حکم ہے۔ پیر صاحب بے چاروں سے اس کا کچھ جواب نہیں بن پڑا۔ پھر مجھ کو خیال ہوا کہ بہت سے لوگوں کے پیر ہیں معلوم نہیں مرید لوگ کیا اثر لیں مگر اس ہی خاندان کے ایک معزز فرد نے مجھ کو بلا بھیجا۔ میں سمجھا کہ شاید آئندہ کے لئے ایسی جرات سے روکیں۔ میں پہنچا خوش ہو کر ملے اور پوچھا کہ مولانا یہ کیا معاملہ تھا۔ میں نے سب سنا دیا خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بہت ہی اچھا جواب دیا غرض کسی پر ذرہ برابر گرانی نہیں ہوئی۔ یہ خاندان ہمیشہ سے مہذب اور بزرگوں کے سامنے مودب رہا ہے۔ اب بھی ان میں بے حد تہذیب ہے۔ تہذیب کا ایک نمونہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم کے دسترخوان پر مولوی عبدالسمیع صاحب صاحب مولد تھے شیخ صاحب ان کے معتقد بھی نہ تھے شیخ صاحب کو پانی کی ضرورت ہوئی نوکر نے پانی پیش کیا چونکہ داہنے ہاتھ سے کھا رہے تھے انگلیاں بھری ہوئی تھیں اس لئے بائیں ہاتھ سے پانی لے کر پی لیا۔ مولوی عبدالسمیع صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے ہر کام میں نصرانیت اختیار کر لی ہے حتیٰ کہ پانی بھی بائیں ہاتھ سے پینے لگے جو خلاف سنت ہے۔ ان کو تو باوجود زیادہ متبع سنت نہ ہونے کے اظہار حق کی شان دیکھئے ایسے علماء اگر امراء سے ملیں تو چنداں مضر نہیں گو جانا ان کے دروازوں پر احتیاج کی صورت ضرور کہتا ہے جو مناسب نہیں اور دوسری طرف شیخ صاحب کی بے نفسی اور تہذیب ملاحظہ ہو کہ باوجود ان سے معتقد نہ ہونے کے حق بات پر ناگواری نہیں ہوئی اور باوجود پیاس نہ ہونے کے قبول حق کو عملاً" اس طرح ظاہر کیا کہ بلا ضرورت پھر نوکر سے پانی منگایا اور اس کو داہنے ہاتھ میں لے کر پیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ توبہ بھی ہو گئی اور سنت پر بھی عمل ہو گیا۔

(۴۸۴) حکایت مولانا عبدالسمیع صاحب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب خیالات کے تو غیر عالی بدعتی تھے مگر تھے نیک نیت۔ میں زمانہ طالب علمی میں دیوبند سے میرٹھ والد صاحب کے پاس آیا ہوا تھا۔

زیادہ قیام کی ضرورت تھی والد صاحب نے میرے اسباق کے ناغہ کے خیال سے مجھ کو درس کے لئے ان کے سپرد کرنا چاہا مگر انہوں نے فرمایا کہ کثرت اساتذہ مناسب نہیں اور وہ بھی محض دو چار روز کے لئے کیونکہ کثرت میں سب کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے کیسے کام کی بات فرمائی۔ اب جو میں ان کی نسبت نرم الفاظ کہتا ہوں سامعین کے نزدیک یہ رعایت ہے اور اگر ان سے کچھ پڑھ لیتا تو اس وقت اس قسم کے نرم الفاظ نصرت سمجھے جاتے اور نافع نہ ہوتے۔ نیز کچھ مداہنت بھی ہو سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے بچالیا ان کی شاگردی سے۔ اور اس کے آثار سے پھر ان کے نیک ہونے کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے اس سائل سے دریافت کیا کہ تم سے موت کے وقت یا قبر میں یا حشر میں یا میزان پر یا پل صراط پر یہ سوال ہوگا۔ عرض کیا کہ نہیں پھر کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ قیامت میں نماز کی اول پوچھ ہوگی عرض کیا کہ جی معلوم ہے۔ کہا کہ اچھا بتلاؤ نماز میں فرض واجبات سنن مستحبات کیا کیا ہیں بے چارہ گم ہو گیا۔ فرمایا کہ جاؤ کام کی باتوں میں وقت صرف کیا کرتے ہیں۔ غیر ضروری سوال نہ کرنا چاہیے اکثر بدعتی بڑے زور سے ایمان ثابت کرتے ہیں مگر انہوں نے سائل کی دینی مصلحت کو دیکھ کر اس کے موافق جواب دیا۔ کم از کم علماء کو ایسا تو ہونا چاہیے کہ سائل کے تابع نہ بنیں۔

(۴۸۵) دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا اہتمام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا دل ذرہ برابر گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے البتہ جب مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہیں اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں اس میں چاہے بلا میرے قصد کے ان کو تکلیف پہنچ جائے اس صورت میں ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے خود اپنے ہی سے پہنچتی ہے نہ ایسی حرکت کریں نہ دوسروں کو تکلیف ہو اور نہ خود تکلیف اٹھائیں اور یہ سب ان رسوم و تکلفات کی بدولت مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تباہی ہو رہی ہے۔

(۴۸۶) فضول خرچی کا ثمرہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسلمان اس زمانہ میں فضول اخراجات کی بدولت تباہ و برباد ہیں مگر اب تک یہ حالت ہے کہ فضول اخراجات سے نہیں رکتے۔ فرمایا کہ یہی ہو رہا ہے پھر جب پیسہ پاس نہیں رہتا تو جھوٹ فریب کا اس میں پیسہ اور پیشہ کا تجنیس کی لطیفہ ہے

پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(۴۸۷) نماز کا ایک ضروری مسئلہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مسجد میں پہنچا اس کو یہ خیال ہوا کہ اذان اور جماعت ہو چکی اس خیال سے اس نے اپنی نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ نہ اذان ہوئی نہ جماعت پھر دوبارہ جو نماز میں شرکت کرے گا تو کیا فرضوں ہی کی نیت کرے گا۔ فرمایا کہ ایک سوال اس میں اور اضافہ کر لیا جائے کہ کن کن اوقات میں شرکت کر لے اور کن میں نہیں تاکہ سوال اور جواب دونوں مکمل ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ عصر و مغرب و فجر میں تو شرکت نہیں کر سکتا اور عشاء اور ظہر میں شرکت کر سکتا ہے۔ اب تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اس میں نیت نفلوں کی ہوگی اور فرض ادا ہو چکے دوبارہ فرض نہ ہونگے اور یہ شخص فرض کی امامت بھی نہیں کر سکتا۔ عرض کیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ پہلے جو فرض پڑھے ہیں وہ نفلیں ہو گئیں۔ اب دوبارہ جو پڑھے گا وہ فرض ہونگے۔ فرمایا کہ یہ اس نے غلط بیان کیا اس کی بالکل ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص نے سرکاری خزانہ میں مال گزاری کا روپیہ داخل کیا اور اس کے بعد حاکم خزانہ کے پاس ڈالی لے کر گیا اب کہتا ہے کہ جو رقم میں نے پہلے داخل کی ہے اس کو تو ڈالی سمجھو اور اس کو مالگزاری سو یہ کہنا محض لغو ہوگا۔ ایسی ہی اس کی مثال ہے کہ فرض جو پڑھ چکا ان کو نفل بتلانا اور نفل کو فرض بتلایا۔ (یہ مثال مسائل کی رعایت سے دیکھی ورنہ اس کی حاجت نہیں)

(۴۸۸) امر بالمعروف کی شرائط

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر شخص کا کام نصیحت کرنے کا نہیں اس کے بھی شرائط ہیں بدوں ان شرائط کے نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے بدوں وضو کے نماز پڑھنا۔ ایک شخص یہاں پر مقیم ہے انہوں نے دوسرے شخص کو ایک نصیحت کی اور یہاں کے قواعد میں مصالح تربیت کی بناء پر یہ بھی داخل ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ نہ کہے۔ میں خود ہی ہر بات کا انتظام رکھتا ہوں۔ کیونکہ ایک طالب کے دوسرے طالب کو کچھ کہنے میں عوارض کی وجہ سے بڑی خرابیاں بڑے

مفسدے ہیں میں نے ان سے مواخذہ کیا کہ تم نے ان کو نصیحت کیوں کی۔ شاید یہ جواب دیا کہ دین سمجھ کر۔ میں نے کہا کہ نماز دین ہے مگر اس کی بھی شرطیں ہیں ایسے ہی تبلیغ اور نصیحت کی بھی شرطیں ہیں کیا وہ تم کو معلوم ہیں کہنے لگے کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ جب شرطیں معلوم نہیں تو تم نے جو نصیحت کی یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ دین ہے اس پر کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ لو میں یہ شرطیں بتلاتا ہوں نصیحت کی پہلی اور ادنیٰ شرط یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے عین نصیحت کے وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کم درجہ کا ہوں اور وہ مجھ سے افضل ہے جس وقت تم نے نصیحت کی تھی قسم کھا کر بتلاؤ کہ کیا یہ خیال تمہارے دل میں تھا کہ میں ارذل ہوں اور یہ افضل یا اس کا عکس تھا کہنے لگے کہ عکس ہی تھا۔ میں نے کہا تو یہ تکبر ہوا جو معصیت ہے اور تم کہتے ہو کہ دین سمجھ کر کیا۔ کیا جو چیز تکبر سے ناشی ہو وہ دین ہو سکتا ہے اب یہ دیکھو کہ یہ تکبر تم میں کاہے سے ہوا۔ یہ ذکر و شغل سے پیدا ہوا اسکے سبب اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے اس لئے آج سے ذکر و شغل چھوڑ دو۔ لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ بہیئت معتادہ ایک جگہ بیٹھ کر مت پڑھو چلتے پھرتے پڑھا کرو جس کی کسی کو خبر بھی نہ ہو دوسرے خانقاہ والوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھا کرو اور ان کے وضو کے لئے لوٹے بھرا کرو۔ دس روز تک انہوں نے ایسا ہی کیا تب ان کا نفس ڈھیلا ہوا۔ اور نفس اسی طرح ڈھیلا ہوتا ہے۔ لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھ کو دس برس میں بھی وہ نفع نہ ہوتا جو ان دس دن میں ہوا۔ ایک شخص ہر حال میں دوسرے کو اپنے سے اچھا سمجھنے پر کہتے تھے کہ مثلاً میں نے تو نماز پڑھی اور دوسرے نے نہیں پڑھی تو اس سے اپنے کو کمتر کیسے سمجھوں۔ میں نے ایک مثال سے سمجھایا کہ کسی جرم کی بناء پر بادشاہ نے شہزادے کو بید لگانے کا بھنگی کو حکم دیا۔ اب بتلاؤ کہ عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے سے افضل سمجھے گا ہرگز نہیں بلکہ یہی خیال کرے گا کہ شاہی حکم کی بناء پر بید لگا رہا ہوں باقی شہزادہ شہزادہ ہے اور میں بے چارہ ایک بھنگی تو دونوں باتیں یعنی اس کو مجرم سمجھنا اور اپنے سے افضل سمجھنا ایک وقت میں جمع ہو سکتی ہیں۔

(۴۸۸) تکبر اور اس کی فرع

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکبرین کی سی وضع اختیار کرنا اس کا سا لباس پہننا اس میں خاصیت ہے کبر کی جس سے ایک ظلمت پیدا ہوتی ہے اور قلب بگڑتا ہے اسی طرح اپنی حیثیت

سے زیادہ قیمتی کپڑا پہننا اپنی وسعت سے زیادہ سامان جمع کرنا یہ سب کبر کی فرع ہیں خصوصاً جب فجار یا کفار کے ساتھ تشبہ بھی ہو تب تو ظلمات بعض فوق بعض کا مصداق ہوگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آجکل جدید تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ تشبہ میں کیا رکھا ہے آج ہی ایک خط آیا ہے انگریزی دان ہیں انہیں کو ایسی ایسی سوجھتی ہیں لکھا ہے کہ میں بہت عرصہ سے پریشان ہوں مگر آج تک من تشبہ بقوم فھو منھم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمایا کہ اب جواب لکھوں گا اور سمجھاؤں گا (یہ خط مکتوبات حسن العزیز ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ یوم جمعہ میں مع سوال و جواب حضرت والا نقل ہو چکا ہے جس میں ایک عجیب عنوان اور مثال سے حدیث کی شرح فرمائی گئی ہے اور یہ خط النور ۳ و ۴، ۵ بابتہ شعبان و رمضان و شوال ۱۳۵۱ھ کے ص ۹۰ و النور ۹ بابتہ محرم ۱۳۵۳ھ کے ص ۲۷ ہو چکا ہے ۱۲ جامع)

(۴۸۹) جدید تعلیم یافتہ اور علماء

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جدید تعلیم یافتہ لوگ تو مولویوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور زبان سے بھی کہتے ہیں کہ مولوی بے وقوف ہوتے ہیں مگر ان کو جو مولوی ملا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کتابیں سمجھ کر نہیں پڑھیں ورنہ ان کو پتہ چل جائے کہ مولوی بے وقوف ہوتے ہیں یا خود یہ جناب اور یہ واقعہ ہے کہ اگر طالب علم دینی کتابیں سمجھ کر پڑھ لے پھر ان کی قابلیت کے مقابلہ میں کوئی کتنی ہی ڈگریاں حاصل کیا ہوا ہو ہرگز قابلیت نہیں ظاہر کر سکتا۔

(۴۹۰) امتیاز قومی

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس تشبہ کے مسئلہ پر مولوی طیب صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے عجیب بحث کی ہے اور بہت سی حضرت کی فرمائی ہوئی باتیں اور مثالیں اس میں لکھی ہیں۔ فرمایا کہ جی ہاں میرا خیال ہوا تھا کہ ان صاحب کو جنہوں نے من تشبہ بقوم فھو منھم کا مطلب سمجھنے سے اپنے کو قاصر لکھا ہے (جن کا مقولہ اوپر کے ملفوظ میں بیان کیا گیا ہے) اس رسالہ کا پتہ لکھ دوں مگر پھر یہ خیال ہوا کہ ابھی نہیں ذرا یہ دیکھ لوں کہ استعداد فہم بھی سمجھنے کی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد پتہ بتلاؤں گا۔ میں نے تو اس مبحث میں حیوۃ المسلمین رسالہ کے دو ورق میں جو کچھ لکھا وہ کافی وافی ہے مگر اس مضمون کا نام میں نے تشبہ نہیں رکھا قصداً ''امتیاز قومی'' رکھا ہے انہیں کے مذاق پر کیونکہ ایسے عنوانات کی اہمیت ان کے

یہاں بہت ہے۔

(۴۹۱) علماء سے تجربہ کی باتیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ بلا مجامعت اور خلوت صحیحہ کے ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں اس صورت میں عدت ہے یا نہیں۔ یہ سوال اگر کہیں اور جگہ جاتا تو جواب میں یہی لکھ دیتے کہ عدت نہیں۔ مگر مجھ کو وہم ہوا کہ معلوم نہیں یہ شخص خلوت صحیحہ کو بھی سمجھتا ہے یا نہیں۔ جواب سے پہلے اس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے اس لئے میں نے لکھا ہے کہ خلوت صحیحہ تم کسے سمجھتے ہو تمہارے ذہن میں خلوت صحیحہ کا مفہوم ہے کیا۔ ممکن ہے کہ خلوت صحیحہ کو سمجھتے ہی نہ ہوں تو جواب کو غلط سمجھتے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ تصور شیخ کے متعلق کیا حکم ہے اس وقت زیادہ تجربہ نہ تھا عمر بھی تھوڑی تھی میں کہہ دیتا کہ کوئی حرج نہیں مگر خدا نے سنبھالا۔ میں نے کہا کہ آپ تصور شیخ کا مطلب کیا سمجھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ خدا کو پیر کی شکل میں سمجھنا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اللہ ہی نے خیر کی ورنہ یہ شخص ہمیشہ کے لئے گمراہی میں مبتلا ہو جاتا۔ تب میں نے اس کا نفی میں جواب دیا یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں لوگ اس پر مجھ کو وہمی کہتے ہیں کیا یہ وہم ہے احتیاط کا نام وہم رکھا ہے عدل کا نام سختی رکھا ہے۔ ناجائز نرمی اور مداہنت کا نام اخلاق رکھا ہے۔ بس چھٹی ہوئی۔

(۴۹۲) اہل علم کے تکبر میں مبتلاء ہونے کا افسوس

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب سے بڑی مانع چیز خدا کے دربار میں رسائی سے اور مقبول ہونے سے کبر ہے اور اس وقت اس میں الاماشاء اللہ عام ابتلا ہو رہا ہے حتی کہ اہل علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں اور عوام سے زیادہ مضر اہل علم کا ابتلا ہے اس لئے کہ جب پیشوا ہی گم کردہ راہ ہوں تو ہدایت کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔

(۴۹۳) مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل قادیانیوں کی وجہ سے بڑا فتنہ ہو رہا ہے۔ ہر جگہ ان کا مشن کام کر رہا ہے۔ ایک قادیانی چند مرتبہ تو میرے پاس اپنے مذہب کی کتابیں

دکھلانے کو لا چکا اور مجھ سے زبانی مذہبی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ میں عالم نہیں ہوں اپنے مذہب سے پورا واقف نہیں۔ یہ باتیں تم ہمارے علماء سے پوچھو اور انہیں سے گفتگو کرو۔ فرمایا یہی جواب مناسب ہے۔ جتنے اہل باطل فرقے ہیں شب و روز اسی فکر میں رہتے ہیں اور اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں پھر ان کے پاس اتفاق سے اشاعت اور تبلیغ کا سامان موجود ہے۔ کافی سرمایہ ہے۔ دوسرے ممالک تک میں تبلیغ کے لئے پہنچ گئے آج کل حق و باطل کو تو کوئی دیکھتا نہیں صرف ان باتوں کو دیکھتے ہیں کہ تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ آریوں سے مناظرہ کرتے ہیں اسلام کے ہمدرد ہیں۔ اگر تبلیغ اور اشاعت کی کثرت حق کا معیار ہے تو اس وقت عیسائیوں سے زیادہ کوئی بھی تبلیغ نہیں کر رہا تمام ممالک میں ان کے مشن کھلے ہوئے ہیں اسی طرح مناظرہ کرنا بھی حق کا معیار نہیں ہو سکتا۔ عقل اور فہم لوگوں سے جاتا رہا جو ایک بہت بڑا قہر خداوندی ہے۔ اب تو یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ لوگوں کو اس پر شبہ ہوتا ہے کہ قادیانی تو اپنے کو مسلمان کہتا ہے پھر علماء اس کو کافر کیوں کہتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اس کا اپنے کو مسلمان کہنا ایسا ہے جیسے مسلیمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور اپنے کو مسلمان کہتا تھا نماز پڑھتا تھا حضور کی رسالت کی تکذیب نہ کرتا تھا بلکہ صرف اپنی رسالت کا دعوی بھی کرتا تھا کہ جیسے یہ رسول ہیں ایسا ہی میں بھی رسول ہوں۔

(۴۹۴) اصول صحیحہ سے پریشانی نہیں ہوتی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر صحیح اصول کا اتباع کیا جاوے تو کوئی بھی پریشان نہیں خصوصاً اس طریق میں تو پریشانی ہے ہی نہیں۔ دین اور پریشانی عجیب بات ہے۔ دین میں پریشانی تو ہے ہی نہیں خواہ وہ احکام ظاہرہ ہوں یا باطنہ۔ لوگوں نے بوجہ لاعلمی کے اور فن سے ناواقف ہونے کے خود اپنے اوپر پریشانیاں لے رکھی ہیں اور سختیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور اگر کوئی بات نفس کے خلاف بھی ہو تو جب اس میں عبد کا سراسر نفع ہے تو پھر اعتراض اور شبہ پریشانی کا کیسا تعجب ہے کہ دین ہی اس قسم کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کے لئے رہ گیا ہے۔ طبیب مسہل دیتا ہے کسی روز منضج ہے کسی روز تبرید۔ غرضکہ اس قدر جھگڑا کہ نمٹائے نہیں نمٹتا۔ وہاں کبھی یہ اعتراض نہ پیدا ہوا کہ اس میں تو بڑی پریشانی ہے۔ حاصل یہ کہ اول تو دین کے اتباع میں کوئی پریشانی نہیں اور اگر بالفرض ہو بھی تو ایمان والوں کی تو یہ

شان ہونا چاہیے اور واقع میں جو دین کی حقیقت سے باخبر ہو چکے ہیں ان کی حالت اور شان ہے بھی یہی کہ وہ بزبان حال کہتے ہیں

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور وہ ہر کشمکش اور انقلاب کو دیکھ کر تسلیم و رضا کے ساتھ یہ کہتے ہیں

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خنداں است　　عندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

(۴۹۵) ہر حالت میں اعتدال اسلم ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہر حالت میں اعتدال ہی اسلم ہے مثلاً اگر کسی پر مشاہدہ کا یا خوف یا محبت کا اتنا غلبہ ہو جاوے جس سے کسی وقت سکون اور افاقہ نہ ہو تو یہ شخص نماز روزہ سے بھی جاتا رہے علاوہ معذوری باطنی کے ایک حسی معذوری یہ ہو جاوے گی مثلاً نماز بدون طاقت کے نہیں ہو سکتی۔ اور طاقت بدون طعام کے نہیں ہو سکتی اور طعام بدون رغبت کے نہیں ہو سکتا اور اس حالت میں رغبت کا ہونا مشکل تو پھر قوت بھی نہ ہو گی اور کوئی کام نہ ہو گا۔ نیز ان چیزوں کے دوام نہ ہونے میں ایک اور بھی حکمت ہے وہ یہ کہ حضوری میں جو لطف ہوتا ہے یہ دوری ہی کی بدولت ہوتا ہے لطف اسی میں ہے کہ کبھی حضوری ہے اور کبھی دوری کبھی سونا ہے کبھی جاگنا کبھی ہنسنا ہے کبھی رونا کبھی بولنا ہے کبھی چپ رہنا کبھی قبض ہے کبھی بسط ایک حالت پر فطرۃً انسان رہ نہیں سکتا۔ غرض ہر چیز میں خدا کی حکمتیں اور اسرار ہیں جن کو بندہ سمجھ نہیں سکتا اس لئے خود تمناؤں کو فنا کر کے تفویض اختیار کرے۔

(۴۹۶) طلب صادق بھی عجیب چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طلب صادق بھی عجیب چیز ہے یہی ایک ایسی چیز ہے کہ بڑے بڑے سخت کام کو سہل بنا دیتا ہے۔ دیوبند میں ایک شخص تھے دیوان اللہ دیا انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں کیا چیز ہوں اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا نام بتلایا کہ وہاں جا کر مرید ہو جاؤ۔ انہوں نے کچھ چوں و چرا نہیں کی سیدھے گنگوہ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور جا کر

مرید ہو گئے۔ پھر دیوبند واپس آئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پھر عرض کیا کہ حضرت بیعت کر لیجئے۔ فرمایا کہ گنگوہ حضرت سے تو بیعت ہو آئے پھر یہ درخواست کیسی۔ عرض کیا کہ وہاں تو آپ کے فرمانے سے بیعت ہو آیا اور بھی جس جس سے آپ فرما دیں بیعت ہو جاؤں۔ باقی اصل بیعت تو آپ ہی سے ہونگا کیا ٹھکانا ہے اس محبت اور اطاعت کا کیسے سمجھدار آدمی تھے مخالفت بھی نہیں کی شیخ کی اور درخواست بھی نہ چھوڑی آخر مولانا کو بیعت کرنا پڑا اور واقعی بیعت تو وہی ہے جو ایسی طلب کے بعد ہو باقی اب تو بیعت اکثر محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے لوگ ہیں کہ بیعت پر مرے جاتے ہیں اس سے ان کے فہم وفساد اعتقاد کا کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھتا ہے یا غرض کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اس غرض کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک عورت ہے اس کو شہوت تو ہے نہیں مگر نان نفقہ کی ضرورت ہے وہ ایک شخص سے نکاح چاہتی ہے اس نے کہا کہ بیوی نکاح تو میں کرتا نہیں ہاں پچاس روپیہ ماہوار تجھ کو دیا کروں گا تو اس عورت کا اس میں کیا حرج ہے لیکن اگر نکاح ہی پر اصرار ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں شہوت ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے کہ جب بدون بیعت ہوئے ہی وہ کام ہو جائے جو بیعت ہونے سے ہوتا تو پھر بیعت پر کیوں اصرار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا ہے کوئی نفسانی غرض قلب میں بیٹھی ہوئی جو مثل شہوت کے ہے اور میں اس کو بتلائے دیتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں نام کرنا مقصود ہے کہ ہم بھی فلاں سے تعلق رکھنے والے ہیں جس کا منشا جاہ ہے اور یہ ناشی ہے کبر سے گو بظاہر دین کی بات ہے مگر اس میں یہ شخص ایسے امراض کا شکار بنا ہوا ہے جو ام الامراض ہے۔ یہ حقیقت ہے آج کل کے اصرار بیعت کی جو میں سمجھا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو نبض شناسی عطاء فرمائی۔

(۴۹۷) حضرت کا والد مرحوم کے ترکہ سے چاروں منکوحات کی ادائیگی مہر کا اہتمام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ والد صاحب مرحوم نے چار نکاح کئے تھے اس وقت عام دستور تھا معافی مہر کا اسی لئے اس طرف کبھی التفات نہیں ہوا مگر ایک بار دفعۃً "تنبہ ہوا (اور اس عام عادت پر قناعت نہ ہوئی۔ اس بناء پر میرے حصہ پر شرعی مسئلہ کی رو سے جو رقم بیٹھی تھی اس کو تقسیم کرنے کا انتظام کیا اس لئے کہ وہ جائیداد تو والد صاحب کی ہم ہی لوگوں کو پہنچی

اسی کے ذمہ یہ دین مہر بھی ہونا چاہیے اس لئے فرائض نکلوائی صرف مناسخہ کی اجرت میں مجھ کو چودہ روپیہ دینے پڑے اور تقریباً سال بھر کے عرصہ میں ورثہ کی تحقیق ہوئی۔ کوئی مکہ معظمہ ہے کوئی مدینہ منورہ میں کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں۔ غرض الحمدللہ بعد تحقیق سب کو رقمیں پہنچادی گئی غالباً آٹھ سو روپیہ سے کچھ کم یا زائد میرے حصہ پر رقم بیٹھی جس میں سے صرف دو جگہ باقی ہیں جہاں ابھی رقمیں نہیں پہنچیں بمبئی اور مکہ معظمہ (جو بعد میں وہاں بھی پہنچ گئیں ۱۲ جامع) ورثہ کے حصص میں بعض بیچاروں کے حصہ پر ایک ہی پیسہ آیا بعض کے حصہ پر دو پیسے آئے۔ کاندھلے میں بڑے بڑے معزز و متمول لوگ ہیں بعض کے حصہ پر قلیل پیسے آئے مگر میری درخواست پر کسی نے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا مجھ کو بڑی ہی مسرت ہوئی کہ انہوں نے قبول فرمالیا اور اس خیال سے نہ تو معاف کیا کہ معاف کرنے کی کوئی چیز نہیں کوئی کائنات بھی ہو اور نہ لینے سے انکار کیا کہ میری دل آزاری اور دلشکنی ہوگی۔ ماشاء اللہ کیا ٹھکانا ہے ان کی اس سمجھ اور فہم کا اور شرافت کا۔ اب ایک واقعہ اس کے مقابل سنئے ان ہی ورثہ میں سے ایک شہر میں ایک صاحب ہیں جو طبیب ہیں اور ایک کالج کے پروفیسر بھی ہیں ان کے حصہ پر ترپن روپیہ بیٹھے۔ میں نے بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیئے۔ روپیہ تو وصول کرلیا اور مجھ کو لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ آپ نے کس قاعدہ سے ترکہ تقسیم کیا کہیں حیلہ شرعی کرکے تھوڑی سی رقم سے تو کام نہیں چلالیا۔ یہ صلہ ملا بھلا ان عقلمند سے کوئی پوچھے کہ تم نے یہ خیال نہ کیا کہ جس شخص کا نہ مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ تھا نہ اس کو اس کا علم تھا پھر میں نے اس کو ترپن روپیہ دیئے اس سے ہی سمجھ جاتے کہ جس نے اس قدر اہتمام کیا اس کا سبب سوائے خدا کے خوف کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ اور کیا ایسا شخص تاویل کرے گا یا تاویل سے کام لے گا۔ فلاں مولوی صاحب نے جواب بھی دینا چاہا مگر میں نے منع کردیا کہ چھوڑو بھائی کس کو منہ لگاتے ہو اگر فہم ہوتا اور سمجھ ہوتی تو عقلمند ایسی بات کہتے ہی کیوں۔ اجی منی آرڈر وصول کرلیا حق پہنچ گیا ہم کو پروا نہیں کہ وہ خفا ہوں یا خوش ہوں۔ یہ حالت لوگوں کے فہم کی ہے خاک پروفیسری کرتے ہونگے (ضمیمہ) ایک عزیز نے سوال کیا کہ جس طرح والد صاحب کے ذمہ مہروں کا حصہ مستحقین کو پہنچایا گیا۔ اسی طرح دادا صاحب یا پردادا صاحب کے ذمہ جو ان کی منکوحات کا مہر تھا کیا وہ بھی مستحقین کو پہنچایا جاوے گا جواب یہ ہے کہ والدہ

صاحب کا جو مہر والد صاحب کے ذمہ دین تھا وہ والد صاحب کے بعد ان کے ترکہ سے متعلق ہوا اور اس ترکہ پر صرف ان کی اولاد قابض ہوئی اور والدہ صاحبہ کی وفات کے وقت ان کی والدہ بھی زندہ تھیں جو ان کے حصہ کے قدر والد صاحب کے ترکہ میں حقدار تھیں اس لئے قابضان ترکہ ان کے مدیون رہے بخلاف دادی صاحبہ یا پردادی صاحبہ و من فو قہا کے کہ پردادا صاحب و من فوقہ کے تو ترکہ کا علم نہیں جس کو مشغول بدین المہر کہا جاوے اور دادا صاحب کے ترکہ میں جائیداد کا ہونا اجمالاً معلوم ہے جو مشغول بالدین ہو سکتا ہے مگر خود دادی صاحبہ کا کوئی وارث بجز ان کی اولاد کے معلوم نہیں تو وہی مستحق دین مہر کے بھی تھے اور ان ہی کو جائیداد بھی مل گئی اس لئے اور کسی کا استحقاق ثابت نہیں ہوا جن کا حق پہنچایا جاتا۔

(۴۹۸) امیر المومنین اور اسیر الکافرین

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ سے لوگوں کو یہ شکایت تھی کہ یہ تحریکات میں شریک نہیں ہوا میں کہتا ہوں جواز و عدم جواز کا مسئلہ تو الگ رہا ایک موٹا پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ کس کے بھروسہ کھڑا ہوتا کیا آج کل کے مسلمان اس قابل ہیں کہ ان کے بھروسہ پر کوئی کام کیا جائے اگر کوئی کھڑا بھی ہو تو نتیجہ وہی ہو گا جو میں نے بسبیل گفتگو ایک صاحب سے جو میرے لئے امیر المومنین ہونا تجویز کرتے تھے عرض کیا تھا کہ اگر کاغذی امیر المومنین بنانا چاہتے ہو تو نتیجہ یہ ہو گا کہ آج امیر المومنین ہونگا اور کل کو اسیر الکافرین

(۴۹۹) بعض خوابوں کی تعبیر مشکل ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض خواب کا سمجھنا مشکل ہے ایک شخص نے مصر میں حضور کو خواب میں دیکھنا اور حضور کا فرمانا کہ اشرب الخمر بیان کیا عموماً علماء نے سن کر فرمایا کہ اس کو غلط یاد رہا حضور نے یہ فرمایا ہو گا لا تشرب الخمر میں نے سن کر کہا کہ اگر میں اس مجلس میں ہوتا تو میں کہتا کہ اگر اشرب الخمر بھی فرمایا ہو تو اس سے مراد شراب محبت ہے اس کو تشبیہ دی شراب سے سکر کی وجہ سے

(۵۰۰) اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی

برکت سے عین وقت پر ضرورت کی ہر چیز قلب میں القاء فرمادیتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب جو اپنے ہی عقائد کے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ اگر تم خفا نہ ہو تو ایک بات کہوں۔ میں نے کہا کہ خفا ہونے کی کیا بات ہے کہو کیا بات ہے کہا کہ دشمن کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر ہم کو بھی رحم آ جاتا ہے۔ تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہ آئے گا جب کفار دوزخ میں جلیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے آپ میں تو انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہے وہاں تو جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے۔ پھر وہ ارادہ حکمت سے ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے توبہ کی۔

۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(۵۰۱) شاہان سلف کی شفقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہان سلف میں جس قدر بادشاہ گزرے ہیں ان کو رعایا کے ساتھ شفقت تھی ان کی پرورش کا خیال رکھتے تھے اب اکثر حکومتوں کو اس کا خیال نہیں اور جب تک شفقت نہ ہو پرورش کا خیال نہ ہو کوئی طریقہ اور کوئی تدبیر رعایا کو مطیع بنانے کی نہیں۔ ملکہ میں یہ بات پھر غنیمت تھی کہ رعایا کے ساتھ شفقت تھی۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہماری ملکہ اس کا لقب نام رکھا تھا۔ صاحب نصیب ہونا تو اس کا ظاہر تھا اس لئے کہ اس کے زمانہ میں نہ ایسا طاعون ہوا نہ کوئی جنگ ایسی ہوئی نہ قحط سالی ہوئی نہ ملک میں بدامنی ہوئی ایک صاحب سے جو چند روز ملکہ کی کسی خدمت پر نوکر رہے ملکہ کے عجیب وغریب قصے ترحم ورعایت کے سننے میں آئے اور ایک واقعہ تو اکثر جگہ عجیب پیش آیا وہ یہ کہ جب ملکہ مر گئی تو اکثر کھانے پکوا کر تقسیم کئے جا رہے تھے جب کوئی پوچھتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اکثر یہ جواب ملتا کہ ملکہ کو ایصال ثواب کیا جا رہا ہے بعض کا بیان ہے کہ خفیہ مسلمان تھی واللہ اعلم

(۵۰۲) سرسید کے عقل ودین میں کمی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سرسید کی نیت تو بری نہ تھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا مگر عقل ودین کی کمی کی وجہ سے جو راہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے لئے نکالی وہ مضر ثابت ہوئی وجہ یہ کہ اصل مقصود دنیا کو سمجھا پھر دین کیسے محفوظ رہتا چنانچہ ایک مرتبہ سرسید میرٹھ آئے تھے

ان سے ایک رئیس نے پوچھا تھا کہ تم چاہتے کیا ہو دنیا یا دین۔ جواب تو واقعی سچا دیا کہ میں نہ دنیا چاہتا ہوں نہ دین صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے بھائی ننگے بھوکے نہ رہیں۔ بس یہ میری مراد ہے مگر بندہ خدا نے یہ نہ دیکھا کہ ننگے بھوکے تو دین پر عمل کرتے ہوئے بھی نہ رہتے وہی عقل کی کمی سبب ہے ایسے جواب کا۔

(۵۰۳) سلطان عبدالحمید کا شاہی دماغ

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے بشرطیکہ اس کا استعمال محل پر ہو۔ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا تھا کہ آپ یورپ کے درمیان میں ایسے ہیں جیسے بتیس دانتوں کے درمیان زبان اس میں تعریض تھی عجز و ضعف کی طرف جس کو سلطان سمجھ گئے اور فرمایا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے مگر قدرتی سنت یہ ہے کہ دانت پہلے فنا ہو جاتے اور زبان باقی رہتی ہے عجیب جواب ہے آخر شاہی دماغ تھا۔

(۵۰۴) مسلمانوں کی بے فکری

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمیشہ سے جس قدر مسلمانوں کے مذہب کے مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے اور مخالفت ہو رہی ہے اگر اس سے ہزارواں حصہ کوشش بھی کسی دوسرے مذہب کے مٹانے کی کی جاتی تو اب تک کبھی کا فنا ہو چکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی حامی ہے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ مٹ نہیں سکتا اور یہ بھی ایک وجہ ہے مسلمانوں کی بے فکری کی سمجھتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی بھی حامی نہ ہو تب بھی خدا تعالیٰ تو حامی ہے وہ خود اپنے دین کے محافظ ہیں اور اسی پر کیا حصر ہے استغناء مطلقاً" مسلمانوں کا خاصہ ہے اور یہ شجاعت کے لوازم سے ہے۔ اسی طرح حسن ظن ترحم اعتماد یہ سب شجاعت کے لوازم سے ہے اور دوسری قوموں میں نہیں۔

۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(۵۰۵) غلام احمد قادیانی کی گمراہی کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی کو اول فساد تخیل ہوا پھر اس حالت کے خیالات کی بیچ ہو گئی اور اس کا نباہ کیا باقی یہ بات کہ یہ فساد

متخیلہ ہوا کس وجہ سے سو وجہ یہ ہوئی کہ اس نے کچھ محنت ریاضت کی جس سے اس کے دماغ پر اثر ہوا۔ ایک سمجھدار شخص اس سے ملے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میری اس سے گفتگو بھی ہوئی بیان کے وقت خصوصاً" مسیح ہونے کے دعوے کے وقت اس میں ایک جوش ہوتا ہے مسیلمہ کذاب کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو جاتی تھی اس پر فرمایا کہ اس حالت میں شیخ کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سنبھال لیتا ہے ورنہ سالک خراب اور برباد ہو جاتا ہے۔ قادیانی کو ایسا شیخ نہیں ملا۔

(۵۰۶) آداب مجلس

ایک شخص نے مجلس میں کھڑے ہو کر حضور والا سے کچھ عرض کرنا چاہا۔ فرمایا کہ بیٹھ کر کہو جو کچھ کہنا ہو کھڑے ہو کر کہنے سے مخاطب کے قلب پر بار ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو ہم کھڑے ہیں اپنا کام چھوڑ کر پہلے ہمارا کام کرو۔ یہ امراء کے دربار کے آداب ہیں وہاں پر تو بلا اجازت بیٹھنا بھی جرم ہے۔ یہ متکبرین کے آداب ہیں اور ہم تو غریب ملانے ہیں ہمیں یہ باتیں پسند نہیں۔

(۵۰۷) غیبت کا علاج

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ میں مرض غیبت میں مبتلا ہوں اس کا کوئی طریقہ علاج کا بتلائیے۔ میں نے لکھ دیا کہ یہ فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری آج پھر خط آیا ہے لکھتے ہیں کہ ہم تو اختیاری مگر بغیر علاج کے اصلاح غیر ممکن ہے میں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ زنا تو اختیاری ہے مگر بدوں علاج کے اصلاح غیر ممکن ہے تو کیا بجز ترک کے اس کی اصلاح کا اور پھر کوئی طریقہ آپ کے نزدیک ہے۔

(۵۰۸) علم کے نافع و مضر ہونے کی مثال

ایک اہل علم کے خلاف احکام شریعہ افعال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ علم پڑھ کر بھی جس میں خشیت نہ پیدا ہو اس سے وہ جاہل اچھا جس میں خشیت ہو علم کی مثال نافع و مضر ہونے میں

تلوار کی دھار کی سی ہے اس سے دوست بھی کٹتا ہے اور دشمن بھی کٹتا ہے اگر تلوار چلانے والا ماہر فن نہ ہو تو کبھی اس سے اپنے ہی کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس طرح کہ مارا ہاتھ دشمن کے اور وہ خالی گیا اور لوٹ کر اپنے ہی پر پڑ گیا۔ اسی طرح علم بڑی ہی نازک چیز ہے اس میں امن بھی ہے اور خوف بھی گو غالب امن ہی ہے مگر حسن استعمال کی ضرورت ہے اسی کو دیکھ لیجئے کہ جتنے گمراہ فرقے بنے ہیں یہ لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ ہی لوگوں کی بدولت بنے ہیں کسی جاہل نے بھی کوئی فرقہ بنایا ہے اور جاہل کا معتقد ہی کون ہونے لگا۔ اب اسی غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے جس نے پہلے مجدد ہونے کا دعوی کیا پھر محدث ہونے کا پھر مہدی ہونے کا دعوی کیا پھر کرشن ہونے کا دعوی کیا پھر نبی ہونے کا دعوی کیا پھر پھیر پھار کے لفظوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کیا پھر خدا ہونے کا دعوی کیا کبھی عورت بنا پھر اس کو حمل قرار پایا کیا اس کو ہذیان نہ کہیں گے مگر لوگ ہیں کہ معتقد ہیں خصوصاً" انگریزی خوان ان لوگوں کے یہاں کسی چیز کا معیار مقبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی' اسی کو قبول کر لیتے ہیں اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پرانی اس کو قبول نہیں کریں گے۔

(۵۰۹) مناظرہ کے لئے بڑے علم و فہم اور عقل کی ضرورت ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کا مناظرہ بھی بہت ہی خطرناک چیز ہے اس لئے ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہیں اس کے لئے بڑے ہی فہم اور عقل و عمل کی ضرورت ہے میں نے خود بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بد دین ہو گئے۔ بس سلامتی اسی میں ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے نماز روزہ میں لگا رہے اور ان جھگڑوں میں نہ پڑے۔

(۵۱۰) عقل پرستوں کی بے عقلی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنے عقل پرست ہیں ان کو جو سوجھتی ہے سب بے عقلی ہی کی باتیں سوجھتی ہیں باقی دین کو تو ان لوگوں نے تختہ مشق بنا رکھا ہے خاندان ریاست میں سے ایک صاحب نے مجھ سے ریاست رام پور میں معراج کے متعلق سوال کیا کہ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے میں نے کہا کہ رائے کیا چیز ہے میں تو ایک مذہبی شخص ہوں مجھ سے

میرا مذہب پوچھئے میرا عقیدہ پوچھئے یہ بھی آج کل کے نو تعلیم یافتوں میں مرض ہے کہ ہر چیز میں رائے کو دخل ہے۔ کہنے لگے کہ کیا عقیدہ ہے آپ کا میں نے کہا کہ یہ عقیدہ ہے کہ معراج ہوئی کہا کہ جسم کے ساتھ میں نے کہا کہ جی ہاں جسم کے ساتھ کہنے لگے اس کی دلیل میں نے کہا کہ واقعہ عقلاً" ممکن اور نقلاً" ثابت اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت پس اس کا وقوع ثابت۔ کہا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر بھی ہے میں نے کہا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہیں تو اس نظیر کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی پھر اسی طرح اس نظیر کو بھی نظیر کی ضرورت ہوگی آخر کہیں جا کر آپ کو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے کے لئے نظیر کی ضرورت نہیں لہٰذا اس کو ہی بلا نظیر کے مان لیجئے جو کام آخر میں جا کر کرنا پڑے گا وہ شروع ہی میں کر لیجئے مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا یہی کہتے رہے کہ نظیر کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ آپ سمجھتے ہی نہیں میرے پاس اس کا کیا علاج ہے اگر اس قاعدہ کو سمجھ لیتے اور کچھ عقل اور فہم ہوتا تو عمر بھر کے لئے نظیر کا سبق بھول جاتے۔ ایسے اعتراضات بد فہمی اور بد عقلی ہی سے پیدا ہوتے ہیں سمجھ میں کیسے آوے۔

(۵۱۱) انگریزی پڑھنے کی نیت

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ انگریزی پڑھنے کے لئے وقف کرنے پر ثواب ہوگا یا نہیں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ انگریزی پڑھنے سے نیت کیا ہے اور انگریزی پڑھنے کے قواعد کیا ہیں اور کورس کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ وقت کے حامی ہوتے ہوئے اس کی ضرورت کیا ہے اب جیسا جواب دیں گے حکم اس پر مرتب ہوگا۔

(۵۱۲) حافظہ کے لئے تقویت دماغ کی ضرورت

فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا ہے فلاں مدرسہ میں پڑھتے ہیں لکھا ہے کہ چھٹیوں کے زمانہ میں فیض حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھ دیا کہ اگر فیض حاصل نہ ہو اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذہن اور حافظہ کی قوت کے لئے کوئی طریقہ بتلا دیا جاوے۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ ذہن کے بڑھنے کا کوئی طریقہ نہیں اور حافظہ کے لئے تقویت

دماغ کی ضرورت ہے یہ چیزیں آج کل بالکل ابہام میں ہیں میں نے سب کو صاف کر دیا۔

(۵۱۳) تقوی کی برکت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بلاواسطہ قوت ذہن کے بھی علوم صحیحہ ذہن میں آسکتے ہیں اور یہ تقوے کی برکت ہے مگر خود ذہن تقوے سے نہیں بڑھتا۔ جیسے کسی شخص کی بینائی کمزور ہو تو وہ تقوے سے بھی نہیں بڑھ سکتی ہاں تقوے کی برکت سے ذہن میں آجاتی ہیں۔

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(۵۱۴) فطری امور میں ناواقفیت کا عذر درست نہیں

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے۔ حضرت والا سے مصافحہ کر کے چل دیے فرمایا کہ یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ اپنا جی تو خوش کر لیا اور دوسرے کے قلب کو مشغول کر دیا۔ آخر جب کوئی نیا آدمی آتا ہے تو فطری طور پر یہ خیال ہوتا ہی ہے کہ کون ہے کہاں سے آیا ہے کیا غرض ہے کیا تم نے مجھ کو بت سمجھا تھا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چل دیے گویا میں بے حس ہوں۔ عرض کیا کہ میں ناواقف ہوں۔ فرمایا کہ یہ امور تو فطری ہیں ان میں ناواقف کا عذر کیسا۔ اگر کوئی شخص پاخانہ پھر کر لگی ہوئی نجاست کو صاف نہ کرے اور یہ کہا کہ میں ناواقف ہوں کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر مصافحہ کر کے چل دیے تھے کیا بت سمجھا تھا عرض کیا کہ حرج ہوتا فرمایا کہ پھر مصافحہ ہی کیوں کیا اس میں بھی تو حرج ہوا کیونکہ مصافحہ میں بھی تو کچھ وقت صرف ہوتا ہے دوسرے اگر کوئی باریک حساب ذہن میں کر رہا ہوں تو کیا مصافحہ میں بھول نہ جائے گا پھر فرمایا جاؤ اٹھو کیا یہاں اس ہی لئے آئے تھے کہ تکلیف پہنچائیں گے عرض کیا کہ ظہر کے وقت حاضر ہوں گا فرمایا جب تک دوسرے آدمی کے واسطہ سے اس معاملہ کو صاف نہ کر لوں اس وقت تک ظہر کے بعد بھی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں یہ صاحب اٹھ کر چلے تو پچھلے پیروں ہٹے فرمایا کہ یہ کیا واہیات ہے یہ کس نے سکھلایا ہے پچھلے پیروں ہٹتے ہو بدعت میں مبتلا ہو کر آتے ہیں بس ان لوگوں کو یہ ہوتا ہے کہ پچھلے پیروں ہٹ لئے ہاتھ چوم لئے یہ نہ سیکھا کہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچایا کرتے۔

(۵۱۵) روایات میں پندرھویں صدی کی تخصیص نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مشہور ہے کہ چودھویں صدی کے بعد کا کوئی بیان نہیں آیا کیا اس کی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ تو یوں ہی مشہور ہو گیا روایات میں نہ تیرہویں کی تخصیص ہے نہ چودھویں کی نہ پندرہویں کی۔

(۵۱۶) تصنیف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خصائص میں سے ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کسی بزرگ کا قول نقل فرماتے تھے کہ تصنیف بھی اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ فرمایا واقعی اور امتوں میں اس شان کی تصنیف نہیں ہوئی۔ ایک ایک حدیث کو حضور تک پہنچا سکتے ہیں اور وسائط کے نام بتلا سکتے ہیں کہ فلاں سے فلاں نے روایت کی۔ اور ان کے حالات بیان کر سکتے ہیں کہ کون کس درجہ کا تھا یہ اسی مذہب کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ کوئی مذہب بھی کسی مذہبی بات کو اپنے پیشوا تک اس سلسلہ کے ساتھ نہیں پہنچا سکتا یہ بات کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی سوائے اسلام کے۔ اللہ اکبر علماء نے دین کی اس قدر خدمت کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ساری ساری عمریں خدمت دین میں ہی گزار دیں اور یہ اس لئے زیادہ عجیب ہے کہ خلفاء اور سلاطین اکثر ان حضرات کے مخالف بھی رہے جس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان سے امداد تو کیا ملتی اور الٹی مخالفت کا معاملہ رہتا تھا باوجود کسی مادی امداد نہ ہونے کے ایسی عظیم الشان خدمت نہایت عجیب ہے اور سلاطین کی مخالفت ان حضرات کے اثر کی وجہ سے تھی۔ اثر کی یہ حالت تھی کہ میں خلیفہ وقت کا نام بھول گیا جس کے زمانہ میں عبداللہ ابن مبارک تھے اور ایک روز کا واقعہ ہے کہ شہر میں دفعۃً ایک شور برپا ہو گیا۔ خلیفہ وقت تخت پر بیٹھا ہوا تھا کانپ اٹھا کہ یہ کیسا شور ہے کیا کوئی غنیم چڑھ آیا یا کوئی بلوہ ہو گیا یا قوم نے بغاوت کی تحقیق کے لئے فوراً سوار بھیجا معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن مبارک نے چھینک لی تھی اس پر الحمد للہ کہا سننے والے نے یرحمک اللہ کہا ایک سے سن کر دوسرے نے اس سے سن کر تیسرے نے غرض اسی سلسلہ سے تمام شہر نے یرحمک اللہ کہا یہ اس کا شور تھا خلیفہ وقت نے کہا کہ اگر کبھی یہ شخص مخالفت میں کھڑا ہو جاوے تو ہماری تو اس کے سامنے کچھ بھی ہستی نہیں جب علماء کے متعلق بادشاہوں

کے یہ خیالات رہے تو بھلا وہ کیا امداد کرتے اور ان ہی خیالات کی بناء پر سلاطین علماء کو ہمیشہ دباتے رہے مگر ان حضرات نے جیلوں میں رہ کر ہر قسم کی تکلیفیں اٹھا کر دین کی خدمتیں کیں۔ ایک ہم ہیں کہ عالی شان محلوں میں رہ کر اور نرم فرشوں پر بیٹھ کر تنعم کر رہے ہیں مگر افسوس آج ان کی خدمات کو دقیانوسی خیالات بتلایا جاتا ہے مگر وہ دقیانوسی ایسے دماغ کے تھے کہ اگر اس زمانہ میں ہوتے تو وہ ان احمقوں کو منہ بھی نہ لگاتے ہم تو پھر بھی ان کی بہت رعایتیں کرتے ہیں وہ تو ان کو پاگل سمجھ کر پاس بھی نہ پھٹکنے دیتے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی گنوار جاہل کسی وکیل کے معاملہ یا مقدمہ میں دخل دینے لگے وہ اس کو بے ہودہ سمجھ کر منہ بھی نہ لگائے گا۔ ایک بادشاہ کے دربار میں تعظیمی سجدہ جائز سمجھا جاتا ہے اس نے سنا ہے کہ مجدد صاحب اس کو منع کرتے ہیں ان کو بلایا اور ترکیب یہ کی کہ تخت کے سامنے ایک چھوٹی سی کھڑکی عارضی دربار میں قائم کرا دی تاکہ داخل ہونے کے وقت اس میں جھک کر نکلیں اسی کو بجائے سجدہ کے سمجھا جائے گا مجدد صاحب تشریف لے گئے۔ اور یہ منظر دیکھ کر آپ نے اس میں پہلے پاؤں داخل فرمائے بادشاہ برہم ہو گیا اور مشہور ہے کہ مجدد صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر اس وقت ایک عالم دربار میں تھے ان کی سفارش پر قتل تو موقوف کیا گیا اور قید کا حکم کیا گیا۔ علماء اہل حق کے ساتھ ہمیشہ بادشاہوں نے ایسے معاملات کئے مگر ان حضرات نے اظہار حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تلواروں کے نیچے گردنیں دے کر کیا۔ کسی کا منہ ہے ان کو کچھ کہنے کی بات یہ ہے کہ بدفہمی بدعقلی نفس پرستی اغراض پرستی دنیا پرستی کا زمانہ ہو رہا ہے۔ خدا پرستی ہوتی تو ان حضرات کی قدر ہوتی۔

(۵۱۷) بدفہم لوگوں کی حالت

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بدفہم لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جہاں کسی نے ہاتھ میں تسبیح لے لی اسی کو بے حس سمجھتے ہیں کہ یہ تو فنانی اللہ ہے اسے کسی چیز کی خبر نہیں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہے اس میں نہ شہوت رہی نہ غصہ رہا اس لئے نہ عورتیں ان سے پرہیز کرتی ہیں اور نہ ان کے ساتھ بدتمیزی کرتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کو کوئی بات ناگوار ہو گی اور اگر کوئی ناگواری ظاہر کرتا ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے درویش ہیں کہ ایسی باتوں سے متغیر ہوتے ہیں اور شہوت کے محل میں بے حسی کا اظہار اس قسم کی شرارتیں

ہندو جوگی کرتے ہیں اس قسم کی بے حسی ظاہر کرتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو کچھ خبر نہیں۔ بھائی اگر ان کو خبر نہیں تو تم ان کے پاس کیوں جاتے ہوں تمہاری ہی کیا خبر ہوگی اس لئے مت جایا کرو اور اس ہی خیال کی بناء پر بے قید عورتیں ایسے مکاروں بد دینوں کے پاس جاتی ہیں ان کو بد معاشی کا موقع ملتا ہے ایسے صدہا واقعات ہیں سو اصل میں تو ایسی بے حسی کافروں سے چلی تھی پھر مسلمانوں میں بھی جاہل فقیروں نے اس کی نقل اتاری حتی کہ اب یہ بے حسی لوازم بزرگی سے سمجھی جانے لگی اور اس کو داخل طریق سمجھا جانے لگا۔ اور اگر اس قسم کی بے خبری اور بے حسی اسلام میں مطلوب ہوتی یا اس کی کوئی اصل ہوتی یا ایسے شغل ہوتے کہ جس سے دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہے تو احکام مقصود پر کیسے عمل ہو سکتا نہ نماز پڑھ سکتا نہ روزہ رکھ سکتا وقس علی مذا باقی کبھی غلبہ حال کے سبب اگر ایسا ہو جائے وہ دوسری بات ہے مگر یہ حالت نہ مطلوب ہے نہ مقصود۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ نماز میں قرات کو طویل کر دوں مگر کسی بچہ کے رونے کی آواز سن کر طویل نہیں کرتا کہ اس کی ماں شاید نماز میں شریک ہو اور پریشان ہو۔ لیجئے تمام ترکی ہی ختم ہوئی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں بھی استغراق تھا۔ اب استغراق کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہ حقیقت ہے استغراق کی۔ ایک اور بے اصل قصہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تیر لگا اس کے نکالنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی آپ نے نماز کی نیت باندھ لی تیر نکال لیا گیا آپ کو خبر تک بھی نہ ہوئی اس قصہ کی بھی کوئی اصل نہیں۔ خدا معلوم کہاں سے گھڑ لیتے ہیں تحریف دین میں تو آج کل بعضے لوگوں کو ایک خاص ملکہ ہو گیا ہے جاہل تو بھلا کسی شمار میں نہیں لکھے پڑھے تعلیم یافتہ حتی کہ بعضے جو مولوی کہلاتے ہیں وہ قرآن و حدیث میں ایسی تحریف کرتے ہیں جس کا نہ سر نہ پاؤں اور کچھ ہی ہو ہم تو پیر ہی ہونے کا دعوی نہیں کرتے ہم سے ایسی چیزوں کی توقع رکھی جاوے ہم تو طالب علموں ہی کو پسند کرتے ہیں۔ طالب علموں ہی میں رہتے ہیں طالب علموں ہی کی باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں جن کی ایسی بزرگی پسند ہو جس میں بالکل حس ہی نہ رہے وہ ایسوں ہی کے پاس جائے اگر بزرگی یا پیری بے حسی کا نام ہے ایسے خیالات ہوں یہاں پر آنا ہی نہیں چاہیے خواہ مخواہ دھوکہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس ہی لئے میں اپنی حالت صاف صاف ظاہر کر دیتا ہوں کہ کسی کو دھوکا نہ ہو دیکھ لو دکھالو۔ پرکھ لو اس کے بعد اگر میں پسند آؤں تعلق

پیدا کرو یاد رکھو ورنہ اپنے گھر کا راستہ لو۔ مجھ کو کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے۔ ایسوں سے تعلق نہ ہونے سے میں تو یوں خوش ہوگا کہ بد فہموں سے نجات ملی اور تم یوں خوش ہونا کہ ایک بد خلق اور بد مزاج سے نجات ملی۔ کیوں خود پریشان ہوتے ہو اور کیوں دوسرے کو پریشان کرتے ہو جس کو ایک ذرا سی بات کی بھی برداشت نہ ہو تو گھر سے چلے تھے کس بوتے پر یہ تو عشق کا کوچہ ہے اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ایسا بن جانے کی ضرورت ہے جس کو فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلی کے خطرہاست بجان　　شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

اور جب ایک چرکہ کی بھی برداشت نہیں اور ایک ہی ڈانٹ پر دل میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے تو کہا تھا کس نے کہ تو اس راہ میں قدم رکھ اور آیا ہی کیوں تھا اور طلب کا دعوی ہی کیوں کیا تھا اور اس راہ پر چلنے کا ارادہ ہی کیوں کیا تھا۔ اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی　　پس کجابے صیقل آئینہ شوی

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۵۱۸) ایک عالم کو تنبیہ

ایک نووارد شخص نے ایک پرچہ پیش کیا جس کو اپنی ہی طرف منسوب بتلایا۔ حضرت والا نے لفافہ لکھا ہوا ملاحظہ کر کے فرمایا کہ یہ تو فلاں صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے عرض کیا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ انہوں نے دوسرے کے نام سے مسئلہ کیوں پوچھا کیا دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ اپنے معاملہ کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں جب دھوکا دینا چاہتے ہیں تو ہمارے یہاں سے جواب نہ ملے گا۔ یہ عالم ہیں اور یہ چالیں۔ یہ تو خط دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ لکھا ہوا ان کا ہے اور دوسرے کے نام سے مسئلہ پوچھا ہے اگر وہ خود اپنا نام لکھ کر مسئلہ پوچھتے تو کیا میں اور جواب دیتا اور دوسرے کے نام سے پوچھنے پر اور کچھ جواب دوں گا۔ کیا مجھ کو خائن سمجھا وہ عقلمند یہ نہ سمجھے کہ جو شخص خائن بھی ہوتا ہے وہ چالاک بھی ہوتا ہے۔ دیکھنے میں

چالاک بھی نکلا کہ ان کا خط پہچان گیا۔ پھر چالاک سے اپنی چالاکی کی پوشیدہ رہنے کی کیسے توقع کی۔ یہ حال لکھے پڑھوں کا ہے اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ محض لکھنے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کسی کی جوتیاں سیدھی نہ کرلے یہ ساری کمی اس بات کی ہے کہ اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں اس لئے ترکیبیں سوجھتی ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی جاہل رہے مگر اس میں تدین ہو وہ جاہل اس بد دین عالم سے اچھا ہے جس میں تدین نہ ہو اور ایسے ان پڑھ ہونے پر اور حساب کتاب نہ جاننے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے نحن امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب بعض صحابی تو ایسے ہوئے ہیں کہ حساب بھی بالکل نہ جانتے تھے ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہیں مگر ان میں پھر کیا بات تھی جس سے ان کو یہ فضیلت حاصل تھی وہ بات صرف یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اور اس صحبت سے ان کا دین ایمان خالص اور کامل ہو گیا تھا پس اصل چیز یہ ہے۔ ایک صحابی کے حساب نہ جاننے کی حکایت میں نے تاریخ کی ایک کتاب میں غالباً "فتوحات اسلامیہ میں دیکھی ہے وہ یہ کہ ایک سفر میں ان کی نظر اچانک ایک لڑکی پر پڑ گئی اس پر دل آ گیا۔ یہ لڑکی دار الحرب کے کسی مقام کی تھی۔ حضور اقدس میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری نظر ایک لڑکی پر پڑ گئی ہے اور یہ ممکن ہے کہ اس علاقہ تک اسلامی فتوحات پہنچ جائیں اگر ایسا ہو تو وہ لڑکی مجھ کو مل جائے۔ حضور ﷺ نے منظور فرمالیا۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ لکھ دیں تاکہ امیر لشکر کو اس موقع پر دکھلا سکوں حضور ﷺ نے تحریر بھی فرما دیا اتفاق سے اسلامی فتوحات اس علاقہ تک پہنچ گئے بعد فتح ان صحابی نے وہ حضور ﷺ کی تحریر امیر لشکر کو دکھلائی۔ امیر نے وہ لڑکی ان کے سپرد کر دی وہ لڑکی ایک شاہی گھرانے کی تھی اس کے بھائی نے ان صحابی سے عرض کیا کہ یہ میری بہن ہے آپ اس کے بدلے مجھ سے روپیہ لے لیں روپیہ کی بھی ضرورت تھی اور نفس پرست تھے نہیں روپیہ لینے پر راضی ہو گئے پوچھا کہ کتنا روپیہ دو گے کہا کہ جتنا آپ فرمائیں فرمایا کہ سو درہم یا دینار لوں گا اس کے سامنے سو درہم یا دینار کیا چیز تھے نکال کر گن دیے دیکھ کر جب معلوم ہوا کہ یہ تو بہت ہی کم ہیں میں نہیں لیتا وہ پہلے سے سو دینار یا درہم کو معلوم نہیں کیا سمجھ رہے تھے کہ اس سے سارا گھر بھر جائے گا یہ شخص امیر لشکر کے پاس پہنچا۔ امیر نے فرمایا کہ جو بات طے ہو چکی ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا بس اسی پر معاملہ طے ہو گیا یہ حالت تھی

(۵۱۹) تصنیف کا کام بھی مشکل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت ہی مشکل ہے جو کام کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ کیا کیا مشکلات پڑتی ہیں۔ آج کل کی جو اکثر تصنیفات ہیں کہ مصنفین برساتی مینڈک کی طرح امنڈ پڑے ہیں اس وقت ان کا ذکر نہیں ان کا تو یہ قصہ ہے کہ ایک پہلو لے لیا اور رسالہ لکھ مارا چاہے اگر پھر کچھ ہوا کرے ذکر ان مصنفین کا ہے کہ جو محقق ہیں کہ جن کے سامنے ہر پہلو ہے۔ ہر جزئی اور کلی پر نظر ہے اور اس حالت میں پھر تصنیف کرتے ہیں کہ ان کی حالت تصنیف کے وقت ایسی ہوتی ہے جیسے جان کنی کے وقت ہوتی ہے اب ایک کتاب میں لکھ رہا تھا اب تو وہ چھپ کر تیار ہو گئی مگر تصنیف کے زمانہ میں مجھے یاد ہے کہ اس کے ایک مقام پر الجھن پیدا ہوئی بہت غور اور فکر کی مگر کچھ نہ لکھ سکا بلا خر چھوڑ دیا۔ صبح کو قرآن شریف پڑھتا ہوا جنگل گیا اسٹیشن کے قریب پہنچ کر وہ مقام حل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بے ساختہ دل میں ڈال دیا وہاں سے محض اس خیال پر لوٹ آیا کہ کہیں ذہن سے نکل نہ جائے اور ذہول نہ ہو جائے۔ یہاں آکر اور وہ مضمون لکھ کر پھر جنگل گیا اور وہ مضمون صرف دو سطریں تھیں اب کسی کو کیا خبر کہ کام کرنے والے پر کیا گزرتی ہے اور دیکھنے والوں کو اس کی کیا خبر ہوگی کہ یہ دو سطریں کیا چیز ہیں۔

(۵۲۰) پنجاب سے آنے والے ایک صاحب کی بے فکری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس زمانہ میں رسوم کا اس قدر غلبہ ہے کہ حقائق بالکل ہی فنا ہو گئے اب اگر آنے والوں سے کسی ضروری بات کے متعلق نہ پوچھوں تب تو یہ شکایت کہ بات تک بھی نہ پوچھی اور پوچھتا ہوں تو سیدھا اور صاف جواب نہیں ملتا اگر ایسی غلطیوں پر مطلع کرتا ہوں تو بد خلق مشہور کرتے ہیں پھر اگر مطلع نہ کروں تو آخر ان کو اپنے جہل پر کس طرح اطلاع ہو غرض ہر طرح مشکل ہے اب بتلایئے ایک شخص آج ہی آئے تھے وہ مقام لاہور سے کہیں آگے ہے مگر صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اگر پورب سے آتے تو یہی خیال ہوتا کہ اس طرف ابھی سردی نہ ہوگی مگر اس طرف تو اچھی خاصی سردی شروع ہو گئی اور پنجاب میں یہاں سے بھی زیادہ ہوتی ہے مگر سردی کا کوئی سامان نہیں لائے۔ یہ سب باتیں بے فکری کی ہیں قرائن سے یہ بھی احتمال نہ ہوتا تھا کہ نادار مفلس ہیں اور اس بے فکری کی وجہ

صحابہ کی مگر درجات کی یہ حالت ہے کہ نہ اویس قرنی ان کے برابر نہ عمر بن عبدالعزیز نہ بایزید نہ جنید۔ اور اگر آدمی پڑھا ہوا ہو مگر اس دولت سے محروم ہو یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو ایسا شخص عظیم خسارہ میں ہے۔ یہی صاحب جن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط پر یہ گفتگو چلی تھی یہاں پر آئے بھی ہیں پرانے آدمی ہیں مگر افسوس ہے کہ میرے مزاج کو نہیں پہچانا۔ اس خط میں کسی فیصلہ کی درخواست تھی۔ اس پر فرمایا کہ میں کسی کے فیصلے وغیرہ میں پڑا نہیں کرتا اور ایک طرفہ بات سنکر تو کیا فیصلہ دیتا جیسا اس میں خواہش کی گئی ہے اگر دونوں فریق بھی جمع ہو کر آتے میں تب بھی فیصلے سے انکار کر دیتا ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ ایک ایسی بستی میں چند لوگوں کے درمیان آپس میں کسی معاملہ کی بناء پر اختلاف ہو گیا اور پھر اس سے نزاع تک کا درجہ پیدا ہو گیا ان لوگوں نے مجھ سے فیصلہ کرانے کے لئے بے حد کوشش کی۔ میں نے صاف انکار کر دیا حتیٰ کہ اس معاملہ کی مثل عدالت سے بھی میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو بھی واپس کر دیا۔ بات یہ ہے کہ میرا تعلق لوگوں سے تعلیم و تربیت کا ہے میں اگر ایسے قصوں میں پڑوں گا تو میرے متعلق فریق بندی کا شبہ پیدا ہو جائے گا اور اس سے لوگوں کو دین کا نقصان پہنچے گا پھر بوجہ عدم اعتماد کے کوئی خدمت دین کی نہ لے سکیں گے اور اب تو میرے نزدیک سب برابر ہیں اور لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں۔ دوسرے اگر فیصلہ بھی کر دوں ظاہر ہے کہ وہ ایک فریق کے موافق ہو گا اور دوسرے کے مخالف سو جس کے مخالف ہو اگر وہ تسلیم نہ کرے تو میرے پاس اس کے نفاذ کا کیا ذریعہ ہے۔

میری کوئی حکومت تو ہے نہیں۔ محنت بھی کی وقت اور دماغ بھی صرف کیا اور نتیجہ کچھ نہ ہوا اس سے کیا فائدہ۔ یہ کام حکومت کے ہیں کہ اگر فیصلہ کو تسلیم نہ کرے حاکم کے پاس پولیس ہے فوج ہے جیل خانہ ہے ڈنڈے کے زور سے نفاذ ہو سکتا ہے۔ ہم غریب ملانوں کی کون سنے گا اور اگر کسی مقام پر عدالت سے مدد بھی مل سکی تب تو دوسرے کے محتاج ہم کیوں بنیں اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ حکومت ہی کو طرح طرح کی دشواریاں پیش آ رہی ہیں سو واقعہ تو یہ ہے مگر یہ لوگ بلا وجہ مجھ پر بد گمانی کر بیٹھے کہ دوسرے فریق کے حق پر نہ سمجھنے لگے اس لئے اپنے کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ میں خود ہی ایسی باتوں سے بچتا ہوں۔

یہ سمجھ میں آتی ہے کہ پیشہ ور پیروں کے یہاں کھانے کے لنگر جاری ہیں اوڑھنے کو گدے لحاف ملتے ہیں اور پنجاب میں پیر پرستی کا خاص اہتمام ہے نیز پیروں کو آمدنیاں بھی ایسی ہی ملتی ہیں اس لئے خوب لوٹتے ہیں لٹاتے ہیں اس لئے واردین کی یہی علوت ہو گئی لیکن عدالت میں کوئی مقدمہ لے کر جاوے اور کوئی شخص اس سے پوچھے کہ کیوں بھائی تحصیلدار یا کلکٹر نے تم کو لحاف بچھونا دیا تھا یا نہیں یا تیری گھوڑی کو گھاس دانہ دیا تھا یا نہیں اور تجھ کو روٹی کھانے کو دی تھی یا نہیں تو یہی شخص اس کو پاگل بنائے گا اور کہے گا کہ پاگل ہوئے ہو میں اپنے کام سے گیا تھا اس لئے حکام کو ان چیزوں سے کیا تعلق تو یہ علت تو مشائخ کے درباروں میں بھی مشترک ہے پھر پیر ہی کو اپنا مطیع اور خدمتی کیوں سمجھتے ہو کیا ان کے پاس ان کے کسی کام کو آئے ہو جب یہ نہیں تو ان سے کیوں ایسی توقعات رکھتے ہو۔

(۵۲۱) بے قاعدہ اور بے اصول بات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خود یہی بڑی غلطی ہے کہ ایک دم اتنا بڑا کام شروع کر دیتے ہیں جس کام کو آدمی سنبھال نہ سکے نباہ نہ سکے اس کام کو کرے ہی کیوں اور اگر کرے بھی تو چھوٹے پیمانہ پر شروع کرے پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی آمدنی کی سبیل فرمادیں تو جس قدر آمدنی بڑھتی رہے کام کو بڑھاتے رہیں جیسے بتدریج بچہ پرورش پاتا ہے اور ایسا ہی کام دیرپا اور مستقل بھی ہوتا ہے اور اسی کو قوت ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے مگر اس وقت اکثر مسلمانوں کے ہر کام میں صرف جوش ہوتا ہے اس وقت ہوش باقی نہیں رہتا اس وقت تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو شائد منتہا سے بھی آگے پہنچادیں گے مگر پھر کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد خبر نباشد۔ سوڈے کی بوتل کا سا جوش ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ چھوٹا سا کام بھی نہیں رہتا وہی مثل صادق آتی ہے کھاؤں تو گھی سے نہیں جاؤں جی سے اور یہ بات بالکل ہی بے قاعدہ اور بے اصول ہے۔

(۳۲۲) ایک شخص کو آداب مجلس کی تعلیم

ایک دیہاتی شخص حضرت والا سے بالکل مل کر آبیٹھا پھر اس پر بھی اور جھک کر کچھ کہنا چاہتا تھا فرمایا کہ میاں میری چھاتی پر کیوں چڑھا آتا ہے کیا مجھ کو بہرا سمجھا ہے اگر ذرا فاصلہ ہی سے بیٹھا ہوا کہتا تو کیا میں نہ سنتا جاؤ وہاں بیٹھو اور جو کہنا ہے کہو یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ ایک

شخص پر جن کی طرح مسلط ہو گیا وہ شخص اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھا۔ فرمایا کہ اب کہو کیا کہنا ہے۔ عرض کیا کہ ہم چار پانچ آدمی ہیں ایک قتل کے الزام میں مبتلا ہیں۔ ایک تعویذ دے دو۔ فرمایا کہ اس کا تو بعد میں جواب دوں گا پہلے یہ بتلاؤ کہ اس قدر قریب اور پھر اس پر بھی جھک کر منہ سے منہ ملا کر کہنا چاہتے تھے یہ کون سی راز کی بات تھی عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف کر دو۔ فرمایا کہ معافی سے کیا عذر ہے خدا نخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں جس سے معافی چاہتے ہو۔ صرف آئندہ کے لئے کان کھولتا ہوں جہاں جایا کرتے ہیں ایسی حرکت نہیں کیا کرتے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو پھر فرمایا کہ اس کے بعد تعویذ کے متعلق کہتا ہوں کہ چار پانچ آدمی مبتلا ہو اور تعویذ ایک مانگتے ہو ایک تعویذ سب کے کیسے کام آوے گا عرض کیا کہ جیسے حضور کی رائے ہو دریافت فرمایا کہ کیا یہ میری بات کا جواب ہوا یہ تو ایسا ہی جواب ہے جیسے ایک بڈھے آدمی مدرسہ دیو بند میں پڑھتے تھے اور یہ معلوم تھا کہ مولوی فضل حق صاحب یا مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی کے شاگرد تھے ساری عمر طالب علمی میں گزار دی ان کے بیٹے بھی مدرسہ ہی میں پڑھتے تھے باوا بیٹے دونوں ایک ہی جماعت اور ایک ہی سبق میں شریک تھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں بھی ان کا ایک سبق ہوتا تھا یہ کسی مقام پر کوئی اعتراض کرتے اور اعتراض ایک قسم کا دعوی ہوتا ہے اس لئے حضرت مولانا فرماتے کہ اس کی دلیل تو یہ جواب دیتے کہ واہ دعوی بھی ہم ہی کریں اور دلیل ہمارے ہی ذمہ دونوں کام ہم ہی کریں یہ قصہ تمنے کیا کہ دونوں کام میرے ہی ذمہ رکھتے رائے بھی میں ہی قائم کروں اور کام بھی میں ہی کروں تم لوگ دل پہلے ہی برا کر دیتے ہو اور کام بعد میں لیتے ہو دل برا ہونے پر تعویذ کا بھی خاک اثر نہیں ہوتا۔ مجھ کو ان تکلفات سے بڑی ہی نفرت ہے بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے آدمی سیدھا رہے جو بات دل میں ہو وہی زبان سے صاف صاف کہہ دے اور یہ کون سی مشکل بات ہے مگر آج کل یہ بات رہی ہی نہیں۔ ہاں یہ باتیں خوب جانتے ہیں کہ کان سے منہ لگا دیا ہر شخص مقرب بننا چاہتا ہے۔ یہ سب پیر جیوں کے یہاں کے کارخانہ میں وہی یہاں پر چلانا چاہتے ہیں مگر میں ان کو چلنے نہیں دیتا بس یہی بزرگوں سے میری لڑائی ہے کوئی دن ایسا خالی جاتا ہو گا جس میں کوئی مقدمہ نہ ہوتا ہو یا کسی سے لڑائی نہ ہوتی ہو۔ انا للہ۔

۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(۵۲۳) متعارف خوش اخلاقی کا مفہوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کا نام آج کل لوگوں نے خوش اخلاقی رکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنے والوں کو جہل میں مبتلا رکھا جائے سو مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص میرے پاس اصلاح کے لئے آئے اور میں اس کو جہل میں مبتلا رکھوں۔ کیوں اس جہل میں رکھا جائے اور کیوں اس کے جہل پر اس کو نہ مطلع کیا جائے اپنے ذمہ کیوں مواخذہ رکھا جائے۔

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

بلکہ جہل تو کوئیں سے بھی بد تر اور مہلک چیز ہے اگر ایک شخص کنویں میں گرنا چاہتا تھا اور دوسرے شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کوئی کہتا ہے کہ چھوڑ دو اس لئے کہ تمہارے ہاتھ میں جھٹکا آجائے گا یہ خیر خواہی ہوئی یا دشمنی۔ وہ ہاتھ پکڑنے والا بھی کہے گا کہ صاحب ہاتھ میں جھٹکا آئے یا کچھ ہو میں تو اس کے بچانے ہی کی کوشش کروں گا۔

(۵۲۴) حضرت حکیم الامت کا چیرمینی کے عہدہ سے معذرت

ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج کل حب جاہ کے مرض میں لوگوں کو عام ابتلا ہو رہا ہے خواہ کسی طبقے کے لوگ ہوں۔ یہ مرض قریب قریب سب ہی میں پایا جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے چیرمین بنانے پر سب اہل قصبہ ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا۔ کلکٹر عقلمند نے اس کے منظوری کے لئے مجھ کو لکھا میں نے جواب میں لکھ دیا کہ میری زندگی مذہبی زندگی ہے میری ساری عمر مذہبی کاموں میں گزر گئی مجھ کو ایسے کاموں سے مناسبت نہیں جب وہ بلا سر سے ٹلی تو ان لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ بہت خوش ہو گا کہ بڑی عزت ملی۔

(۵۲۵) خانقاہ اشرفیہ میں متکبرین کا علاج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان متکبرین کے قلوب میں اہل علم کی ذرہ برابر وقعت نہیں ان کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کو بھی ایسا ہی ذلیل کیا جائے جب ہی ان کا دماغ درست ہوتا ہے۔ بحمد اللہ یہاں تو متکبرین کی خوب اچھی طرح خدمت کی جاتی

ہے۔ خصوصاً یہ نو تعلیم یافتہ تو اپنے کو بالکل یہی سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑے خر دماغ ہیں سو ان کو یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔

(۵۲۶) عوام سے طریق کی عدم مناسبت کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق سے لوگوں کی عدم مناسبت کا سبب اس کی حقیقت سے بے خبری ہے رسوم کا نام ان جاہلوں نے تصوف رکھ لیا ہے ایسی ایسی بے اصل باتیں طریق کے سر تھوپ رکھی ہیں کہ جن کے نہ سر نہ پاؤں نہ کوئی اصل۔ اکثر چیزوں کو ان جاہلوں نے ہندو جوگیوں سے لے کر جزو طریق بنا رکھا ہے۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ مدتوں کے بعد مردہ طریق زندہ ہوا ہے قرآن و حدیث سے بخوبی ثابت کر دیا گیا ہے کہ طریق کی حقیقت اعمال ہیں اور مقصود طریق رضاء حق ہے اس سے آگے یا تو بے تعلق چیزیں ہیں یا ان کا درجہ مثل تدابیر طبیہ کے تدابیر کا درجہ ہے یا اگر وہ غیر اختیاری کیفیات ہیں تو یہ مقصود نہیں گو محمود ہیں اور مقصود میں معین بھی ہیں ان تدابیر کو بدعت کہنا اصول سے ناواقفی ہے۔ ان کو بدعت اس وقت کہا جا سکتا ہے جب کہ طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے اور یہ تفصیل و تحقیق سب خدا کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے کہ میرے ہاتھوں اس طریق کی حقیقت کو سہل عنوان سے ظاہر کرا دیا۔ اور یہ میں فخر کی بناء پر عرض نہیں کر رہا ہوں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ظاہر کر رہا ہوں اب اس کو کوئی چاہے فخر ہی سے تعبیر کرے اس کو اختیار ہے۔

(۵۲۷) اصلاح نفس سے پہلے اصلاح خط کی ضرورت

ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ بعض کو لکھنا تو آتا نہیں خواہ مخواہ گڑبڑ کرتے ہیں ایسا برا اور بھدا خط ہے کہ دیکھ کر بھی الجھن ہوتی ہے ایسا ہی ایک اور صاحب کا خط آیا تھا نہایت ہی بد خط تھا اس کو تو شائد ڈاک خانہ والے بھی پڑھ کر پریشان ہوئے ہوں اور پتہ سمجھنے میں تنگی ہوئی ہو اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہوں میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے اصلاح خط کی کہ اس کا تعلق دوسرے کی راحت کلفت سے ہے اگر اس میں شبہ ہو تو لفافہ پر جو پتہ لکھا ہے اسی کو دیکھ لو۔ غالب یہی ہے کہ ڈاک خانہ والے بھی پریشان ہوئے ہونگے۔

(۵۲۸) وجدانی اور ذوقی چیزیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدوں کام میں لگے کسی چیز کی حقیقت نہیں معلوم ہوا کرتی اس کی ایسی مثال ہے جیسے بدوں چکھے ہوئے کسی چیز کا کوئی ذائقہ معلوم کرنا چاہیے جس کے لئے کوئی بیان کافی نہیں۔ بہت سی چیزیں وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں ان کو کیسے کوئی بیان کر سکتا ہے اور اس طریق میں کام میں لگنے سے مراد مجاہدہ ہے اور سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے مٹادے فنا کردے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

بدوں صحبت کامل کام بننا مشکل ہے اس کی جوتیاں سیدھی کرو۔ سیدھی کیا بلکہ جوتیاں کھانے کے ارادہ سے جاؤ خواہ وہ مارے نہیں مگر تم کو تو اسی نیت اور ارادہ کے ساتھ اس کے پاس جانا چاہئے تب کچھ حاصل کر سکتے ہو اور اگر یہ نہیں تو اس میں قدم رکھنے ہی کا نام نہ لینا چاہئے اس میں قدم رکھنے کی جو پہلی شرط ہے وہ یہ ہے۔

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجان   شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(۵۲۹) پر فتن دور

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ زمانہ بہت ہی پر فتن ہے تمام عالم میں الحاد زندقہ نیچریت دہریت کا زہریلا اثر پھیلا ہوا ہے۔ ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ بالشویک نے ایک انجمن قائم کی ہے اس کا نام رکھا ہے عدو اللہ اس میں پچیس ہزار کے قریب مختلف اطراف کے لوگ شریک ہیں جو اس کے مقاصد کو ملک میں پھیلانے کی کوشش و سعی میں مصروف ہیں۔ منجملہ اور باتوں کے یہ بھی اس انجمن کے مقاصد سے ہے کہ عورتوں کو پردہ نہ کرنے دینا چاہئے اور لڑکیوں کو مثل لڑکوں کے بنایا جا رہا ہے کہ گفتار رفتار لباس طرز انداز سب لڑکوں جیسے ہوں اور ان کو فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے چھوٹے چھوٹے بچوں سے پوچھتے ہیں کہ تم کو کھانے کو کون دیتا ہے اگر وہ جواب میں کہتے ہیں کہ خدا دیتا ہے اس پر کہتے ہیں کہ یوں کہو کہ حکومت دیتی ہے کیا ٹھکانا ہے اس دہریت کا۔ فرعون سے بھی بدتر ہو گئے۔ حضرت یہاں لوگ سوراج سوراج گاتے پھرتے ہیں اور عقائد ان کے بھی یہی ہیں سو اگر ہندوستان کا سوراج مل گیا تو یہاں

بھی یہی انجام ہوگا خدا نہ کرے وہ دن آئے۔ مجھ کو تو افسوس علماء کی حالت پر ہے کہ ایسوں سے اتحاد کر کے یہ خود پھسل گے اور عوام کو ان ہی کی وجہ سے اس طرف خیال ہو گیا ورنہ لیڈروں کی چیخ پکار سے عوام مسلمان ان قصوں میں نہ پھنستے۔ خدا معلوم ایسے لوگوں کی عقلیں ہوئیں کیا اور یہ چاہتے ہیں کیا ہیں ان باتوں میں نہ دین ہی ہے نہ دنیا ہی ہے ہاں ایک چیز تو کھلی آنکھوں نظر آتی ہے وہ یہ کہ ایمان اور آخرت تو بے شک برباد ہو رہے ہیں حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں۔

(۵۳۰) مسلمانوں کی حالت زار

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان چیزوں کے روکنے کی اور کوئی صورت نہیں صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ سیف ہاتھ میں ہو قوت ہو مقابلہ ہو اور اس کے علاوہ دوسری صورت نہیں اور یہ بظاہر متوقع نہیں۔ بس اب تو یہی ہو سکتا ہے کہ خدا سے دعاء کی جائے چار طرف گمراہی کے پھاٹک کھلے ہوئے ہیں جو اسلامی ممالک ہیں اور اسلامی حکومتیں ہیں وہ خود ہی ان چیزوں کا شکار بنی ہوئی ہیں خدا کے دین کے دشمن دنیا میں بھرے ہوئے ہیں حامی اور ناصر کوئی نظر نہیں آتا خود مسلمان دین کو پامال کر رہے ہیں دوسروں کی کیا شکایت کی جائے ایک دم سے بہت زبردست انقلاب ہو گیا مسلمانوں کی حالت سن سن کر بے حد افسوس اور قلق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔

(۵۳۱) جائے بزرگان بجائے بزرگان

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقولہ مشہور ہے کہ جائے بزرگان بجائے بزرگان۔ اس کی کیا حقیقت ہے فرمایا کہ اس سے برکت مراد ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھ کر جب ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار اور برکات محسوس ہوتی ہیں۔

(۵۳۲) غلطی کے دو اسباب

ایک نو وارد صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ میں بولنے کا مرض زیادہ معلوم ہوتا ہے کیا آپ یہاں فقہی مسائل کی تحقیق کے لئے تشریف لائے ہیں اور وہ بھی غیر

ضروری جب آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ کون شخص کس کام کا ہے اور کس سے کیا کام لینا چاہئے
تو آگے آپ سے کیا امید ہو سکتی ہے اور ہاں یہ تو بتلائے کہ جب آپ آئے تھے کیا آپ سے یہ
نہیں کہہ دیا گیا تھا کہ خاموش مجلس میں بیٹھا رہنا ہوگا مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں ہوگی
عرض کیا کہ حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ دریافت فرمایا کہ پھر کیوں ایک صریح بات کی مخالفت کی
گئی۔ عرض کیا کہ اور لوگ سوالات کر رہے تھے۔ فرمایا کہ اوروں کے تم ٹھیکیدار ہو تم کو جو کہا
گیا تھا اس کے خلاف کیوں کیا اس کا جواب دو کیا یہ میرا کہنا مشروط تھا کہ اگر اور کوئی صاحب
بولیں یا سوالات کریں تو تم بھی بولنا اچھا اگر یہی بات ہے تو کل بھی تو تم خاموش بیٹھے رہے
حالانکہ کل بھی لوگ سوالات کر رہے تھے تم نے کیوں نہیں کیا تھا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی
معاف فرما دیجئے۔ فرمایا معاف ہے مگر اس غلطی کا سبب کیا ہے جب تک اس کو ظاہر نہ کرو گے
پیچھا نہ چھوٹے گا کوئی بچوں کا کھیل ہے اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں بے فکری۔ یا بدفہمی ان
میں سے کون چیز سبب ہے آپ کی اس غلطی کا۔ عرض کیا کہ بدفہمی۔ فرمایا کہ چلو چھٹی ہوئی
ایک بدفہم سے نجات ملی اس لئے بدفہمی کا کوئی علاج نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے اگر بے
فکری سبب ہوتی تو چونکہ بے فکری اختیاری چیز ہے اس لئے اس کا علاج ہو سکتا تھا مگر غیر
اختیاری چیز کا کون علاج کر سکتا ہے۔ اچھا یہاں سے چلو یہاں بدفہموں کی ضرورت نہیں نہ ہم
ایسوں کی اصلاح کر سکتے ہیں عرض کیا کہ زبان سے نکل گیا اس غلطی کا سبب بے فکری تھا بدفہمی
نہیں ہے دریافت کیا کہ اب اس کا جواب دو کہ زبان سے کیوں نکل گیا عرض کیا کہ بے فکری کا
میرے اندر مرض ہے اس وجہ سے نکل گیا۔ دریافت فرمایا کہ جب تمہارے بے فکری کی یہ
حالت ہے تو ہم کو کیسے اطمینان ہو کہ تم فکر سے کام لو گے عرض کیا کہ حضرت آپ آئندہ
دیکھیں گے کہ کوئی کام بلا سوچے اور غور کئے نہ کیا کروں گا۔ فرمایا یہ عمل کب سے شروع
ہوگا۔ عرض کیا کہ اسی وقت فرمایا کہ تم لوگ کیوں اپنے امراض کو چھپاتے ہو اس طرح کیا خاک
اصلاح ہوگی اچھا اب تو فکر سے کام لینے کا وعدہ کر چکے ہو یہ بتلاؤ کہ تمہارے اس بولنے کا اصل
منشا کیا تھا اس وقت دل میں جو خیال پیدا ہوا تھا اس کو صاف ظاہر کرو میرا اس میں کوئی نفع نہیں
تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے عرض کیا کہ حضرت سچی بات تو یہ ہے کہ اور لوگ بول رہے تھے
میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ اسے کچھ نہیں آتا جاتا اس خیال

کی وجہ سے میں نے یہ سوال کیا فرمایا کہ اب سچ کہا یہی کہلوانا چاہتا تھا۔ لیجئے صاحب مجھ کو وہمی بتلاتے ہیں اگر اس طرح کھود کرید نہ کروں یہ کہاں قبضہ میں آسکتے تھے ان لوگوں کی نبضیں میں ہی خوب پہچانتا ہوں اپنے بچھڑے کے دانت قصائی کو خوب معلوم ہوتے ہیں۔

(۵۳۳) انتقام کے لئے قدرے سخت ہونے کی ضرورت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے منتظمین نے میرے مشورہ پر عمل نہیں کیا ورنہ تمام فساد ایک دم کافور ہو جاتا البتہ اس مشورہ پر عمل کرنے کے لئے قوت قلب کی ضرورت تھی۔ کمزوری اور ڈھیلے پن سے انتظام نہیں ہو سکتا۔ انتظام کے لئے سخت ہونے کی ضرورت ہے پھر سوال کرنے پر فرمایا کہ وہ مشورہ یہ تھا کہ مدرسہ کو ایک دم مقفل کر دیا جائے اور ملک میں اعلان کر دیا جائے کہ ان وجوہ سے مدرسہ کو بند کئے دیتے ہیں فضا خوش گوار ہونے پر کھول دیں گے اور سب مفسدوں کو نکال کر باہر کر دیا جاتا اور پھر جو داخل ہوتا وہ ایک تحریری معاہدہ کے ساتھ داخل کیا جاتا کہ اگر ان شرائط کے خلاف کیا تو مدرسہ سے خارج کر دیے جاؤ گے اور یہی شرائط مدرسین کے ساتھ ہوتیں باقی اب تو مدرسہ کو اکھاڑہ بنا رکھا ہے یہاں پر مہتمم صاحب آئے تھے میں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا کہ اب مدرسہ کی حالت یہ ہے کہ جیسے بے روح کا جسم ہوتا ہے اب اگر اس صورت میں مدرسہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرجانے کے بعد لاش پھول جاتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے اس صورت میں کہ پھول کر جب پھٹے گی تو محلہ کو تو کیا بستی کو بھی مارے بدبو کے سڑائے گی اس پر مہتمم صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب سنا جاتا ہے کہ طلبہ کا تو بالکل ہی طرز بدل گیا یہی پتہ نہیں چلتا دیکھنے سے کہ یہ علی گڑھ کالج ہے یا دینی مدرسہ۔ جب اپنے بزرگوں کے طرز کو چھوڑ دیا تو پھر نور کہاں برکت کہاں یہ سب اس ہی کم بخت نیچریت کی نحوست ہے طلبہ کے لباس میں طرز معاشرت میں نیچریت کی جھلک پیدا ہو گئی۔ منتظمین اساتذہ سب کے سب طلبہ سے مغلوب ہیں محض اس وجہ سے کہ اگر یہ نہ رہے تو ہماری مدرسی بھی جاتی رہے گی تو کیا ان صاحبوں کی نظر میں خود مدرسہ مقصود بالذات ہے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مدرسہ مقصود بالذات نہیں اصل مقصود خدا کی رضا ہے خواہ مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ ان قواعد اور اصول کی رعایت کی جاتی ہے مگر ان ہی پر لوگ معترض ہیں اور اگر

یہاں یہ اصول نہ ہوتے تو کیا دق کرنے کے لئے بد فہم لوگ یہاں بھی کچھ کم آتے ہیں مگر بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے اور اصول صحیحہ کی وجہ سے یہاں کسی کی نہیں چلتی اور الحمد للہ نہ بجز رضاء حق کے یہاں کوئی چیز مقصود ہے۔ مگر لوگوں نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے جس سے ایک عالم کا عالم پریشانی میں مبتلا ہے حتی کہ حکومت کو اپنی رعایا سے باپ اپنے بیٹے سے استاد اپنے شاگرد سے پیر اپنے مرید سے خاوند اپنی بیوی سے آقا اپنے نوکر سے اور اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے اور ہر چیز کو اپنی حد پر رکھا جائے تو کوئی پریشانی یا تکلیف نہیں ہو سکتی۔

یکم رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(۵۳۴) حضرت حکیم الامت کا فتویٰ کئی سال سے عدالت میں چلنے والے مقدمے کا فیصلہ

ایک استفتاء کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ جیسا یہ استفتاء آیا ہے اسی قسم کا ایک معاملہ نکاح و طلاق کا کانپور میں کئی سال سے عدالت میں چل رہا تھا کسی حاکم سے وہ طے نہیں ہوا وہ معاملہ ایک جنٹ انگریز کے یہاں آگیا اس نے کہا کہ اتنے عرصہ سے یہ معاملہ عدالت میں ہے اور آج تک فیصلہ نہیں ہوا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے علماء سے اس مسئلہ کا شرعی فیصلہ کرا لو اور اس کی صورت یہ ہے کہ فتویٰ حاصل کر لو۔ اس کے مطابق حکم نافذ کر دیا جائے گا۔ اس پر دونوں فریق رضامند ہو گئے چنانچہ علمائے شہر کے دستخطوں سے فتویٰ لکھا گیا اب عدالت میں فریقین کو علماء کے نام بتلا کر ان کی رضامندی کسی خاص عالم پر پوچھی گئی۔ اب کسی پر ایک فریق رضامند ہوا تو دوسرا نہیں ہوا کسی پر دوسرا رضامند ہوا پہلا نہیں ہوا۔ میں بھی اس وقت بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قیام کئے ہوئے تھا میرے بھی دستخط اس فتویٰ پر تھے عمر میری اس وقت غالباً" تقریباً" اکیس یا بائیس سال کی ہوگی۔ طلبہ بھی اس وقت بوجہ میری کم عمری کے مجھ سے سبق پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے ان ناموں کے ساتھ میرا نام بھی لیا گیا۔ میرے نام پر دونوں فریق رضامند اور متفق ہو گئے حاکم نے ضابطہ کے اندر میرے نام سمن جاری کر دیا میں نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلے مگر سر آہی پڑی تاریخ مقرر پر عدالت میں گیا۔ میں کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا مسائل کی تحقیق مطلوب تھی مجھ کو عدالت کے احاطہ میں دیکھ کر تمام وکلاء اور بیرسٹر جمع ہو گئے اور دریافت کیا کہ آپ کہاں مقدمہ کے وکیل

صاحب بھی اس وقت وہاں پر موجود تھے میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت کا نتیجہ ہے واقعہ معلوم ہونے پر سب نے اس کی سعی اور کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو۔ وکیل کو مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے۔ چنانچہ طوعاو کرہاً "وکیل نے یہ درخواست دی اور حاکم سے زبانی یہ بھی کہہ دیا کہ وہ آ بھی گئے ہیں حاکم نے کہا کہ ضابطہ سے تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ درخواست گزر چکی ہے اب مستثنیٰ کرنا لازم ہے ہم کو کوئی حق ان کی شہادت لینے کا نہیں رہااور اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تو میں اس وقت بھی کوئی ضابطہ کی کاروائی نہ کرتا مگر مشورۃً کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا بیان دے دیں تو مسلمان کا جھگڑا ہے شریعت کا مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائے گا بشرطیکہ وہ بخوشی اس کو منظور فرما لیں۔ میں اسی بیان کے مطابق حکم نافذ کروں گا مجھ سے کہا گیا کہ حاکم کا یہ خیال ہے کہ مجھ کو بھی خیال ہوا کہ انگریز ہو کر اس کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا معاملہ ہے اور وہ پریشان ہیں تو میں تو بحمد اللہ مسلمان ہوں میرا تو فرض ہے کہ یہ معاملہ طے ہو جائے۔ میں نے بیان دینے کو منظور کر لیا اب حاکم کی تہذیب ملاحظہ ہو حکم دیا کہ گواہوں کی طرح پکارا نہ جائے اور پیادہ اجلاس تک نہ آئیں سواری میں آئیں جہاں تک ہماری سواری آتی ہے وہاں تک سواری آئے کرسی منگائی جاوے غرض میں اجلاس پر پہنچا تو کٹہرہ کے اندر بلا لیا گیا کرسی آنے میں دیر ہوئی میں دونوں ہاتھ میز پر ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ بیان شروع ہوا۔ بیان کے وقت مجھ کو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہیں۔ ایک طالب علم سوال کر رہا ہے میں جواب دے رہا ہوں تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور بیرسٹروں سے پر ہو گیا اس لئے کہ اس کی شہرت ہو گئی تھی کہ اس کا بیان ہے لوگ یہ دیکھنے آئے تھے کہ دیکھیں اجلاس میں کیا بیان ہوتا ہے۔ غرض پہلا سوال یہ ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا نام کیا ہے اس کے بعد حاکم نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ واہ اچھا سوال ہوا اب اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے کہے گا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی اس پر عالم لکھا ہے اور اس کی نظر میں اپنی ایک قسم کی تحقیر اور اہانت بھی ہوگی کہے گا کہ پھر آنے کی تکلیف ہی کیوں گوارا فرمائی جب کہ آپ عالم نہیں اور یہ مسئلہ متعلق ہے اہل علم سے اور اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو یہ اپنے مسلک اور مذاق کے خلاف خودستائی ہے میں نے کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ لکھ لیا گیا دوسرا سوال

اس سے بھی بڑھ کر ہوا کہ کیا سب مسلمان آپ کو مانتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک غیر مسلم کے سامنے اپنی سبکی اور اہانت اس کو بھی جی گوارا نہ کرتا تھا مزاحاً" فرمایا گو سبکی نہ تھی دوسرے مقدمہ پر برا اثر پڑے گا کیونکہ میرا بیان کسی نہ کسی فریق کے تو ضرور مخالف ہوگا اس کو اس کہنے کی گنجائش ہوگی کہ وہ تو خود ہی کہہ گئے کہ سب مسلمان نہیں مانتے سو ہم بھی نہیں مانتے اور اگر کہتا ہوں کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو کانپور میں آئے دن ہندو مسلمان میں فساد ہوتے رہتے ہیں میرے اس اقرار کی بناء پر مجھ کو حکم کیا جا سکتا ہے کہ تم کو سب مانتے ہیں تم اس کا انتظام کرو میں اس کا ذمہ دار قرار دیا جاؤں گا میں نے جواب میں کہا کہ ماننے کے دو معنی ہیں ایک تصدیق کرنا اور ایک تسلیم کرنا تو تصدیق کے درجہ میں تو سب مسلمان مانتے ہیں یعنی کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا اس سے مقدمہ پر بھی اچھا اثر ہوا اور تسلیم کے درجہ میں ہماری حکومت تو ہے نہیں صرف اعتقاد ہے اور اعتقاد کسی کو ہے اور کسی کو نہیں جو ہم کو معلوم نہیں پھر نفس مسئلہ پر بیان ہوا جب میں بیان دے کر اجلاس سے باہر آیا تو تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عجیب و غریب جواب ہوئے اور دوسرے سوال کے جواب میں تو ہم بھی چکر میں تھے واقعی یہ سوال خطرہ سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہاں اس قسم کے احتمالات نکالا کرتے ہیں یہ بات انگریزی تعلیم میں تھوڑا ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ عربی ہی تعلیم کے اندر برکت ہے۔ اور اس قسم کے احتمالات کا نکالنا عربی ہی طلبہ کا کام ہے۔ انگریزی طلبہ قیامت تک بھی ایسے احتمالات نہیں نکال سکتے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی عربی درسی کتابیں سمجھ کر پڑھ لے پھر ان کے بعد آگے کسی چیز کی ضرورت نہیں مگر آج کل عربی طلبہ بھی کتابیں سمجھ کر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح رٹتے ہیں اس وجہ سے ان میں بھی سمجھ نہیں پیدا ہوتی۔ بزرگوں نے جو درسی کتابیں انتخاب کی ہیں ان میں سب کچھ ہے مگر سمجھ کر پڑھ لینا شرط ہے۔

(۵۳۵) مسئلہ اوقاف کے بارے میں بیرسٹر اور وکلاء سے حضرت حکیم الامت کی تفصیلی گفتگو

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سنا ہے اوقات کے متعلق حضرت والا کی خدمت میں

تحقیق مسائل کے لئے ایک وفد آیا تھا۔ فرمایا کہ جی ہاں آیا تھا جو نو شخصوں پر مشتمل تھا سب انگریزی خواں بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلاء تھے ان سے گفتگو ہوئی اس وقت سب گفتگو تو محفوظ نہیں مگر اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں میں نے پہلے تو بطور اصول موضوعہ کے شرائط گفتگو طے کر لیے تھے۔ مثلاً" ایک یہ کہ جو بات گفتگو کے وقت یاد ہوگی عرض کر دوں گا نہ یاد ہوگی تو عذر کر دوں گا اگر پھر بھی اس کا جواب مطلوب ہو تو آپ ایک تحریر یادداشت لکھ کر لے جائے گا۔ بعد میں جواب بھیج دیا جائے گا دوسرے یہ کہ آپ کو صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا دلائل پوچھنے کا حق نہ ہوگا۔ اسی طرح حکمتیں اور علل اور اسرار کے دریافت کرنے کا حق نہ ہوگا۔ نیز ہم جو مسئلہ بیان کریں گے وہ در مختار۔ شامی۔ کنز الدقائق سے بیان کریں گے وہ قابل تسلیم ہوگا۔ صرف تصحیح نقل ہمارے ذمہ ہوگی اس لئے کہ ہم قانون ساز نہیں قانون داں ہیں تیسرے یہ کہ عقلیات میں گفتگو کرنے کا آپ کو حق نہ ہوگا صرف منقولات سے ہر بات کا جواب دیا جائے گا میں نے ایک پرچہ لکھ کر ان کو دے دیا جس میں اس قسم کے اصول موضوعہ کی یادداشت تھی وہ ان اصول موضوعہ ہی کو سن کر پھیکے سے پڑ گئے تھے ایک کام میں نے یہ کیا کہ ان کو آنے کے وقت اسٹیشن پر لینے کو نہیں گیا۔ دوسرے یہ کہ ان کو خانقاہ میں نہیں بلایا اور نہ ٹھہرایا اس لئے کہ وہ یہاں پر آئیں گے تو مجھ کو ان کی تعظیم کے لئے اٹھنا پڑے گا اور میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ اٹھیں گے نیز وہ یہاں پر آئیں تو میں محبوس ہوں گا اور میں وہاں پر جاؤں گا وہ محبوس ہونگے اس لئے مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھہرا دیا تھا ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ میرے ان کے پاس جانے پر ان کو قدر ہوگی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا ان وجوہ سے یہ سب انتظام کیا گیا تھا۔ جس غرض سے وہ لوگ آئے تھے وہ مسئلہ اوقاف کا تھا۔ اس گفتگو میں ایک سوال بڑا ٹھہرایا تھا جس کے پیش کرنے کا مجھ کو پہلے سے احتمال تھا اور اس احتمال کی وجہ سے اس کے متعلق میں نے یہاں پر پہلے ہی اپنے بعض احباب سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا کسی کی سمجھ میں نہ آیا سب چکر میں تھے خود میری ہی سمجھ میں نہ آیا تھا میں نے دعاء بھی کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو۔ حاصل مطلب ان کا یہ تھا کہ متولیوں کی بدعنوانیوں کے سبب ہم ایسا قانون بنوانا چاہتے ہیں کہ اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے یہ شرعاً" جائز ہے یا نہیں میں نے اس کی بالکل مخالفت کی کہ گورنمنٹ کو

اس میں مداخلت کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ یہ دیانات محضہ میں سے ہے جیسے نماز روزہ پس جس طرح اس میں دخیل ہونا گورنمنٹ کو جائز نہیں اس طرح اس میں بھی جائز نہیں ان کی طرف سے ایک بہت بڑے بیرسٹرہائی کورٹ کے جو جرح میں مشہور و ممتاز شخص ہیں گفتگو کے لئے منتخب ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ مالیات کے متعلق ہے نماز روزہ مالیات سے نہیں میں نے کہا کہ اچھا زکوۃ اور حج تو مالیات سے ہیں کیا اس میں ایسا دخل گوارا ہے اس پر انہوں نے کافی سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر منکر ہو گیا اور بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور گواہ پیش کر کے طلاق کو ثابت کر دیا تو کیا یہ دخل جائز نہیں حالانکہ یہ بھی طلاق میں جو کہ دیانات سے ہے گورنمنٹ کا دخل ہے یہی تھا وہ سوال جس کا جواب ذہن میں نہ تھا مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی سوال کے ساتھ ہی جواب ذہن میں القاء فرما دیا میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک نفس طلاق کہ دیانات محضہ سے ہے اور دوسری چیز اس کا اثر یعنی عورت کو طلاق کے بعد جو آزادی حاصل ہو چکی تھی اب اس کو آزادی نہ ملنے پر اس کا ضرر ہے۔ گورنمنٹ سے اس ضرر کے دفع میں مدد ملے گی اور وہ معاملہ ہے تو گورنمنٹ سے یہ مدد لینا دیانات میں نہیں بلکہ معاملہ میں دفعہ ضرر ہے اس پر انہوں نے کہا کہ اسی طرح نفس وقف بھی دیانات محضہ ہے مگر متولی کو بد دیانتی اور بد انتظامی کی وجہ سے جو غرباء اور مساکین کا ضرر ہے گورنمنٹ سے اس ضرر کے دفع کے لئے مدد لی جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں کیا اس میں مساکین کا ضرر نہیں اس لئے کہ ان کا حق پہلے سے ثابت نہیں محض استحقاق نفع کا ہے تو بد دیانتی سے اس نفع کا عدم ہوا کسی فرد کا ثبوت نہیں ہوا اور وہاں اس عورت کا حق ثابت ہو چکا تو اس صورت میں عورت کا ضرر ہے اور مساکین کا ضرر نہیں عدم النفع ہے اور ضرر اور عدم النفع جدا جدا چیزیں ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہے کہ میں آپ کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا ہوں کسی نے منع کر دیا تو اس صورت میں آپ کا ضرر نہیں عدم النفع ہوا...... اور اگر کوئی شخص آپ کی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال لے اس کو بے شک ضرر کہیں گے چار طرف سے سب کی زبان سے حتی کہ وفد کے منہ سے بھی نکلا سبحان اللہ اور یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق ساری عمر بھی نہ سنا تھا۔ یہ بھی کہا کہ تمام جگہوں میں علماء سے مسائل میں گفتگو کرتے آ رہے ہیں مگر کہیں یہ لطف نہیں آیا اور

نہ یہ تحقیقات سنیں ہم کو آج تک خبر نہ تھی کہ علماء میں بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہیں یہ بھی کہا کہ عجیب بات یہ ہے کہ نہ تو گفتگو کے وقت کسی کی وجاہت کا طبیعت پر اثر تھا اور نہ کہیں تقریر میں بے ربطی تھی اور ہر دعوے کے ساتھ دلیل اور اس وفد میں بعض شیعہ حضرات بھی تھے جو شاعر بھی تھے انہوں نے کہا کہ اتنی دیر گفتگو رہی مگر ایک لفظ بھی تہذیب سے گرا ہوا تقریر میں نہیں نکلا۔ مجھ سے یہ سب ایک صاحب نے بیان کیا جو ان سے ملے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ انہوں نے ابھی علماء دیکھے کہاں ہیں میں تو علماء کی جوتیوں کی گرد بھی نہیں۔ علماء کی شان انہوں نے ابھی دیکھی کیا ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہوا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ طالب علموں کی آبرو رکھ لی۔ میں ان کو لینے کے لئے تو ریل پر گیا نہیں تھا مگر رخصت کے وقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہنچ چکے میں بھی پہنچ گیا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کیوں تکلیف گوارا فرمائی۔ میں نے کہا کہ اگر آنے کے وقت ریل پر آتا تو یہ آپ کی جاہ کا اثر سمجھا جاتا اور اب رخصت کے وقت کا آنا چاہ کا اثر ہے اس پر بھی سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہو گئیں اور کہا کیا لطیفہ ہے ان میں سے جو شیعہ تھے وہ شاعر بھی تھے وہ بہت ہی محظوظ اور خوش تھے یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ کسی کی کیا ہستی اور کیا وجود۔ سب حق تعالیٰ کا فضل اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت ہے ورنہ مجھ میں تو کوئی بھی ایسی بات نہیں نہ علم نہ عمل نہ کتابیں غور سے پڑھیں سبق پڑھا اور کتاب بند کر دی محض فضل ہی فضل ہے۔

(۵۳۶) ایک صاحب کو ان کی بد تمیزی پر تنبیہہ

ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے انہوں نے اس کے قبل بذریعہ خط حضرت والا سے کسی اپنی پریشانی کے متعلق عمل دریافت کیا تھا اس مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ میں فلاں پریشانی میں مبتلا ہوں حضرت والا کوئی عمل مجرب تحریر فرمادیں بعد کامیابی کے میں آپ کی خدمت بھی کر دوں گا۔ آج بوقت ملاقات بعد مصافحہ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب ہیں جنہوں نے اس قسم کا مضمون لکھا تھا اس پر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ عمل کے دریافت کرنے کا تو مضائقہ نہ تھا مگر یہ جو لکھا تھا کہ میں خدمت بھی کروں گا تو کیا میں کوئی تجارت کرتا ہوں جس کی بناء پر مجھ کو لالچ دیا گیا یہ کون سی انسانیت اور تہذیب کی بات ہے عرض کیا کہ بعض بزرگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ بغیر نذرانہ لئے ہوئے کوئی کام نہیں

کرتے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کو ایک ہی پہلو معلوم ہے دوسرا پہلو معلوم نہیں عرض کیا معلوم ہے فرمایا کیا معلوم ہے عرض کیا کہ بعض ایسی خدمت کو قبول نہیں کرتے فرمایا کہ میرے متعلق یہ تم نے کیسے سمجھا کہ یہ کون سی قسم میں داخل ہے بدوں مجھ سے دریافت کئے ہوئے میرے متعلق خود کیسے فیصلہ کر لیا یہ لینے والوں کی قسم میں سے ہے جب کہ تم خود کہہ رہے ہو کہ یہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو بدوں نذرانہ کام نہیں کرتے اور ایک وہ جو دینے پر بھی نہیں لیتے پھر تم نے جو لکھا کہ تمہاری بھی خدمت کروں گا اور تم کو بھی کچھ دوں گا پہلے مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا اگر میں لکھتا کہ میں لینے والوں کی قسم میں ہوں تب ایسا لکھنا چاہیے تھا عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمادیجئے فرمایا معاف ہے مگر تمہاری اس حرکت سے تکلیف جو پہنچی تو کیا اس کا اظہار بھی تم پر نہ کروں اور یہ تواضع پر مبنی نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ میں عملیات نہیں جانتا یہ تو عاملوں کے کام ہیں میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں صرف اللہ کا نام جانتا ہوں الحمد للہ ان تک کے پہنچنے کا سیدھا راستہ معلوم ہے وہ معلوم کر لو اس سے آگے مجھے کچھ نہیں آتا میرا تو یہ مذہب اور مشرب ہے۔

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم　　　ازما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اس لئے کہ میرے پاس دنیاوی غرض لے کر آنا محض دنیاوی اغراض کے لئے سفر کرنا روپیہ اور وقت صرف کرنا مجھ کو اس سے تنگی ہوتی ہے مجھ پر اس کا برا اثر ہوتا ہے اس سے میرے قلب پر بار ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دنیاوی غرض کو کسی کے سامنے پیش کرنے کو برا سمجھتا ہوں یہ مطلب ہرگز نہیں اور میرا یہ مشرب ہے ہاں ان اغراض کے لئے اہتمام کر کے سفر کرنا اور خرچ کرنا اس سے قلب پر بار ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ کام تو خط و کتابت سے بھی ہو سکتا ہے اور ایسے کاموں کے لئے غیبت زیادہ نافع ہے حضور سے اس لئے کہ ناجنسوں اور نااہلوں کے حضور سے کلفت ہوتی ہے یہی شخص اگر میری اس تحریر کا جواب بذریعہ خط ہی دے دیتا کہ میں نے اس خیال سے ایسا لکھ دیا تھا تو تغیر تو طبیعت میں اس وقت بھی ہوتا مگر اتنا نہ ہوتا جتنا اب سامنے ہونے سے ہوا۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ اب کچھ آپ بتلائیں گے یا نہیں۔ فرمایا کہ میں کچھ نہ بتلاؤں گا جہاں بزرگ ہوں وہاں جاؤں میں تو بزرگ نہیں خواہ مخواہ تم کو کسی نے بہکا دیا وہ صاحب اٹھ کر چل دیے حاضرین سے فرمایا کہ

معاملہ صاف ہو بات صاف ہو یہی اچھا ہے میں دکانداری کو اچھا نہیں سمجھتا آج کل علماء اور مشائخ ایسے لوگوں کی اس لئے للو پتو کرتے ہیں کہ کبھی غیر معتقد نہ ہو جائیں مگر ایسے نااہلوں کا غیر معتقد ہونا ہی نافع ہے اب یہ جا کر لوروں سے قصہ کہے گا میری بد اخلاقی کی منادی کرے گا نفع یہ ہوگا کہ اس جیسے بد فہموں سے نجات ملے گی وہ بھی سن کر نہ آئیں گے اور فرمایا کہ انداز گفتگو سے نیز بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے کے دماغ میں خلل ہے صورت سے وحشت معلوم ہوتی ہے خط میں لکھا تھا کہ مجھ میں زیادہ بولنے کا بھی مرض ہے اس کا بھی کوئی علاج تحریر فرمایا جاوے اسی وجہ سے مجھ کو اس شخص کی باتوں پر زیادہ غصہ نہیں آیا میں معذور سمجھتا تھا انقباض ضرور ہوا اور بے ہودہ باتوں پر انقباض امر فطری ہے۔ ہاں آنے والے سب کے سب میرا اتباع کر سکتے ہیں کیونکہ میں ایک ہوں اور وہ بہت اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ نہ میں تمہارا اتباع کروں نہ تم میرا بلکہ تم بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرو اور میں بھی چلو چھوٹی ہوئی مگر اصول سے لوگ گھبراتے ہیں خیر گھبرایا کریں میں ان کی وجہ سے اصول صحیحہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

(۵۳۷) طریق کی حقیقت واضح ہونے پر اظہار تشکر

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل کے رسمی پیروں کی بدولت زیادہ گمراہی پھیلی ہے طریق کی حقیقت سے لوگ دور جا پڑے اس سے اس قدر بعد ہو گیا کہ علماء تک اس طریق کی حقیقت سے ناآشناء ہو گئے مگر اب بحمد اللہ طریق کی حقیقت واضح ہو گئی اور ان رسم پرستوں کا پول کھل گیا اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے طریق میں کوئی ابہام نہیں رہا۔

(۵۳۸) تشکیک کے ساتھ جواب کی ممانعت

ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ ہمارے گاؤں کی مسجد کی دکان پر ایک ہندو نے قبضہ کر لیا ہے اب وہ کرایہ بھی اس دکان کا نہیں دیتا۔ مسلمانوں نے اس ہندو کی دکان پر قبضہ کر لیا۔ مگر مسجد کی جس دکان پر ہندو نے قبضہ کیا ہے اس کی آمدنی کم ہے اور ہندو کی جس دکان پر مسلمانوں نے قبضہ کیا ہے اس کی آمدنی زائد ہے۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ جس ہندو کی دکان پر مسلمانوں نے قبضہ کیا ہے یہ دکان اسی ہندو کی ہے یا کسی اور کی عرض کیا کہ یہ تو معلوم نہیں

فرمایا کہ معلوم کر کے آؤ۔ دیکھو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مسئلہ جب پوچھنے جاوے پوری اور پکی بات معلوم کر کے آنا چاہیے۔ ادھوری بات پر مسئلہ کیسے بتلا دیا جاوے۔ عرض کیا کہ اگر وہ وکان اس ہندو کی ہو تو کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ کیا رسالہ بنانا ہے اگر یوں ہے تو یوں ہے اور اگر یوں ہے تو یوں ہے پھر فرمایا کہ علماء محققین نے اس کی سخت ممانعت کی ہے کہ تشکیک کے ساتھ جواب دیا جاوے۔ اس میں بعض اوقات سائل مفید شق کا دعوی کرنے لگتا ہے۔

(۵۳۹) تبلیغ و افتاء کی چند شرائط

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل حدود کی قطعاً" پرواہ نہیں کی جاتی گڈمڈ معاملہ ہو رہا ہے ہر کام کے خاص اصول ہیں حتی کہ علماء نے خود تبلیغ و افتاء کے بھی چند شرائط بیان کئے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جس کے متعلق افتاء و تبلیغ و تعلیم و تربیت کا کام سپرد ہو وہ کسی کی گواہی نہ دے اور ایک میں نے اضافہ کیا ہے تجربہ کی بناء پر کہ جس کے متعلق یہ کام ہوں وہ کسی کے معاملہ میں حکم یعنی فیصل کنندہ بھی نہ بنے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ایک جماعت میں شمار کر لیا جاوے گا اور دوسرے جماعتوں کے مسلمان اس کے فیوض اور برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ ضلع سہارنپور کی ایک بستی میں دو شخصوں میں ایک زمین پر جھگڑا تھا منصف کے یہاں مقدمہ تھا ان لوگوں نے ہر چند چاہا اور کوشش کی مجھ سے کہ تم فیصلہ کر دو تو ہمارا بہت بڑا نفع ہے عدالت میں جانے سے ہزاروں کا نقصان ہو گا حتی کہ منصف کے یہاں سے اس مقدمہ کی مسل میرے یہاں بھجوائی۔ میں نے مسل کو واپس کر دیا۔ غرض ایسے خادمان دین کو ہرگز ایسے معاملات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اس میں بڑی مضرت کا اندیشہ ہے خصوصاً" دین کا ضرر اس لئے کہ اس زمانہ میں ہر شخص آزاد ہے نہ کسی کا کسی پر اثر نہ کسی کے اعتقاد اور محبت کا اعتبار صرف مطلب اور اغراض تک سب کچھ ہے اگر ان کے خلاف کوئی بات پیش آجائے اسی وقت اثر اور اعتقاد محبت سب ختم ہو جاوے یہ تجربہ کی باتیں ہیں آج کل علماء اور مشائخ فخر کی راہ سے ایسے معاملات میں دخل دیتے ہیں مگر اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔

(۵۴۰) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب میں اپنے مرید کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھنے کی تاکید

ایک صاحب نے ایک پرچہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ بڑا

اچھا خواب ہے کسی کی قسمت کہ ایسے بزرگوں کی زیارت نصیب ہو گو خواب ہی میں سہی اور اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ انہوں نے خواب میں مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ہے اور چند بار دیکھا۔ حضرت مولانا نے ان کو یہاں آنے پر ہربار تاکید فرمائی۔ کہ اس کے پاس جا کر بیٹھا کرو یہ صاحب حضرت سے بیعت ہیں۔ اس پر فرمایا کہ حضرت مولانا کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا۔ نابینا ہونے کے بعد فرمایا تھا کہ بتلاؤں بینائی نہیں رہی ورنہ تھانہ بھون جا کر وہاں کا مجمع دیکھ کر آتا۔ فرمایا کہ لوگ حضرت کو خشک سمجھتے تھے لیکن حضرت میں اس قدر مادہ محبت کا تھا کہ دوسروں میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

(۵۴۱) اہل اصول اور اہل وصول

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی آج کل عجیب حالت ہے اہل وصل سے سب خوش یعنی جو لوگوں سے روپے وصول کرے اور اہل اصول سے سب ناراض اس لئے مجھ سے کوئی زیادہ خوش نہیں کہ میں اہل اصول سے ہوں اگر اہل وصول میں سے ہوتا اور بیٹھا ہوا ا۔شما کرتا اور یوں ہی واہی تباہی اڑنگ بڑنگ ہانکا کرتا سب خوش رہتے اب اصول صحیحہ کا خود بھی پابند ہوں اور دوسروں سے بھی اس کی پابندی چاہتا ہوں بس یہی لڑائی ہے اب یہی شخص جس نے دکان کا مسئلہ پوچھا تھا خوش تھوڑا ہی گیا ہے وجہ یہی ہے کہ میں نے مسئلہ بتلانے میں اصول سے کام لیا جس میں اس کو گنجائش نہ نکلی اگر جواب اس کی مرضی کے موافق ہوتا خوش ہوتا۔ اب اگر ان بے اصولوں کی رعایت کروں تو اصول ہاتھ سے جاتے ہیں نہ رعایت کروں تو خفا ہوتے ہیں خیر خفا ہوا کریں ایسے نااہلوں کا ناخوش رہنا ہی خوش رہنے سے اچھا ہے پیچھا تو چھٹا ورنہ اور کلفت کے سامان میں اضافہ ہوتا اس لئے کہ آج کل تو ویسے ہی بدفہمی کا بازار گرم ہے اور میں تو اس قدر برداشت کرتا ہوں کہ دوسرا کر نہیں سکتا اور رعایت بھی از حد درجہ میرے مزاج میں ہے مگر غلامی نہیں کرتا بس ناراض ہیں خدمت سے انکار نہیں ادھی رات موجود ہوں لیکن طریقہ سے مگر لوگ یوں ہی گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں میں اس میں ساتھ نہیں دیتا۔

(۵۴۲) اصول و قواعد کا منشاء طرفین کی راحت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بہت لوگ خواب لکھتے ہیں یہاں سے ان کو جواب جاتا ہے کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں۔ کوئی عملیات پوچھتا ہے اس کا جواب جاتا ہے کہ میں عامل نہیں۔ جھگڑے کے استفتے آتے ہیں ان کا جواب جاتا ہے کہ دونوں فریق جمع ہو کر آؤ اور دونوں زبانی واقعہ بیان کرو سننے کے بعد حکم شرعی ظاہر کر دیا جاوے گا اب بتلائے ایسی باتوں سے کون خوش رہ سکتا ہے۔ نہ خواب والے خوش نہ بیداری والے سب خفا ہیں محض اصول کی وجہ سے اگر وصول سے کام لیتا اور اصول کو چھوڑ دیتا سب خوش رہتے۔ مدتوں کے بعد اصول صحیحہ لوگوں کے کانوں میں پڑے ہیں پھر ان کو گڈ مڈ کرنا چاہتے ہیں۔ میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے یہاں جو اصول اور قواعد منضبط ہوئے ہیں نہایت تجربوں کے بعد ہوئے اور ان سے میرا مقصود حکومت نہیں بلکہ طرفین کی راحت ہے بعضوں کے یہاں اصول اپنی شوکت اپنی ہیبت اپنی حکومت کے لئے ہیں میرے یہاں اصول راحت کے لئے ہیں جب وہ اصول ایسے ہیں تو میں کسی کی خاطر اپنے اصول اور قواعد کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

(۲۴۳) ایک خواب کی تعبیر

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کے خطوط میں اکثر خواب لکھے ہوئے آتے ہیں میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ خواب کی باتوں میں کیا رکھا ہے بیداری کی باتوں کا خیال ہونا چاہئے آج کل یہ مرض بھی لوگوں میں عام ہو گیا ہے کہ خوابوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں پھر اکثر وہ خواب بھی نہیں ہوتے۔ خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے۔ اور تعبیر خواب کی ہوتی ہے۔ خیالات کی کیا تعبیر ہو گی میرا جو خواب سننے پر اکثر یہ جواب ہوتا ہے کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں اس کا منشا اکثر یہی ہوتا ہے کہ وہ خواب ہی نہیں جس کی تعبیر ہو

ورنہ مجھ کو تعبیر سے ایسی اجنبیت بھی نہیں جس کو حقیقت میں عدم مناسبت کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنا خواب لکھا تھا کہ نعوذ باللہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک نازیبا حرکت کی ہے مجھ سے خواب بیان کیا گیا سنتے ہی فوراً ذہن میں آیا کہ یہ شخص کسی شیعی مسئلہ کا معتقد ہے جو اس عضو کے ساتھ مخصوص ہے۔ میں نے بھی جواب میں لکھ دیا ان کو تعبیر پڑھ کر حیرت ہو گئی کہ یہ کیسے سمجھ میں آیا۔ ایک میرے دوست بیان کرتے تھے جن سے صاحب واقعہ نے بیان کیا تھا کہ میں ڈھیلے سے استنجا سکھلانے کا نہ معتقد تھا اور نہ میں اس پر عامل تھا اس لئے اپنے لئے تعبیر سے عدم مناسبت بھی نہیں کہہ سکتا پس غالب یہی ہے کہ جس خواب کو دیکھتے ہی ذہن میں تعبیر آجاتی ہے اس کو تو میں خواب سمجھتا ہوں اور اس کے خلاف کو خیال۔

(۲۴۴) تعبیر خواب کے متعلق ایک تجربہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کا اکثر تجربہ ہو چکا ہے کہ جس خواب کی تعبیر مطلوب ہوتی ہے خواہ وہ میں نے دیکھا ہو یا اور کسی نے اگر تعبیر فوراً ذہن میں آجائے یا میں نے اگر دیکھا ہو اور سو کر اٹھنے کے ساتھ ہی ذہن میں تعبیر آجاوے وہ خواب اکثر صحیح ہوتا ہے میں ایک مرتبہ قصبہ چھپراؤں مدعو کیا گیا تھا اس وقت تحریک خلافت کا زمانہ تھا ترکوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ شب کو میں نے صبح کے قریب ایک خواب دیکھا جس کو اسی روز اپنے بعض دوستوں سے جو ہمراہ سفر تھے بیان بھی کر دیا تھا وہ خواب یہ تھا کہ گویا میں اپنے ہی مکان کے صحن میں ہوں کہ ایک لڑکی سیاہ فام شتر سوار جس کی عمر تقریباً بارہ سال کی ہو گی جانب مغرب سے میرے پاس آئی اس شتر کے پاؤں میں چاندی کا زیور بہت زیادہ ہے مجھ کو اس لڑکی سے بوجہ خلوت کے کلام کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوا مگر چونکہ اور کوئی ذریعہ گفتگو کا نہ تھا اس لئے طوعاً کرہاً میں نے اس لڑکی سے سوال کیا کہ تو کہاں سے آئی ہے اس نے زبان سے کوئی

جواب نہیں دیا اور شہادت کی انگلی سے جانب مغرب اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس طرف سے آئی ہوں۔ میں نے سوال کیا کہ کس نے بھیجا ہے کہا کہ ظہور نے بھیجا ہے میں نے حالت خواب ہی میں سمجھا کہ ظہور سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں میں نے سوال کیا کہ ظہور تمہارے کچھ رشتہ دار ہیں کہا کہ رشتہ دار تو نہ تھے مگر اب رشتہ دار ہو گئے اور وہ یہ کہ انہوں نے میری ماں سے نکاح کر لیا ہے اور یہ کہہ کر اس لڑکی نے مجھ کو ایک لفافہ دیا اور یہ کہا کہ یہ آپ کے پاس ظہور نے بھیجا ہے میں نے اس لفافہ کو اس کے ہاتھ سے لے کر اور کھول کر دیکھا تو بجائے کسی پرچہ کے یا مضمون کے اس میں کئی قسم کے لیموں کے آچار کا نمونہ ہے اس وقت چونکہ مجھ پر حجاب کا غلبہ تھا مزید واقعات دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی اس صحن سے زنانہ مکان کی طرف ایک کھڑکی بھی تھی میں نے اس لڑکی سے کہا کہ تم اس کھڑکی سے زنانہ مکان میں چلو وہاں ٹھیرنا لڑکی اس کھڑکی سے زنانہ مکان میں داخل ہوئی اور میں بھی اس خیال سے زنانہ مکان کی طرف چلا کہ گھر والوں سے کہوں گا کہ میں تو بوجہ حجاب خلوت کے اس لڑکی سے مزید حالات و واقعات معلوم کر نہیں سکا تم معلوم کر لو اس خیال کو دل میں لئے ہوئے کھڑکی کے دروازہ تک پہنچا تھا کہ آنکھ کھل گئی آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی اس خواب کی تعبیر ذہن میں یہ موجود تھی کہ شتر سے مراد عرب کی سلطنت ہے اس کے پاؤں میں چاندی کا زیور ہونا اشارہ تمول کی طرف ہے لڑکی کی عمر کا بارہ سالہ ہونا چونکہ ازروئے شرع بلوغ کا حکم اکثر اس وقت پندرہ سال میں ہوتا ہے اشارہ ہے تین سال انتظار کی طرف اس لئے عرب میں سلطنت قائم ہو گی جو مالدار ہو گی اور تین سال سلطنت کے قائم ہونے میں اور باقی ہیں ظہور سے مراد چونکہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے اس لئے نکاح کر لینا بناء کا قائم ہونا ہے۔ لفافہ میں لیموں کے آچار کا کئی قسم کا نمونہ کا ہونا یہ ذرا ٹھیڑی کھیر تھی لیکن اس کے متعلق یہ تعبیر ذہن میں تھی کہ رومی بنی اصفر ہیں اور لیمو قاطع صفرا ہے تو سلطنت عرب کا تسلط ترکوں پر بھی ہوگا اشرف علی کے

یہاں آنا اس سے مراد یہ ہے کہ اشرف سید کو کہتے ہیں اور علی سے مراد حضرت
کی اولاد اور امام مہدی علیہ السلام حضرت علی کی اولاد سے ہونگے۔ حساب جو لگایا
تو پورے تین سال کے بعد نجدیوں کی سلطنت مغرب میں قائم ہوئی جن کو
مہدی علیہ السلام کی سلطنت کی تمہید کہہ سکتے ہیں ایسے واقعات سے یہی اثر ہوا
کہ اگر ساتھ کے ساتھ تعبیر ذہن میں آئی اس کو خواب سمجھتا ہوں ورنہ خیال
میں گھڑ مڑ ہوکر کھینچ تان کر کبھی تعبیر کو چسپاں نہیں کرتا اس لئے کہ وہ تعبیر
ہی نہیں ہوتی تکلف ہوتا ہے فقط۔ ختم شد حصہ۔

تمت بالخیر